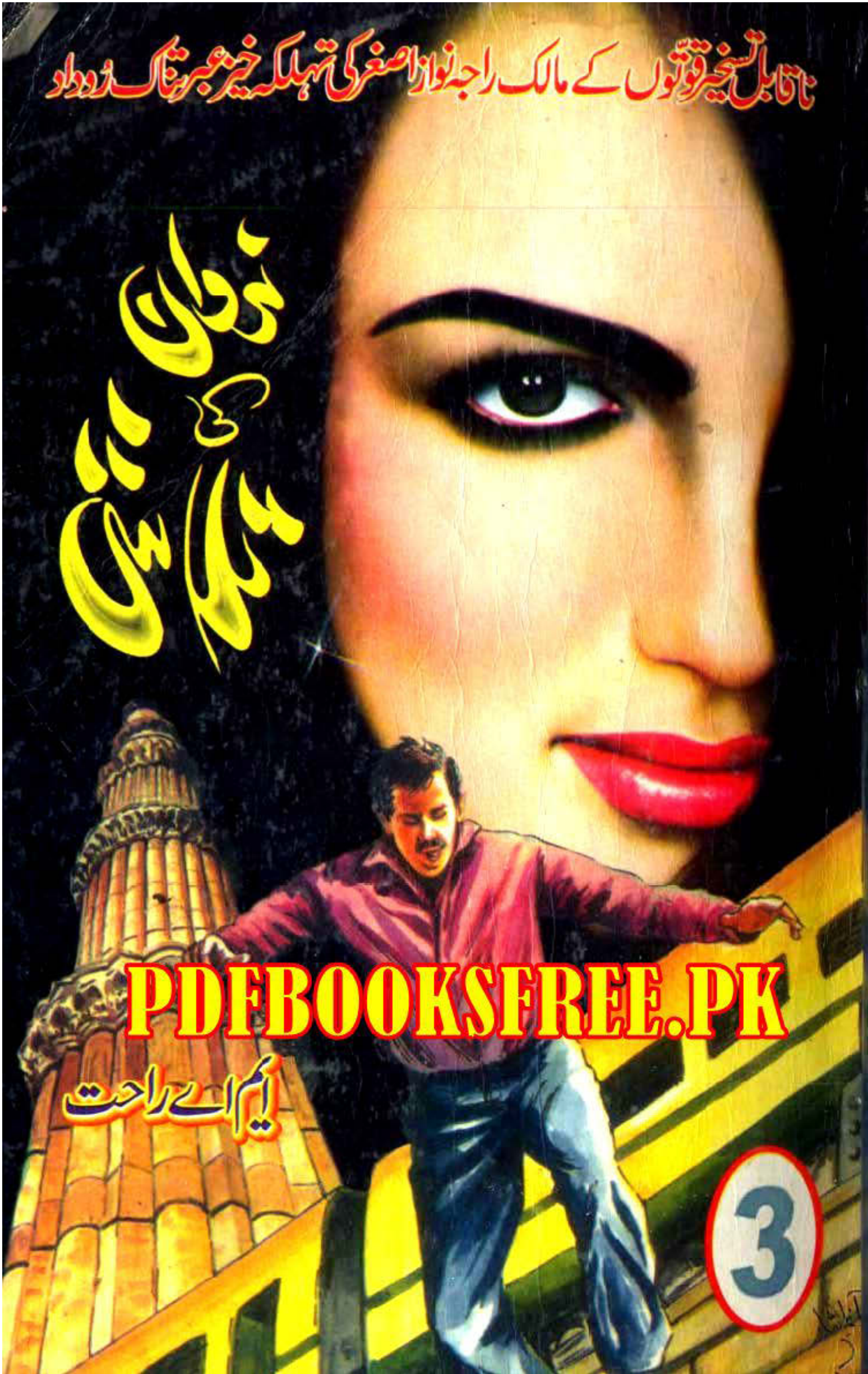


ناقابل تسخیر قوتوں کے مالک راجہ نواز اصغر کی تہلکہ خیز عبرتناک رُوداد
نوداں کی تلاش
PDFBOOKSFREE.PK
ایم اے راحت
3

میں نے تیاریاں شروع کر دی۔ کوئی خاص کام تو تھا نہیں جس کے لئے زبردست تیاریاں ہوتیں۔ صرف آوارہ گردی کرنی تھی۔ سوئٹزر لینڈ۔ ایک حسین خواب۔ حسینوں کا ملک۔ واقعات کا وطن۔ دیکھیں اس راستے میں کون کون سے ہنگامے تحریر ہیں۔

ایک ہفتے کے اندر اندر میں نے تیاریاں مکمل کر لیں۔ اس دوران لیزینا' سی کا وغیرہ میری خلوتوں کی ساتھی رہیں۔ سی کا اب مکمل طور پر تعاون کرتی تھی۔ جس رات میں نے لیزینا کو طلب کیا' اس رات سی کا نے کوئی مخالفت نہیں کی۔

بالآخر میں نے روانگی کے لئے دوسرا دن منتخب کیا۔ اس دوران میں اپنے سفر کے لئے ساری تفصیلات مہیا کر چکا تھا۔ سی کا نے میرا پروگرام معلوم کیا' لیکن میں نے اسے ٹال دیا۔

"ہماری آخری ملاقات اسی مکان میں ختم ہو جائے گی سی کا۔" میں نے صاف لہجے میں کہا۔

"اتنی بے رحمی۔" سیکا امڈتے ہوئے آنسوؤں کو روک کر بولی۔

"اس میں بے رحمی کی کیا بات ہے سی کا۔ بہرحال ہم ایک ایسی آرگنائزیشن سے متعلق ہیں جس میں ہمیں اپنے سخت فرائض انجام دینے ہوتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"واپس نہیں آؤ گے نواز۔"

"یہ سب حماقت کی باتیں ہیں۔ کیا کہا جا سکتا ہے۔ اچھا اب اجازت دو۔" میں نے اپنا بیگ اٹھایا اور سی کا سسکتی رہ گئی۔ میرے دل میں ان سسکیوں کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

میں سیدھا سردارے کے ہوٹل پہنچ گیا۔ سردارے سے بھی میں نے کہہ دیا تھا کہ ہمیں سفر کرنا ہے۔ کہاں جانا ہے اور کب جانا ہے' اس بارے میں' میں نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ سردارے مجھے دیکھ کر ہمیشہ خوش ہو جاتا تھا۔ "آؤ یار۔ اس بیگ میں کیا ہے؟"

"میرا سامان۔"

"اوہ۔ تو کب چلنا ہے۔"

"کل۔"

"او جیو۔ کہاں چلنا ہے؟"

"سوئٹزر لینڈ۔"

"کہاں؟" سردارے اچھل پڑا۔

"سوئٹزر لینڈ۔"

"کمال ہے۔ کیسے چلیں گے؟"

"بائی ٹرین۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر میں؟" سردارے سخت حیران تھا۔

"تمہارے کاغذات میں نے مکمل کرا لئے ہیں۔"

"یار۔ تو اپنی سمجھ نہیں آیا۔ ویسے بڑا گہرا آدمی ہے۔ مال لے جانا ہے؟"

"نہیں سردارے۔ میں تو اونچے پیمانے پر کام کرتا ہوں۔ اس انداز میں نہیں۔"

"ہاں۔ میں اپنے یار کے بارے میں جانتا ہوں۔" سردارے فخر سے سینہ پھلا کر بولا۔

"تو پھر میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"کوئی حکم نہیں۔ ہمیں اپنے چہروں میں تھوڑی سی تبدیلی کرنی ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"یہ میرا کام ہے۔ یہ پاسپورٹ دیکھو۔ کیا تم اس چہرے کو برداشت کر سکو گے؟" میں نے سردارے کا پاسپورٹ وغیرہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس میں' میں نے سردارے کے چہرے سے ملتے جلتے ایک ہپی نوجوان کی تصویر لگائی تھی۔

"اوہ۔ کیا میری شکل ایسی ہو جائے گی؟"

"بالکل۔ ہم ہپیوں کے انداز میں سفر کریں گے۔"

"ہوٹل کب چھوڑنا ہے؟"

"بس آج ہی۔" میں نے جواب دیا۔

"مگر ہم تو کل چل رہے ہیں۔"

"ہاں۔ ہوٹل آج ہی چھوڑ دو۔ فون پر ایک اور کمرہ بک کرا لیتے ہیں۔" میں نے کہا۔ اور پھر میں نے مسٹر پیٹرسن کے نام سے اسی ہوٹل میں کمرہ حاصل کر لیا۔ یہاں ہمیں ایک رات قیام کرنا تھا۔

اس کے بعد میں نے سردارے کے چہرے کی مرمت شروع کر دی' میرے بیگ میں سامان موجود تھا۔ وگ' بال اور دوسری ایسی ہی چیزیں۔ میک اپ میں اب مجھے خاصی مہارت

حاصل ہو گئی تھی۔ تقریباً" ایک گھنٹے کی محنت کے بعد سردار کی شکل میری مرضی کے مطابق ہو گئی تھی۔ میں نے آئینہ اس کے سامنے کر دیا۔

"اوہ خدا دی قسم۔" سردارے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"انگلش کتنی جانتے ہو سردارے؟"

"بس کام چلانے کے لائق۔"

"دوسری کوئی زبان۔"

"بالکل نہیں۔"

"ہوں۔ اگر میں تمہیں گونگا کر دوں تو کیسا رہے؟"

"کیا مطلب؟"

"تم گونگے ہو۔"

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ اگر یہ مناسب ہے تو یہی سہی۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس اب تم جاؤ۔ روم نمبر تھرٹی ایٹ۔ تم لکھ کر یہ نمبر بتا سکتے ہو" میں نے کہا۔

"پرواہ مت کرو نواز۔" تمہارا غلام بے وقوف نہیں ہے۔ میں گونگا بن کر بھی اپنا کام اس طرح چلاؤں گا کہ تمہیں کوئی شکایت نہیں ہو گی۔"

"بس تو دفعان ہو جاؤ میری جان۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سردار اپنا مختصر سا سامان لے کر باہر نکل گیا۔ اور اب میری باری تھی۔ میں نے اپنے چہرے کی مرمت کی اور پھر جب اپنی بگڑی ہوئی شکل سے مطمئن ہو گیا تو سامان سمیٹ لیا۔ پھر بیرے کو بلانے کے لئے گھنٹی بجا دی۔

بیرے نے اندر داخل ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ شاید وہ سردارے کو تلاش کر رہا تھا۔

"بیرا۔ اس کمرے کا بل لے آؤ۔ میرا دوست جا چکا ہے۔ ہری اپ۔" میں نے بگڑی ہوئی انگریزی میں کہا اور بیرے نے گردن ہلا دی۔ بل ادا کر کے میں سامان سمیت باہر نکل گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں سردارے کے پاس تھا۔ سردار نے مجھے دیکھ کر آنکھ دبائی۔ "خدا قسم یار۔ کوئی پہچان لے تو اس کی ایسی تیسی جادوگر ہو۔ واقعی تمہارا کام اونچا ہے۔ ہم لوگ تو اس لائن کے لچے لفنگے ہیں۔"

"اچھا۔ اب فضول باتیں مت کرو۔ آؤ باہر چلیں۔"

"اوکے باس" سردارے نے کہا اور اور تھوڑی دیر کے بعد ہم ہونق آوارہ گردوں کی طرح مانند سڑک پر مارے مارے پھر رہے تھے۔

"یار۔ اپنی ان سرکاری بھابیوں کا کیا بنا؟" راستے میں سردارے نے پوچھا۔

"سرکاری تھیں۔ بحق سرکار واپس کر دی گئیں۔"

"خوب تھیں یار۔" سردارے ہونٹ چاٹتا ہوا بولا۔ اور پھر میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔ "اگر کسی کو پتہ چل جائے کہ تم وہی شخص ہو' جس نے لوئی کو قتل کیا ہے تو کیا ہو؟"

"کچھ نہ ہو۔ میں نے غلط کام نہیں کیا۔ حکومت وینس کو میرا شکر گزار ہونا چاہئے۔"

"ہاں۔ پوری دنیا میں اس کے نام کا ڈنکا بج گیا۔"

رات گئے تک ہم خشک اور آبی سڑکوں پر گھومتے رہے۔ وینس کی آخری رات تھی' پھر واپس ہوٹل آ گئے۔ دوسرے دن گیارہ بجے ہم نے ہوٹل چھوڑ دیا اور اسٹیشن چل پڑے۔ ٹھیک سوا بارہ بجے برقی ٹرین نے وینس چھوڑ دیا۔ ہماری جیب میں بون کے ٹکٹ موجود تھے۔ یہ ٹکٹ تین ماہ تک کار آمد ہوتے تھے' جب چاہو جہاں چاہو اتر پڑو۔ سیر و سیاحت کرو اور پھر چل پڑو۔ یہی ٹکٹ کار آمد تھے۔ مجھے تو یوں بھی یہاں کے پورے اسٹیشن دیکھنے تھے۔ رات کو ٹرین میں سونے کے بجائے ہم گزاب اتر پڑے۔ ایک چھوٹا سا پہاڑی قصبہ تھا۔ سادہ لوگوں کی بستی۔ لیکن اس بستی میں حسین مناظر کے علاوہ کوئی خوبی نظر نہ آئی' قیام کی سہولت بھی نہیں تھی۔

رات بڑی بے آرامی سے گزاری۔ ہمیں یہاں بھی ہپیوں کی تلاش تھی لیکن نہ جانے کیوں یہاں ان کا کال تھا۔ ایک بھی نظر نہ آیا۔ تب شکر قندی اور آلوؤں کے ایک کھیت کے کنارے قیام کی ٹھہری اور ہم بوریا بستر ڈال کر لیٹ گئے۔

آسمان پر چاند جگمگا رہا تھا۔ موسم بہت حسین تھا۔ ہمارے ذہن نہ جانے کیا کیا سوچ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد سردارے نے مجھے آواز دی۔ "نواز۔"

"ہوں؟"

"سو گئے؟"

"نہیں"

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں یار۔"

"وطن یاد آ رہا ہے؟"

"نہیں۔"

"بھابی۔ میرا مطلب ہے بھابیاں۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"او نہیں یار۔ ان کو کیا یاد کرنا۔" میں نے پھیکی سی ہنسی سے کہا۔

"پھر کیا سوچ رہے ہو نواز؟"

"کوئی خاص بات نہیں سردارے۔ ہمیں کل کا دن یہاں گزارنا ہو گا۔ ظاہر ہے ٹرین رات کو ملے گی۔"

"ایک اور ترکیب ہو سکتی ہے۔"

"کیا؟"

"پیدل چلیں گے۔ کسی سے لفٹ مانگیں گے۔ بہت سے آوارہ گرد اس طرح سفر کرتے ہیں۔"

"اور اگر لفٹ نہ ملی تو؟"

"چلتے رہیں گے۔ کھانے پینے کا سامان قصبے سے لے لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور اپنے ذہن میں نقشہ ترتیب دینے لگا اندازے سے ویرنا قریب تھا۔ شاید چالیس بیالیس میل دور۔ ویرونا۔ شیکسپیئر کی جولیٹ کا شہر' رومیو جولیٹ کی داستان میری نگاہوں کے سامنے گھوم گئی۔ ہوہ۔ احمقوں کی جنت میں رہنے والے!

"نواز۔" سردارے نے پھر ٹوک دیا۔ اور میں چونک پڑا۔ "لگائی ہے یار؟"

"نہیں نواز۔ میں بلا ضرورت نہیں پیتا۔" میں نے جواب دیا۔

"ضرورت کے تحت تو پی لیتے ہو میری جان۔" سردارے بے تکلفی سے ہنستے ہوئے بولا۔ اور میں بھی ہنسنے لگا۔ لیکن سردارے ایک دم سنجیدہ ہو کر میری شکل دیکھنے لگا۔ اور اس کی اچانک سنجیدگی پر میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"یار۔ مم۔ معاف کر دینا نواز۔ اب تو میں تمہاری ملازمت میں آ گیا ہوں۔ مم۔ میری بے تکلفی-----" اور میں نے کھینچ کر سردارے کو گلے سے لگا لیا۔

"آئندہ ایسی بات مت کرنا سردارے۔" تیری بے تکلفی ہی تو تیری خوبی ہے سردارے۔ تیری بے تکلفی ہی تو دل پر مرہم رکھتی ہے میرے دوست' آئندہ اس انداز سے مت سوچنا۔"

"تھینکیو نواز۔ تو نے مجھے شیر کر دیا ہے۔ میں تیرا غلام ہوں میری جان۔ کھال اتروا دے سردارے کی۔ جوتا بنا لے!" سردارے جذباتی ہو گیا اور ہم ایک دوسرے سے لپٹ رہے۔

"چلو۔ اب چلنا ہے تو چلتے ہیں۔"

"لطف آئے گا نواز۔" سردارے نے کہا اور ہم چل پڑے۔ ہم نے تیزی سے پیدل سفر شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جس وقت سورج آسمان کی انتہائی بلندیوں پر چمک رہا تھا تو ہم وینس کے آخری کنارے کو الوداع کہہ رہے تھے۔ سامنے پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں جن کے درمیان ایک خوبصورت اور انتہائی ہموار چوڑی سڑک میلان کی جانب عازم تھی۔

سڑک کے کنارے کنارے ہم چل پڑے۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید کچھ دوسرے لوگ بھی ہماری طرح سفر کر رہے ہوں۔ لیکن شام کو چار بجے تک ایسا کوئی مسافر نہ ملا۔ ہاں گاڑیاں بے شمار گزری تھیں۔ لمبی لمبی خوبصورت گاڑیاں' بھدے ٹرک' حسین جوڑے' جو ایک

دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے۔ کسی بھی حادثے کے لئے تیار۔ ایک دوسرے پر جان دینے کے لئے تلے ہوئے۔

"سردارے۔" میں نے ایک بوس و کنار میں مبتلا جوڑے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔"

"کبھی عورت ملی؟"

"کئی دفعہ یار۔"

"پیاسا تو نہیں ہے؟"

"پیاسا ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"عورتوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ نہیں آتا یار۔ بھاگ جاتی ہیں' یا پھر اس قابل نہیں سمجھتیں۔"

"اوہ۔" میں ہنس پڑا۔

"تیری شاگردی کرنا چاہتا ہوں نواز۔"

"فکر مت کر بچہ۔ رام بھلی کرے گا۔"

"آمین۔ آمین۔" سردارے نے دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔ دور سے ایک لمبی امپالا آتی نظر آ رہی تھی۔ سردارے جلدی سے کھڑا ہو گیا اور اسے اشارہ کرنے لگا۔ کار کی رفتار سست ہونے لگی تھی۔

"وہ مارا!" سردارے خوش ہو کر بولا۔ کار میں صرف دو سر نظر آ رہے تھے اور کار کافی بڑی تھی۔ چند منٹ کے بعد کار ہمارے قریب آ گئی۔ "ویرونا" سردارے میری ہدایت بھول گیا۔ میں نے اسے گونگا رہنے کی تلقین کی تھی۔

مرد خاصا طویل القامت تھا' اس کا چہرہ خطرناک' بال کندھوں سے نیچے تک لٹکے ہوئے تھے۔ لڑکی بھی اچھی خاصی شکل و صورت کی مالک تھی۔ دونوں کے چہرے پر بے حد سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔ وہ دونوں خاموشی سے ہماری شکلیں دیکھتے رہے۔ "بیٹھ جائیں؟" سردارے نے انگریزی میں پوچھا۔

اور جواب میں مرد دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ ہم دونوں اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ مرد کا نچلا لباس غائب تھا۔ وہ ایک اونچی قمیص پہنے ہوئے تھا اور اس کے نیچے انڈر ویئر بھی نہیں تھا۔

"ارے" سردارے کے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلی۔

"لوشا" مرد نے گرجدار آواز میں کہا۔

"یس ڈارلنگ۔" لڑکی کی نغمہ بار آواز ابھری۔

"نیچے آؤ۔" مرد اسی انداز میں بولا۔ اور لڑکی بھی دروازہ کھول کر نیچے اتر آئی۔

"اوہ خاناں خراباں۔" سردارے جھینپے ہوئے انداز میں بولا۔ لڑکی کے بھی نچلے جسم پر لباس نہیں تھا۔

"سمجھے؟" مرد نے سردار کو مخاطب کر کے کہا اور دوبارہ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ لڑکی نے گردن جھکائی اور مسکراتی ہوئی اس کے برابر بیٹھ گئی۔ اور دوسرے لمحے مرد نے کار ایک زبردست جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔ سردارے اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ ورنہ شاید کار کی لپیٹ میں آ جاتا۔ اب وہ پاگلوں کی طرح میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"سمجھے؟" میں نے ہنسی روکتے ہوئے کہا اور جواب میں سردارے نے چیخ چیخ کر انگلش کی تمام گالیاں دے ڈالیں' اس سے بھی دل سیر نہ ہوا تو وہ پنجابی میں شروع ہو گیا۔

"چچ چچ۔ انرجی ضائع نہ کرو۔ آؤ۔!"

"نہیں جاؤں گا۔ پہلے اس کا مطلب سمجھا دو۔" سردارے مجھے گھونسہ دکھا کر بولا۔

"مطلب میری سمجھ میں آتا تو تمہیں ضرور سمجھا دیتا پیارے۔ آؤ' یہ یورپ ہے۔" میں نے اسے آگے کھینچتے ہوئے کہا۔

"بے شرم' بے غیرت' اتنی عمدہ گاڑی لئے پھر رہے ہیں' اور سالوں کے پاس پورے کپڑے بھی نہیں تھے۔ لا حول ولا قوۃ۔" سردارے نے منہ بگاڑ کر کہا۔ اور اب میرے لئے ہنسی روکنا مشکل ہو گئی۔

"نئیں نئیں یار۔ مجھے ان کا مطلب سمجھا دے۔" سردارے غصے میں بھی تھا اور پریشان بھی۔

"آ جا سردارے۔ ضد نہ کر۔ آگے کہیں مل گئے تو ان سے مطلب پوچھ لیں گے۔" میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا اور بمشکل سردارے آگے بڑھا۔ لیکن وہ ہر دس پندرہ قدم کے فاصلے پر لاحول پڑھ لیتا تھا۔ اور مجھے اس کی حالت پر ہنسی آ رہی تھی۔

"سالوں نے کپڑوں کی وجہ سے نہیں بٹھایا' تو ہم سے مانگ لیتے۔" وہ بولا۔ اور میں نے قہقہہ لگایا۔ بمشکل تمام ایک میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ شام ہو گئی۔

"اب قیام کا بندوبست کرو۔" سردارے نے چاروں طرف ویران پہاڑیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ کافی پریشان نظر آ رہا تھا۔

"بندوبست کیا کرتا ہے میری جان۔ کہیں بھی پڑ رہیں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"یار نواز' یہاں درندے نہ ہوں۔"

"ہو بھی سکتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ اب میں اتنا بھی بزدل نہیں ہوں۔ آؤ۔ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے یہ تجویز

میں نے ہی-----" سردارے نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔ پیچھے سے روشنی نظر آ رہی تھی۔

"کیا خیال ہے؟ ٹرائی کرو گے؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ اور سردارے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

"اس میں بھی ننگے نکلے تو؟"

"پورا یورپ ننگا ہے۔ کہاں کہاں آنکھیں بند کرو گے۔؟"

"قریب آ رہی ہے یار۔ اوہ۔ مائیکرو ہے شاید۔ آؤ آخری کوشش کر لیں۔" ہم دونوں سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ مکمل اندھیرا نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہیڈ لائٹس ہمارے اوپر پڑیں۔ اور مائیکرو ہمارے قریب سے گزری۔ ہمارے ہاتھ بے اختیار اٹھے۔ اور مائیکرو تھوڑی دور جا کر رک گئی۔

"ننگے ہی ہیں سالے۔" سردارے بولا۔

"ہے۔ کم آن' کم آن۔" مائیکرو سے آواز آئی۔ اور سردارے بے اختیار اس کی طرف دوڑا۔

"سردارے" میں نے عقب میں اسے پکڑ لیا۔

"روک لی ہے یار۔ جلدی کر۔ آواز دے رہے ہیں۔"

"تو گونگا ہے سردارے۔" میں نے سرزنش والے انداز میں کہا۔

"اوہ۔ سوری۔" سردارے ٹھٹک گیا۔ بہرحال میں مائیکرو کے پاس پہنچ گیا۔ مائیکرو کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔

"ویرونا؟" پوچھا گیا۔ لہجہ فرنچ تھا۔

"ہاں۔ ہاں جناب۔" میں نے زور زور سے گردن ہلائی۔

"کم ان۔ کم ان۔" کہا گیا۔ اور ہم خوشی سے اچھل پڑے۔ مائیکرو میں پہلے ہی جگہ نہیں تھی۔ ضرورت سے زیادہ لوگ تھے اور ایک دوسرے پر ٹھنسے ہوئے تھے۔ کسی نے میری کمر میں ہاتھ ڈال کر خود پر کھینچ لیا۔ اور میں بے ساختہ بیٹھ گیا۔ یہی سلوک شاید سردارے کے ساتھ ہوا تھا۔ مائیکرو ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی سردارے کے حلق سے ایک آواز نکل گئی۔

میں نے چونک کر صورتحال معلوم کرنے کی کوشش کی۔ تب میں نے دیکھا۔ سردارے ایک تندرست و توانا عورت کی گود میں بیٹھا تھا۔ خود میں کسی مرد کی آغوش میں تھا۔ یہ سب ہپی تھے اور بڑے مست نظر آ رہے تھے۔ چھوٹی سی مائیکرو کو انہوں نے ڈرب بنا رکھا تھا۔ اس میں بے حساب سامان ٹھنسا ہوا تھا۔ اور وہ لوگ بھی بے حساب تھے۔ پتہ نہیں چلتا تھا کتنے مرد تھے اور کتنی عورتیں۔

"خودکشی کرنے نکلے تھے؟" میرے مشفق نے پوچھا۔

"پرانی بات ہے۔ لیکن موت نے تعاون نہیں کیا۔"

"آج رات ضرور تعاون کرتی۔ وہ دیکھو بائیں سمت! لیکن شیشے بند ہیں۔" اس نے آخری سوال کسی اور سے کیا تھا۔

"ہاں!" جواب ملا۔ لیکن میں بائیں طرف دیکھنے لگا تھا۔ دو چمکدار آنکھیں نظر آئیں۔ اور پھر غائب ہو گئیں۔ ہیڈلائیٹس کی زد میں ایک دھاری دار بدن آ گیا تھا۔

"یہ۔ یہ کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"چیتا۔" میرے مشفق نے سکون سے جواب دیا اور میں ایک لمحے کے لئے سن ہو گیا۔ نہ جانے سردارے کی کیا حالت تھی' میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ "تم لوگ غالباً" وینس سے آ رہے ہو؟"

"ہاں!"

"راستے کے بارے میں تم نے معلومات نہیں حاصل کی ہوں گی ورنہ لوگ تمہیں اس علاقے کے بارے میں ضرور بتاتے۔ یہاں کے چیتے بے حد خونخوار ہوتے ہیں۔ نہ ہی تم نے اس سڑک پر ابتداء میں لگا ہوا بورڈ پڑھا ہو گا' جس پر لکھا ہے کہ کاروں کے شیشے بند رکھئے۔"

"بس بس مسٹر۔ میرے ساتھی کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ اور گاڑی میں ایک زبردست قہقہہ گونج اٹھا۔ سردارے بھی جھینپے ہوئے انداز میں ہنسا۔

"اب تم دونوں اپنا تعارف کرا دو۔ ویرونا پہنچ کر ہم سب بھی اپنا تعارف کرا دیں گے۔"

"میرا نام سیرو ہے اور میرا ساتھی جوزف پننو ہے۔ ہمارا تعلق برطانیہ کے ایک دیہی علاقہ سے ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ صورت سے ہی برطانوی معلوم ہوتے ہو۔ لیکن تمہارا ساتھی؟"

"وہ بولنے سے محروم ہے۔"

"اوہ۔" اس عورت نے گہری سانس لے کر کہا' جس نے اپنی گود میں سردارے کو بٹھایا ہوا تھا۔ سردارے کا چہرہ ہونق ہو رہا تھا۔ عورت اس کی کمر پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے ان کی شکلیں صاف نظر نہیں آ رہی تھیں' لیکن دوران سفر پتہ چل گیا کہ سب کے سب زندہ دل ہیں۔ ان پر عام ہپیوں کی طرح جمود طاری نہیں ہے۔ بلکہ وہ قہقہے لگانا جانتے ہیں۔ خوب لطیفے ہوتے رہے۔ مائیکرو کے اندر ہی اس ٹھنسے ہوئے ماحول میں چرس کے دم لگائے گئے اور مائیکرو میں چرس کی سڑاند پھیل گئی۔ خاص طور سے اس کے شیشے بند تھے۔

ہمارے دم گھٹنے لگا' لیکن وہ مست تھے۔ ہمیں بھی سگریٹ پیش کی گئی۔ دو ایک گھونٹ

نہ لینا آداب کے خلاف تھا۔ اس لئے میں نے اور سردارے نے بھی دو تین کش لئے۔ ہم خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ سفر جلدی سے ختم ہو جائے۔ تب کسی شریف انسان کو احسا... ہو ہی گیا۔

"چھوٹے شیشے کھول دو۔ ہوا بند ہو گئی ہے۔" اور چھوٹے شیشے کھول دیئے گئے' ... کسی قدر جان میں جان آئی۔ بہرحال رات خاصی ہو گئی تھی' جب ویرونا کی روشنیاں ٹمٹماتی ... آئیں۔ بڑی خوشی ہوئی تھی ان ٹمٹماتے چراغوں کو دیکھ کر!

جیولیٹ کی جنت نزدیک آ گئی۔ اور آبادی سے دور۔ ایک عمدہ سرسبز مقام پر مائیکر... روک دی گئی۔ اور پھر مائیکرو کے سارے دروازوں نے انسان اگل دیئے۔ سب باہر نکل آئے۔ بلاشبہ کوزے میں دریا بند تھا۔ اٹھارہ انیس کے قریب ان کی تعداد تھی' دو ہم تھے ا... پھر سامان' جن میں خیمے وغیرہ شامل تھے۔

"ہم ویرانوں کے باسی' شہر کی گہما گہمی سے ہمارا کیا تعلق۔ یہ ویرانے ہمارے لئے مناسب ہیں۔ جہاں تہذیب کے پجاری نہیں ہوتے' کیا خیال ہے نئے دوستو' کیا تم اسی وقت ... جانا پسند کرو گے؟"

"اگر تمہارے نزدیک ایک رات کی جگہ نکل آئے تو۔" میں نے کہا۔

"زمین آزاد ہے۔ دیوانے اس پر حقوق جتاتے ہیں۔ اس کی حیثیت کون بدل ... ہے۔ وہ اس کے لئے خون بہاتے ہیں مارتے ہیں' مرجاتے ہیں۔ اس کو اپنے زیر نگیں ... ہیں۔ لیکن زمین آزاد ہے۔ وہ ان پر ہنستی ہے' آتے ہیں' چلے جاتے ہیں۔ وہ اپنی جگہ قا... ہے۔ زمین کے جس قدر ٹکڑے پر تم سما سکتے ہو' آج کی رات وہ تمہارا ہے۔ کل بھی چاہو تو تمہارا رہے گا۔ اس کا کام ہی بوجھ سنبھالنا ہے۔ سو سنبھالے گا۔" ایک فلاسفر نے کہا۔

"شکریہ دوستو۔" میں نے کہا۔ باقی لوگ خیمے کھڑے کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ... دونوں نے ایک صاف سی جگہ تلاش کر لی۔ ان سے الگ آ کر سردارے نے ایک گہری سانس لی۔

"مر گئے یار۔" اس نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"بچ گئے ہو میری جان۔ ورنہ چیتوں سے جنگ کرنے کا تجربہ نہ تمہیں ہے اور نہ مجھے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم سے واقعی غلطی ہوئی تھی' ہمیں سوچنا چاہئے تھا کہ آخر ہمارے علاوہ سڑک ... اور کوئی پیدل کیوں نہیں چل رہا۔" سردارے نے کہا۔

"بہرحال۔ بچ گئے۔ بڑی بات ہے۔ اور پھر تم نے تو سفر کے مزے لوٹے ہیں۔"

"خاک مزے لوٹے ہیں۔ دم گھٹ گیا۔"

"لیکن اس نے بڑی محبت سے تمہیں آغوش میں بٹھایا ہوا تھا۔"

"یقین کرو نواز۔ میں نے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔" سردارے نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔ اور پھر بات ٹالنے کے لئے بولا۔ "بھوک لگ رہی ہے۔ کھانے کا سامان نکالوں؟"

"نکال لو۔ نکال لو۔" میں نے اس کی حالت بھانپ لی تھی اور پھر ہم کھانے میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے لوگ اتنے تھے کہ ان سے کھانے کے بارے میں نہیں پوچھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ہم نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ دوسری طرف وہ لوگ خیمے گاڑ چکے تھے۔ اور اب دوسرے کاموں میں مشغول تھے۔ ہم اسی جگہ بیٹھے رہے۔ تب سردارے کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"تم نے مجھے گونگا کیوں بنا دیا نواز۔"

"اس لئے کہ تمہارے اوپر کسی کو شبہ نہ ہو۔ تم نے خود ہی کہا تھا کہ انگریزی تمہاری زیادہ بہتر نہیں ہے۔"

"بڑی مشکل ہو جائے گی۔"

"وہ کس سلسلے میں؟"

"یار۔ اگر کوئی پھنس گئی تو؟"

"اوہ۔" میں نے طویل سانس لی۔ "فکر نہ کرو۔ آنکھوں کی زبان پوری دنیا میں رائج ہے۔ تمہیں دقت نہ ہو گی۔"

"اور رات میں کیا ہو گا؟" سردارے نے اس بے ساختہ انداز میں کہا کہ میری ہنسی نہ رک سکی۔ سردارے نے گردن ٹیڑھی کر لی تھی۔

"رات میں اشاروں کی زبان چلتی ہے۔"

"چھڈ یار۔ میں پنجابی تے اردو دے علاوہ ہور کوئی زبان نہیں جاندا۔" سردارے برا سامنہ بنا کر بولا۔ اسی وقت دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہائے۔ سیسرو۔ پنٹو۔ ادھر آ جاؤ۔ ادھر اکیلے کیا کر رہے ہو؟"

"آؤ۔" میں نے کہا اور میں اور سردارے اٹھ کر ان کی طرف چل پڑے۔ وہ لوگ بھی شاید ضروریات سے فارغ ہو گئے تھے۔ خاص قسم کی مشعلیں روشن کر لی گئی تھیں جو ہوا سے نہیں بجھتی تھیں۔ خیمے ایک دائرے کی شکل میں لگائے گئے تھے۔ بہت نیچے خیمے تھے۔ بس اس انداز کے کہ آدمی سو سکے۔ اس سے ان کا نہ ہونا بہتر تھا!

"اب تعارف ہو جائے۔ کیا تم رات کو سونے کے عادی ہو؟"

"نہیں۔ راتیں سونے کے لئے نہیں ہوتیں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہرے شنکر۔ ہرے رام۔" ایک نے نعرہ لگایا۔ اور چاروں طرف سے یہی آوازیں آنے لگیں۔ پھر وہ سب ایک لائن سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنا اپنا تعارف کرایا۔

لوکس اس گروپ کے سربراہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ اچھا خوبصورت اور اسمارٹ نوجوان تھا' لیکن اس نے اپنی شخصیت گرد آلود کر لی تھی۔ بہرحال یہ عام آوارہ گردوں کی طرح کنگلے نہیں تھے' ان کے پاس خاصا سامان تھا اور سب کے سب خوشحال تھے۔

پھر وہ سب ہم سے گفتگو کرنے لگے۔ وہ ہمارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ اور میں نے ان سے جو گفتگو کی' اس سے سردارے کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ میں نے اسے گونگا بننے کی ہدایت کیوں کی تھی۔ وہ لوگ ہماری طرف سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اور پھر' ان کا خاص شغل شروع ہو گیا۔ اور چرس اور دوسری منشیات تبرک کی طرح ایک دوسرے کو تقسیم کی گئیں۔ ہمارے حصے میں بھی کچھ آیا تھا۔ ہمارے پاس یہ چیزیں نہیں تھیں' لیکن نشہ دور کرنے والی گولیاں میں جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ تمام لوگ تھکے ہوئے مسافروں کی طرح مختلف کونوں میں بیٹھ گئے۔ اور اس کے بعد دم لگنے لگے' غم مٹنے لگے۔ ہم بھی ایک کونے میں بیٹھ گئے تھے۔

"کیا خیال ہے سردارے؟ پیو گے۔"

"تھوڑی بہت۔ ان کا ساتھ تو دینا پڑے گا۔" سردارے نے کہا۔

"برداشت کر لو گے؟"

"ہاں۔ ہاں کیوں نہیں۔" سردارے نے سینہ پھلا کر اور کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ ہم دونوں بھی ان کا ساتھ دینے لگے۔ رات آہستہ آہستہ بیتتی رہی۔ اور پھر لوکس کھڑا ہو گیا۔

"زندگی۔" اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا اور دور کہیں میڈولین کے تار چھڑ گئے۔ "کسی تاریک رات کی مانند اداس اور خاموش زندگی! کیوں؟ سانسوں کے بوجھ تلے سسکتے ہوئے اجسام۔ یہ سانسیں ہم نے ان پنجروں میں مسلط نہیں کی ہیں۔ ہمارا وجود ہمارا تابع نہیں ہے۔ ہم تو دنیا میں آتے ہوئے روئے تھے۔ ہمیں یہ دنیا قبول نہیں تھی۔ پھر کیوں ہمیں اس جنم میں دھکیل دیا گیا؟

جنم کے باسیو۔ زندگی کا سوگ مناؤ۔ زندگی کے عفریت پر ہنسو۔ قہقہے لگاؤ۔ بھلا دو اپنا وجود۔ آزاد کر دو روحوں کو۔ چیخو۔ شور مچاؤ تاکہ زندگی خوفزدہ ہو کر دور بھاگ جائے۔ ہمیں زندگی قبول نہیں۔ ہمیں زندگی سے نفرت ہے۔ اٹھو زندگی کے خلاف جہاد کرو۔ ہم۔ زندگی کے دشمن اول ہیں۔ آؤ۔ زندگی کو بھول جائیں۔ نغمہ سرائی کرو۔ شور مچاؤ۔"

"ای۔ یا۔ آآ۔ ہو ہو۔" چاروں طرف سے آوازیں ابھریں۔ نشے میں ڈوبے ہوئے مست ہو گئے تھے۔ رقص شیطان جاری ہو گیا۔ زندگی کا مذاق اڑانے والے تہذیب و انسانیت کے بوجھ سے آزاد ہو گئے۔ لباس اتار دیئے گئے۔ آدمیت کے ہر تصور کو ذہن سے جھٹک دیا گیا۔ میں اور سردارے ایک کونے میں سمٹے ہوئے تھے۔ میرے لئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں

تھی' لیکن سردارے کے لئے یہ ماحول شاید اجنبی تھا۔ وہ منہ پھاڑے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔

"چڑھ گئی شاید۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"پہلی بار یہ ماحول دیکھ رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں یار۔ عجیب مخلوق ہے۔" سردارے نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ اسی وقت کسی کی نگاہ ہم پر پڑ گئی۔

"ارے۔ تم وہیں بیٹھے ہو۔ کیوں' زندگی کے خلاف صف آرا نہ ہو گے؟ آؤ۔ ہم میں شامل ہو جاؤ۔ ہم زندگی سے جنگ کر رہے ہیں۔ آؤ" بہت سے لوگ ہماری طرف لپکے۔

"مم۔ میں کپڑے نہیں اتاروں گا!" سردارے بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہو گیا۔ پھاڑ دیں گے یہ لوگ؟"

"ارے۔ تت تت تو۔ کچھ کرو۔ بب' بچاؤ۔" سردارے نے کہا لیکن غول بیابانی ہمارے سروں پر پہنچ گیا۔ ایک نوجوان نے سردارے کا' دوسرے نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا۔

"آؤ نا میری جان۔ کیا سوچ رہے ہو۔ آؤ۔" کسی لڑکی کی آواز ابھری اور سردارے بوکھلاہٹ میں بے تکے انداز میں اچھلنے لگا۔ لوکس نے میری کمر میں ہاتھ ڈال دیئے تھے اور اچھل رہا تھا۔

"گٹار نہیں ہے تمہارے پاس لوکس؟" میں نے پوچھا۔

"ہے۔ کیا تم بجاؤ گے؟"

"ہاں۔ میں تمہیں نغمے سناؤں گا۔"

"ہے۔ مچستیے۔ گٹار لاؤ۔" لوکس نے چیخ کر کہا۔ اور چند لمحات میں ایک عمدہ گٹار میرے ہاتھوں میں پہنچ گیا۔ ان بے ہنگم وحشیوں سے بچنے کی یہی ترکیب میرے ذہن میں آئی تھی۔ میں نے ان کے اس وقت کے موڈ کو مدنگاہ رکھتے ہوئے ایک سوئس نغمہ چھیڑ دیا۔ جو زندگی سے بھرپور تھا۔ ایک لمحے کے لئے سب رک گئے۔ سب نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر رقص جنوں شروع ہو گیا۔

میں بچ گیا تھا۔ لیکن سردارے کی بری حالت تھی۔ اس وقت ایک لڑکی اسے دبوچے ہوئے بیٹھی زبردستی چرس پلا رہی تھی' سردارے بحالت مجبوری چرس کے دم لگا رہا تھا۔ ویسے اس کے چہرے کی بوکھلاہٹ عیاں تھی۔ ناچنے والے بے خود ہو کر گرتے رہے' گر کر اٹھتے رہے۔ ایک نغمے کے بعد میں نے دوسرا نغمہ چھیڑ دیا۔ اور رات گزرتی رہی۔ ویرانے چیخ رہے تھے۔ چاند فاصلے طے کر رہا تھا۔

اور بے سدھ ہونے والے بے سدھ ہو رہے تھے۔ اب بہت کم لوگ رہ گئے تھے جو ہوش میں تھے۔ تب میں نے گٹار رکھ دیا۔ اور الٹے سیدھے پڑے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا۔

سردارے خدا جانے کہاں تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا اور عجیب حال میں دیکھا۔ وہ

ایک لڑکی کے سینے پر سر رکھے پڑا تھا۔ "سردارے" میں نے اسے جھنجھوڑا۔

"ڈولی چڑھ دیاں ماریاں ہیر چیکاں۔" سردارے کے منہ سے آواز نکلی۔

"دھت تیرے کی۔" میں نے جھک کر اسے اٹھایا۔ اور پھر گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے گیا۔ ایک الگ تھلگ جگہ سردارے کو لٹا کر میں نے ماحول پر ایک نگاہ ڈالی۔ بہت سے حسین برہنہ جسم میری نگاہوں کے سامنے پڑے تھے۔ میں اس قلمرو کا شہنشاہ تھا۔ یہ سب میرے رحم و کرم پر تھے۔ اس وقت جسے چاہتا اٹھا لاتا۔ لیکن میں مردہ خور نہیں تھا۔ میں زندہ جانوروں کے شکار کا عادی تھا۔

چنانچہ میں بھی سردارے کے ساتھ لیٹ گیا۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

دوسری صبح حسب معمول تھی۔ رات کو جشن منانے والے اپنا سب کچھ کھو چکے تھے۔ اور انہیں اپنے لٹنے کا احساس تھا' سردارے اب تک گھٹنوں میں سر دیئے سو رہا تھا۔ بہت سے لوگ جاگ گئے تھے۔ انہوں نے لباس پہن لئے تھے۔

"سردارے!" میں نے سردارے کو جھنجھوڑا۔

"کون ہے۔ سونے دو۔" سردارے کروٹ بدل کر بولا۔

"اٹھ جا یار۔ یہ ہمارا گھر نہیں ہے۔"

"ایں۔" سردارے چونک پڑا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا اور پھر مایوسی کی ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

"کیوں؟"

"سر چکرا رہا ہے۔"

"رات کی حرکتیں یاد ہیں۔"

"بکواس نہ کر۔" سردارے خالص پنجابی انداز میں بولا۔

"کیوں؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"خود بچ گیا اور مجھے پھنسا دیا۔" اس سالی نے نہ جانے کیا پلا دیا تھا۔ حلق تک کڑوا ہو رہا ہے۔"

"اور جناب اس سالی کے سینے پر سر رکھے سکون سے سو رہے تھے۔"

"ابے نئیں۔" سردارے حیرت سے بولا۔

"جی ہاں۔ میں آپ کو اٹھا کر لایا تھا۔"

"معافی چاہتا ہوں یار۔ واقعی بہت برا ہوا' خود میں کس حال میں تھا؟"

"ٹھیک ہی تھے۔"

"نواز۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ رات کو یہ بہت خوش و خرم تھے؟"

"آہستہ آہستہ سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔" میں نے کہا' اور سردارے خاموش ہو گیا۔ رات کے خمار سے ٹوٹے ہوئے لوگوں میں آہستہ آہستہ زندگی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ لوکس ضروریات سے فارغ ہو کر میرے پاس آ گیا۔

"سیسرو!" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ "تم ایک باکمال انسان ہو۔ کہاں تک ہمارا ساتھ دے سکو گے؟"

"تمہارا کیا پروگرام ہے لوکس؟" میں نے پوچھا۔

"ہم آوارہ گردوں کے بھی کوئی پروگرام ہوتے ہیں' جہاں تک جا سکے جدھر منہ اٹھ گیا۔"

"ٹھیک ہے۔ کیا میں تمہارے لئے ایک بوجھ نہیں بن جاؤں گا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں دوست۔ انسان' انسان پر کبھی بوجھ نہیں بنتا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تم گٹار بہت اچھا بجاتے ہو۔ میرے سارے ساتھی تمہیں پسند کرنے لگے ہیں۔"

"میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جہاں تک بھی ساتھ دے سکا۔"

"گڈ۔ ویری گڈ۔ یہ بات طے رہی۔"

"ہاں۔ لیکن ایک شرط ہے۔"

"کیا؟"

"تمہارے ساتھ کھانے پینے کا سامان ہے۔ میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں گا' لیکن اس کی قیمت ادا کر کے۔"

"کیا تمہارے پاس کرنسی ہے؟"

"ہاں۔"

"اگر ہے تو دے دینا۔ نہ ہو تو ہمارے اوپر بوجھ نہ بننا۔" لوکس نے کہا۔ اور میں نے جیب سے نوٹوں کی ایک گڈی نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ لوکس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر گڈی جیب میں رکھ لی اور آگے بڑھ گیا۔

میں نے بھی سوچا تھا کہ ان لوگوں کا ساتھ جہاں تک رہے ٹھیک ہے۔ اور پھر میری لائن کے لوگ ہیں۔ میرے کام میں بھی معاون ہوں گے۔ لوکس نے فوری طور پر میرے لئے ایک خیمہ مہیا کر دیا۔

"کیا خیال ہے نواز۔ ان لوگوں سے کیا کام بن سکتا ہے۔"

"بس دیکھتے رہو میری جان۔ بالکل آزاد رہو۔ اس زندگی سے لطف اٹھاؤ۔ کھل کھیلو ان لوگوں سے۔" میں نے کہا۔

"او کے چیف۔ اور وہ۔ میں میں-----" سردارے نے جھینپے ہوئے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"لڑکیاں؟"

"ہاں۔" اس نے گردن ہلا دی۔

"ان میں میری کوئی رشتے دار نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"او جیو میرے لعل۔" سردارے نے مجھے لپٹا لیا۔

"ابے گونگے۔ تو خیال نہیں رکھے گا۔" میں نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا۔

"او۔ اوپ۔ اوپ۔ آئندہ' بس آئندہ۔" سردارے نے جلدی سے منہ بند کر لیا۔ اور میں ہنسنے لگا۔

دوپہر کے بعد لوکس نے اپنے آدمیوں کو خیمہ اکھاڑنے کا حکم دیا۔ اور تیزی سے کام ہونے لگا۔

"چیف۔ مجھے پھر کسی کی گود میں سفر کرنا پڑے گا؟"

"ظاہر ہے۔ یہ سفر تو اسی طرح رہے گا۔"

"مگر۔ میرا خیال ہے میلان پہنچ کر ہم ٹرین سے سفر کریں گے۔ آخر ٹکٹ خریدے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" میں نے گردن ہلا دی۔ اور ایک بار پھر ہمیں اسی مائیکرو میں ٹھنسنا پڑا۔ لیکن سردارے کی قسمت کے ساتھ اس بار میری قسمت بھی چمک اٹھی تھی۔

اس سے قبل' کسی لڑکی نے خاص طور سے مجھے لفٹ نہیں دی تھی اور یہ پہلا گروہ تھا' جس کی لڑکیوں نے میرا گٹار سننے کے باوجود' میری طرف توجہ نہیں دی تھی۔ نہ جانے کیوں؟ ویسے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھا۔

ہم مرد تھے۔ قوی ہیکل۔ اور بہرحال ان میں شامل ہو چکے تھے' اس لئے لڑکیوں نے کم جگہ اس طرح پوری کی تھی کہ وہ کسی نہ کسی کی آغوش میں بیٹھ گئی تھیں۔ سردارے اور میں قریب قریب بیٹھے تھے اور ہماری گود میں جو لڑکیاں بیٹھی تھیں' وہ خاصی تھیں۔

"سوری ڈیئر۔ لیکن مجبوری!" سردارے کی ساتھی لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور سردارے بے بسی سے منہ کھول کر رہ گیا۔ اس نے غصیلی نگاہوں سے میری طرف دیکھا تھا۔

"اوہ۔ مجھے معلوم ہے۔ اس ٹریجڈی کے بارے میں مجھے معلوم ہے۔" لڑکی ہمدردی سے بولی۔ اور سردارے دانت پیسنے لگا! مجھے ہنسی آ رہی تھی۔ میری گود میں بیٹھی ہوئی لڑکی اس آرام سے دراز تھی جیسی کسی آرام دہ کرسی پر بیٹھی ہو۔ اسے ابھی تک میرا احساس نہیں ہوا تھا۔ لیکن آخر کہاں تک خاموش رہتی۔ ایک بار اس نے میری طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

"ہیلو۔!" اس نے کہا۔

"ہیلو۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام یاد ہے۔"

"لوسیلا۔"

"تھینک یو۔ ویسے گٹار بجانے میں تم اپنی مثال نہیں رکھتے۔"

"اب میری طرف سے شکریہ۔"

"اوہ۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر جھک کر میرے کان میں بولی۔ "تمہارا جسم بہت خوبصورت ہے۔"

"اس کا بھی شکریہ۔"

"دلچسپ بھی ہو؟" اس نے غور سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا ساتھی کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"گیرون۔ کیوں؟"

"شوہر ہے تمہارا؟"

"او نہیں۔ صرف ساتھی ہے۔"

"کافی طاقتور ہے۔ میری طرف توجہ دی تو مجھے قتل کر دے گا۔"

"ارے نہیں۔ وہ اتنا سنگدل نہیں ہے۔" وہ ہنس پڑی۔ پھر میری گردن میں ہاتھ ڈال کر بولی۔ آج رات میں تمہارے ساتھ گزاروں گی۔"

"ضرور۔ بشرطیکہ تمہیں اس پر بھروسہ ہو۔"

"وہ صرف دن کا ساتھی ہے۔ رات کو وہ پتیھڈین کے دو انجکشن لے کر سر کے بل کھڑا ہو جاتا ہے۔"

"اوہ تب ٹھیک ہے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ بھی ہنسنے لگی۔

"تم انگریز لوگ بہت بزدل ہوتے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہم انگریز لوگ واقعی بزدل ہوتے ہیں۔" میں ایک طویل سانس لے کر بولا۔ سردارے اب بھی غصیلے انداز میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ ہماری گفتگو سن رہا تھا۔ اور خود اسے خاموش رہنا پڑ رہا تھا۔ جبکہ اس کی ساتھی اس سے باتیں کرنے کی خواہشمند تھی۔

سفر چونکہ دوپہر کے بعد شروع کیا گیا تھا۔ اس لئے رات ہونے تک ہم میلان نہ پہنچ سکے۔ اور راستے ہی میں رات ہو گئی۔ علاقہ یہ بھی خوبصورت تھا' ایک مناسب جگہ پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ شام ہی سے بادل گھر آئے تھے' لوکس نے بادلوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میلان کی سرحد شروع ہو گئی ہے۔ اور میلان بارشوں کا شہر کہلاتا ہے۔ ممکن ہے بارش شروع ہو جائے اس لئے خیمے نشیب میں نہ لگائے جائیں۔" اور اس بار خیمے دور دور صرف اونچی جگہوں پر لگائے گئے تھے۔ بادلوں نے ماحول کو نم کر دیا تھا۔

چنانچہ موسم کے پیش نگاہ آج کی تفریحات جلدی شروع ہو گئیں۔ لوکس نے بڑے پیار سے گٹار میرے ہاتھ میں تھما دیا۔ اور میں نے موسم کے لحاظ سے ایک خوبصورت نغمہ چھیڑ

دیا۔ لوسیلا میرے قریب کھڑی تھی۔ سردارے بھی ناخوش نہیں تھا' کیونکہ اس کے پاس بھی ایک لڑکی موجود تھی۔ یہ وہ تو نہ تھی جو دن میں اس کے ساتھ تھی۔ نہ جانے کس طرح سردارے کا اس دوسری لڑکی سے تعارف ہوا تھا۔

بہرحال نغمہ جاری تھا۔ ابھی جنون پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہپی نوجوان بڑی دلچسپی سے گا سن رہے تھے۔ اچانک لوکس نے ہاتھ اٹھایا۔ "رک جاؤ۔ رک جاؤ۔" وہ عجیب سے انداز میں چیخا۔

اور میں رک گیا۔ ماحول جاگ پڑا۔ اور جب ماحول جاگ پڑا تو ہم نے موٹر سائیکلوں کی آوازیں صاف سنیں۔ بہت سی موٹر سائیکلوں کی آوازیں تھیں۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تھامپسن" لوکس نے بھاری آواز میں کہا۔

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

"اوہ۔ احمق۔ وہ تھامپسن ہے۔ ہم سخت خطرے میں ہیں۔" لوکس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ زور سے چیخا۔ "تم سن رہے ہو؟ وہ تھامپسن ہے۔"

"تھامپس!" ہپیوں کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ سب کے سب پریشان سے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں اور سردارے حیران' ان کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔

"اب کیا ہو گا؟ اس نے ہمیں یقیناً دیکھ لیا ہو گا۔"

"لوکس!" بالآخر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ "آخر یہ تھامپسن کیا بلا ہے؟"

"ویرونا کے خونخوار چیتوں سے زیادہ خونخوار ہے۔ ایک آوارہ گرد لٹیرا۔ مجھے افسوس ہے دوست' اگر تم اسے نہیں جانتے۔ وہ۔ وہ ایک خونی جلاد ہے۔ مگر باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے تمہیں اس وقت اپنی حفاظت خود کرنا ہے۔ پھر وہ دوڑتا ہوا ایک طرف بڑھ گیا اور اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا خیال ہے دوستو۔ چھپنے کا وقت بھی نہیں ہے۔ جنگ کرنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ اس کا سامنا کرو گے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ ہم اس کا سامنا نہیں کریں گے۔ وہ دیوانہ ہے۔ جلاد ہے۔" ہپی نوجوانوں نے بزدلی کا اعتراف کر لیا۔

"تو پھر بھاگ جاؤ۔ جلدی کرو۔ سب کچھ یونہی چھوڑ دو۔" لوکس نے کہا۔ اور بھگدڑ مچ گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں صرف میں اور سردارے کھڑے تھے۔ موٹر سائیکلوں کی روشنیاں اب خیموں پر پڑ رہی تھیں۔

"آؤ سردارے۔" میں نے کہا۔ اور ایک خیمے کی آڑ میں ہو گیا۔ سردارے نے

میرے حکم کی تعمیل کی تھی۔

موٹر سائیکلوں نے ایک دائرے کی شکل میں ہمیں گھیر لیا۔ اور پھر ان پر آنے والوں نے روشنیاں جلتی رہنے دیں۔ اور موٹر سائیکلوں سے نیچے اتر آئے۔ روشنی میں میں نے طویل بالوں والے دراز قد ہپیوں کو دیکھا۔ سب کے سب شکلوں سے وحشی لگ رہے تھے۔ چست کپڑوں سے ابھرے ہوئے سینوں کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ان میں دراز قد عورتیں بھی شامل ہیں۔

"یہ آخر ہیں کیا بلا؟" سردارے نے آہستہ سے کہا۔

"لٹیرے۔ ان کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"لاحول ولا قوۃ" پھر ہم ان سے چھپے ہوئے کیوں ہیں؟" سردارے اکڑ کر بولا۔

"کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

ارے ان کی ایسی کی تیسی۔" سردارے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ لیکن میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"انتظار کرو سردارے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ اور وہ میری شکل دیکھ کر رک گیا۔

آنے والے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک خوفناک حد تک گونجدار آواز والے شخص نے منہ کے سامنے ہاتھ رکھ کر امریکن لہجے میں کہا۔

"ہے۔ جہاں بھی ہو باہر نکل آؤ۔ ورنہ چٹانوں میں چاروں طرف گولیاں برسیں گی اور تم سب جہاں ہو وہیں ڈھیر ہو جاؤ گے۔" میں صرف دس تک گنتی گنوں گا۔"

ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ اس نے گنتی شروع کی اور پھر اس کے مسلح ساتھی پوزیشن بدلنے لگے۔ دو آدمی ہماری طرف بھی آ رہے تھے۔ میں نے سردار کا شانہ دبایا۔

"سردارے!"

"گرانڈ چیف۔" سردارے بے خوفی سے بولا۔

"آواز نکل گئی تو کام خراب ہو جائے گا۔"

"پنجاب کی قسم۔ آواز نکل گئی تو سردارے گردن کاٹ لے گا اپنی' اپنے ہاتھوں سے۔" سردارے کی سرگوشی سنائی دی۔ اور مجھے یہ آواز بڑی عجیب سی لگی۔ کیسی زبردست خوداعتمادی تھی ان الفاظ میں۔

آنے والے ہمارے نزدیک آ گئے۔ خوفناک شخص کی گنتی سات تک پہنچ گئی تھی۔ اور مجھ سے قبل سردارے کسی عقاب کی طرح جھپٹا۔ جو کچھ اس نے کہا تھا وہی کر دکھایا۔ بلاشبہ میرے کانوں نے کوئی آواز نہیں سنی تھی۔ خود میرا شکار بھی میرے بازوؤں میں تھا۔ ایسا شاندار داؤ مارا تھا میں نے کہ اس کی جسامت رکھی رہ گئی۔ بطخ کی طرح ایک آواز اس کے حلق سے نکلی۔ البتہ اس کے ہاتھ پاؤں پٹخنے کی آواز اس سناٹے میں ضرور سن لی جاتی اگر اسی وقت

لوکس کی آواز کی طرف وہ لوگ متوجہ نہ ہو جاتے۔

لوکس باہر نکل آیا تھا!

"تھامپسن۔ ہم نے سب کچھ تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے۔ اگر ہمارے پاس کوئی چیز نکل آئے تو گولی مار دینا۔" لوکس لرزتی ہوئی آواز میں بولا۔

تھامپسن نے گنتی روک دی۔ اور پھر اس نے شاید ٹارچ سے لوکس پر روشنی ڈالی تھی۔

"مارے جاؤ گے پیارے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔" اس نے شیطان کی سی آواز میں کہا۔

"میں تیار ہوں لوکس۔ میں اپنے سارے ساتھیوں کو آواز دیتا ہوں۔ تم ان کی تلاشی لے لو۔"

"بلاؤ!" تھامپسن نے کہا۔

"سب باہر نکل آؤ۔ اپنے ہاتھ بلند رکھو۔" لوکس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ اور امن پسند باہر نکل آئے۔ ان میں سے ایک بھی نشے میں نہیں تھا۔ سب کے چہروں پر نحوست برس رہی تھی۔

سب ایک جگہ آ کر جمع ہونے لگے۔ تھامپسن کے چہرے پر ایک کریہہ مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔ اس نے خونخوار آواز میں کہا۔ "جھوٹ بول رہے تھے نا۔"

"تت۔ تم تلاشی لے لو۔" لوکس نے کہا۔

"لڑکیوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا یہ ضرورت کی چیز نہیں ہوتیں؟؟" تھامپسن غرایا۔ اور لڑکیوں کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔

"تھامپسن۔ تھامپسن" لوکس رو دینے والی آواز میں بولا۔ اور میں نے اس کے ڈیل ڈول پر لعنت بھیجی۔ ہمارے دونوں شکار ساکت ہو چکے تھے۔ میں نے اپنے شکار کی گردن کی ہڈی توڑ دی تھی اور سردارے نے اپنے مضبوط بازوؤں کی قوت سے اپنے شکار کی گردن دبا دی تھی۔ ہم نے نہایت پھرتی سے ان کا اسلحہ قابو میں کر لیا تھا۔

"پستول کے استعمال سے واقف ہو۔"

"توپ بھی چلا سکتا ہوں۔ میری جان۔" سردارے چہکا۔

"تم نے جھوٹ بولا تھا میری جان۔ اور اب تمہاری تجویز کردہ سزا موت ہے۔ تیار۔" تھامپسن نے پستول نکال لیا۔

"ذرا شان سے۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور پنجاب کے جیالوں کی بھڑک ان امریکیوں نے کہاں سے سنی ہو گی۔ دل دہل گئے ہوں گے سالوں کے، سردارے نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی تھی۔ میں نے بھی کچھ کامیاب نشانے اگائے۔ اور تھامپسن نے الٹی

چھلانگ لگا دی۔ ایسا اچانک طوفان تھا کہ ان کے قدم نہ رک سکے۔

جو لوگ پیچھے تھے انہوں نے فوراً موٹر سائیکلیں سنبھالیں۔ اور یہ انہوں نے احسان ہی کیا تھا۔ یہاں صرف دو پستول باز تھے، اگر وہ پوزیشن لے کر مقابلہ کی ٹھان لیتے تو بات ہی بگڑ جاتی۔ لیکن موٹر سائیکل پر بھاگنے والوں نے دوسروں کو بھی یہی راستہ دکھا دیا۔ یہاں تک کہ تھامپسن بھی نہ رک سکا۔ ہاں کچھ موٹر سائیکلیں ضرور کھڑی رہ گئی تھیں۔ شاید ان لوگوں کی تھیں جو اب کبھی نہیں اٹھ سکتے تھے۔

ہم کام کچا نہیں چھوڑنا چاہتے تھے، چنانچہ ہم بھی ان موٹر سائیکلوں کی طرف لپکے۔ اور سردارے۔ وہ تو میرا ذہن اڑائے دے رہا تھا۔ اس کی موٹر سائیکل نے کئی فٹ اونچی چھلانگ لگائی تھی اور پھر نیچے آتے ہی اس نے دو فائر جھونک مارے۔ ایک موٹر سائیکل ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئی اور پھر نیچے آ کر چکنا چور ہو گئی۔ نہ جانے اس کے سوار کا کیا حال ہوا، باقی موٹر سائیکلیں جس شان سے آئی تھیں اس سے کہیں زیادہ سراسیمگی سے واپسی کا سفر کر رہی تھی۔ اوپر سے ہم دونوں کی بھڑک۔ اور اس کے ساتھ گولیاں۔

تھامپسن کو زندگی میں پہلی بار لطف آیا ہو گا، سڑک پر پہنچتے ہی وہ جتنی قوت سے دوڑ سکتے تھے دوڑے۔ دو سوار ایک دوسرے سے ٹکرا کر بری طرح گرے تھے۔ لیکن اس وقت کسی کو کسی کی پرواہ نہیں تھی۔ اور ہم انہیں کافی دور تک دوڑا کر پلٹے۔

لوکس اور اس کے ساتھی اسی انداز میں کھڑے تھے۔ انہوں نے خوفزدہ نگاہوں سے ہماری شکل دیکھی اور دیکھتے رہے۔ کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ ہاں اس خاموشی میں تھامپسن کے کچھ مرتے ہوئے ساتھیوں کی آواز ضرور رخنہ انداز ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ وہ آوازیں بھی معدوم ہو گئیں۔

"لوسیلا؟" میں نے آواز دی اور لوسیلا آگے بڑھ گئی۔ "میرا گٹار کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور لوسیلا پاگلوں کی طرح میری شکل دیکھنے لگی۔ "میرا گٹار لاؤ۔" میں نے اسے حکم دیا اور وہ اضطراری طور پر خیمے کی طرف مڑ گئی۔ سردارے ہاتھ ----- میں پستول لئے مسکرا رہا تھا۔ میں نے اپنا پستول زمین پر ڈال دیا۔ لوسیلا گٹار لے آئی۔ نہ جانے کیسا موڈ ہو رہا تھا۔

سنسنی خیز ماحول میں گٹار پر ایک نغمہ ابھرا۔ لیکن یہ نغمہ بھی انتہائی ----- خوفناک تھا۔ ایسا لگ رہا تھا، جیسے بہت سی بدروحیں مل کر چیخ رہی ہوں، تب لوکس نے گھبرا کر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لئے۔ پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"بند کرو۔ بند کرو۔ آہ، گٹار بند کر دو۔" اس نے مجھے روکتے ہوئے کہا اور میں نے گٹار بند کر دیا۔ لوکس چند قدم پیچھے ہٹ کر میری شکل دیکھنے لگا۔ پھر وہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "جانتے ہو تم نے کیا کیا ہے؟"

"کیا کہنا چاہتے ہو لوکس؟"

"وہ تھامپسن تھا۔"

"پھر؟" میں نے کرخت آواز میں پوچھا۔

"وہ ان علاقوں کا زلزلہ ہے۔ اور۔ اور وہ زندہ بچ گیا ہے۔ اور۔ تم نے اس کے بہت سے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا ہے۔"

"او۔ تم اس کے ایجنٹ معلوم ہوتے ہو لوکس۔ صرف لوگوں کو اس سے خوفزدہ کرنے کا کام کرتے ہو۔"

"نہیں میرے دوست۔ نہیں۔ تم نے جس دلیری سے ہماری زندگی بچائی ہے اس کے لئے شکریہ کے الفاظ بے سود ہیں۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے لوکس۔ تھامپسن آئندہ میرے سامنے آیا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ اور پھر گٹار سنبھال لیا۔

"سنو۔ رات کی پرواہ مت کرو۔ ابھی یہاں سے چل پڑو۔ وہ ضرور واپس آئے گا۔" لوکس نے پھر میرے گٹار پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تو لوکس۔ تم بھی سن لو۔ کم از کم آج کی رات میں اس کا انتظار ضرور کروں گا۔ اور اگر وہ واپس پلٹا۔ تو یہ بھی سنو' کہ صبح کو اس کی لاش تمہیں پیش کر دی جائے گی۔"

"ہرا!" اچانک بہت سے لوگوں نے نعرہ لگایا۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر ناچنے لگے۔ کئی لڑکیاں میرے اور سردارے کے اوپر آ پڑیں۔ انہوں نے ہمارے بوسے لے ڈالے تھے۔ لیکن لوکس پریشان سا ایک طرف کھڑا تھا۔

"ساتھیو۔ عیش کرو۔ دم لگاؤ۔ تھامپسن میں واپس لوٹنے کی سکت نہیں رہی ہے۔ ابھی تو وہ اپنے لوگوں کا سوگ منائے گا' عیش کرو۔" میں نے گٹار چھیڑ دیا اور رقص تیز ہو گیا۔ سب خوشی کا رقص کر رہے تھے۔ اور لوکس احمقانہ انداز میں ایک ایک کی شکل دیکھ رہا تھا۔

میری پیش گوئی درست ہی تھی۔ تھامپسن کی کیا مجال تھی جو رات کی تاریکی میں اس طرف کا رخ کرتا۔ ہاں دن کے بارے میں نہیں کہا جا سکتا تھا۔ بہرحال صبح کی روشنی میں ہی تھامپسن کے مرنے والے ساتھیوں کا پتہ چل سکا۔

دو آدمی وہ تھے جنہیں ہم نے گردن دبا کر مارا تھا۔ اس کے علاوہ پانچ آدمی اس جگہ ڈھیر ہوئے تھے جہاں تھامپسن لوکس کو ختم کرنے جا رہا تھا۔ تین آدمی موٹر سائیکلوں کے حادثے کا شکار ہوئے تھے' اس طرح تھامپسن کو دس آدمیوں سے ہاتھ دھونا پڑے تھے۔ ان میں تین عورتیں تھیں' سات مرد۔

رات کو خوشی کا رقص کرنے والے ان لاشوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ وہ جلد از جلد یہاں سے نکل چلنا چاہتے تھے۔ لوکس نے صبح ہوتے ہی خیمے باندھ لینے کا حکم دے دیا تھا۔ بہرحال اس بار ہمیں مائیکرو میں عمدہ جگہ ملی۔ باقی لوگوں نے ہماری وجہ سے تکلیف اٹھا

کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لوکس ہمارے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اب اسے کسی قدر سکون نصیب ہوا تھا۔ اس لئے راستے میں اس نے ہم سے رات کے کارنامے کے بارے میں پوچھا۔ تمام لوگ دلچسپی سے ہماری کارروائی سن رہے تھے۔ میرے خاموش ہونے کے بعد لوکس نے کہا۔

"سیرو۔ تم بے شک بہادر انسان ہو۔ لیکن اسے غور سے سن لو۔ تھامپسن اس وقت تک تمہارا پیچھا کرے گا' جب تک تم سے انتقام نہ لے لے۔" اور میرے بجائے سردارے ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی تضحیک آمیز تھی۔! میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆ ☆ ☆

لوکس نے تشویش ناک نگاہوں سے سردارے کی طرف دیکھا۔ چند ساعت سوچتا رہا۔ پھر بولا "بے شک پنٹو تم بے پناہ بہادر ہو۔ تم نے تھامپسن کو وہ زک دی ہے جو اس سے قبل کسی نے اسے نہ دی ہوگی۔ تم نے اس کے ساتھیوں کو ہلاک کیا ہے۔ تھامپسن ان علاقوں میں بہت بدنام ہے۔ آوارہ گردوں کا یہ گروہ ترلوکا کی تعلیمات سے متاثر نہیں ہے۔ وہ تشدد پر یقین رکھتا ہے۔ تھامپسن نے قصبوں میں قتل عام کیا ہے' لوٹ مار کی ہے۔ وہ بے حد خونخوار ہے۔"

"ہاں----- لیکن کسی پاگل گیدڑ کی طرح۔ جو دیوانگی میں خونخوار ہو جائے تو دوسری بات ہے۔ لیکن عام طور سے بھاگ جانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔" سردار بول پڑا۔ جوش میں اس کی زبان کھل گئی تھی۔ میں نے گھور کر اسے دیکھا اور سردارے کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔

"یہ----- یہ بول سکتا ہے؟" لوکس نے حیرت سے کہا۔

"اس کا مرض بھی عجیب ہے۔ عام طور سے گونگوں کی طرح خاموش رہتا ہے۔ کتنی ہی کوشش کرو' کسی سے بات ہی نہیں کرتا۔ لیکن بعض اوقات خودبخود بولنے لگتا ہے۔ بس خاموش ہوگا تو مہینوں خاموش رہے گا' بولے گا تو ہفتوں بولتا رہے گا! اس لیے میں عام طور سے اس کا تعارف گونگے ہی کی حیثیت سے کراتا ہوں" میں نے کہا----- بہرحال بات بنانی تھی۔ لوکس کافی دیر تک حیرت زدہ نگاہوں سے سردارے کو دیکھتا رہا----- پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

"بہرحال عجیب مرض ہے۔ لیکن آدمی جیالا ہے۔"

"اس کی بات جانے دو لوکس۔ تم لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"سوچا تھا واپسی کا سفر آرام سے کریں گے۔ لیکن تھامپسن سے دشمنی مول لے کر جس نے آرام کیا۔ اس نے اپنی موت نزدیک سے نزدیک تر کر لی۔" لوکس متاثر لہجے میں بولا۔

"تم تھامپسن سے بے حد خوفزدہ ہو۔ اور میرے دوست کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ براہ کرم اب تھامپسن کے گن مت گاؤ۔ اپنا پروگرام بتاؤ۔" میں نے بھی کسی قدر ناگوار

انداز میں کہا۔

"تم کتنا ہی برا مانو سیسرو۔ بہرحال اب میں تم سے اس کا تذکرہ نہیں کروں گا' لیکن یقین کرو' صرف اس واقعہ کی وجہ سے میں نے پروگرام بدلا ہے۔"

"یعنی۔"

"پہلے ہمارا خیال تھا کہ یہاں سے میلان چلیں گے' میلان میں قیام کریں گے۔ پھر الپس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے جھیل گوری کے کنارے پی گوڈے میں رکیں گے۔ پی گوڈے' ایک حسین وادی' ایک خوبصورت جگہ ہے لیکن تھامپسن ہمارا تعاقب کرکے اس وادی کو بھی خون سے رنگ دے گا۔"

"پھر تھامپسن؟" میں جھلا گیا۔

"معاف کرنا دوست۔ لیکن میں اس بھوت کو ذہن سے فراموش نہیں کرسکتا۔"

"یقین کرو۔ اگر یہ ناسپاسی نہ ہوتی تو ہم ایسا ہی کرتے۔ حرام کی موت سے پڑ ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ پھر کہاں مرو گے جاکر؟" سردارے نے پوچھا۔ "اب تو یوں ہی پر پناہ مل سکے گی۔ وہ بھی اس مشکل میں کہ ہم منتشر ہو جائیں۔"

"کیا خیال ہے سردار؟" میں نے اردو میں پوچھا۔

"بیٹھے رہو استاد---- بہادری دکھانے کی کیا ضرورت ہے۔" سردارے نے منہ بنا کر جواب دیا۔ اور میں خاموش ہوگیا۔ لوکس نے خلاء میں نگاہیں جما دی تھیں۔ سب ہی بدحواس تھے۔ ڈرائیور عمدہ رفتار سے وین بھگا رہا تھا۔ وہ تو سڑک عمدہ تھی ورنہ اگر ذرا بھی خراب سڑک ہوتی تو لطف آجاتا' جس طرح ہم اس وین میں بھرے ہوئے تھے۔ اس وقت کسی پر رومان سوار نہیں تھا۔ سب کے سب بور شکل بنائے بیٹھے تھے۔

"استاد۔" سردار نے مجھے مخاطب کیا۔

"ہوں۔"

"ان لوگوں کی شکلیں دیکھ رہے ہو؟"

"ہاں۔ بزدل' خوفزدہ ہیں۔"

"میں بور ہو رہا ہوں۔"

"چلو سفر ہی تو کرنا ہے---- برداشت کرو۔"

"میرے ذہن میں ایک اور خیال ابھر رہا ہے۔"

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہ ان سے جان چھڑالی جائے؟"

"کمال کے آدمی ہو۔ یا تو مجھے بیٹھے رہنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ اب خود فضول

باتیں سوچنے لگے۔"

"بات کچھ اور ہے استاد۔"

"وہ بھی بک دو۔"

"ان سے گاڑی چھیننا مشکل نہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"دکھاؤں کمال---- پستول موجود ہے۔ سب سالوں کو اتار دوں۔ اور گاڑی لے کر نکل چلو۔"

"بکواس مت کر یار---- اگر سچ مچ تھامپسن نے پیچھا کیا تو سالے مفت میں مارے جائیں گے۔ انہیں چلنے دو۔ جو جگہ پسند آئی۔ وہاں اتر جائیں گے۔"

"چلو ٹھیک ہے استاد---- مگر ایک بات یاد رکھنا۔ میری فطرت بچھو کی سی ہے۔ ڈنگ ضرور مارتا ہوں۔ ٹھیک ہے یہ ہم سے تعاون ضرور کر رہے ہیں۔ لیکن اگر مجھے کچھ ہوگیا تو معاف کر دینا استاد۔"

"نہیں سردار---- یہ لوگ اتنے برے نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور سردارے خاموش ہوگیا۔

"یہ تم کون سی زبان میں بات کرنے لگتے ہو؟" لوکس نے پوچھا۔

"خود ہمیں بھی معلوم نہیں ہے۔ بہرحال میرا ساتھی اس بات پر بہت ناراض ہے کہ تم اس کے سامنے تھامپسن کو اہمیت دے رہے ہو۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر اسے معلوم ہوتا کہ تم تھامپسن سے اس قدر خوفزدہ ہو۔ تو وہ تھامپسن کو زندہ واپس نہ جانے دیتا۔"

"درحقیقت وہ شیر ہے۔ اس سے کہو وہ ناراض نہ ہو۔ ہم امن پسند اس سے خوفزدہ ہیں۔ بلاشبہ وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔" لوکس نے کہا اور ہم خاموش ہوگئے۔

میلان آیا۔ بلند و بالا جدید عمارتوں کا شہر۔ آج میلان کی ابتدا سے قبل ہی موسلادھار بارش شروع ہوگئی تھی۔ سڑکیں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ موسم بے حد خراب تھا۔ گو ڈرائیور نے گاڑی شہر سے باہر ہی رکھی لیکن ٹریفک تھا کہ الامان الحفیظ۔ بمشکل تمام وین میلان سے نکل سکی اور کھلی سڑک ملتے ہی ڈرائیور نے پھر رفتار بڑھا دی۔

اب بلند و بالا پہاڑیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ دھند کا ایک سیلاب چوٹیوں سے اتر کر نچلی وادیوں تک پھیلا ہوا تھا' سڑک بے حد خوبصورت' لیکن بے پناہ خوفناک تھی' ایک سمت پہاڑی سلسلہ' دوسری طرف گہری کھائیاں' جن کو دیکھنے سے خوف محسوس ہوتا تھا۔ اور پھر دھند میں ڈوبی ہوئی سڑکیں---- اگر ڈرائیور ذرا بھی اناڑی ہو---- تو---- ساری کہانیاں ختم۔

یہ پہاڑی سلسلہ کوہ الپس تھا۔ طویل پہاڑیوں کے درمیان سے گزرتے گزرتے شام

جھک آئی۔ یا پھر۔۔۔ پہاڑوں کے کہرنے سورج کو نگل لیا تھا۔ بہرحال جھیل گموری کا کنارہ آگیا۔

اور بے شک یہ حسین جگہ تھی۔

تب میں نے لوکس کو مخاطب کیا۔ "تم نے کونسی جگہ کا نام لیا تھا لوکس؟"

"کہاں؟" لوکس نے خالی الذہنی کے انداز میں کہا۔

"ابھی راستے میں جھیل گموری کے کنارے کی خوبصورت جگہ کونسی ہے؟"

"اوہ۔۔۔۔ ابھی پی گوڈے آئے گا! موٹیلز کا شہر۔ یہاں بھی آوارہ گردوں کے لیے ایک خوبصورت جگہ بنائی گئی ہے۔ گو بہت مہنگی ہے، لیکن اپنا ثانی نہیں رکھتی۔"

"ہمیں یہیں اتار دینا لوکس۔" میں نے کہا۔ اور میں نے دیکھا کہ سارے چہرے ہماری طرف گھوم گئے۔

"کیوں؟" لوکس نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہم اس جگہ سے لطف اندوز ہوں گے۔"

"میری بات مان لو میرے دوست۔۔۔۔۔ یہ جگہ تھامپسن کی رینج سے باہر نہیں ہے۔ یہاں کے لوگ بھی پریشان ہو جائیں گے۔"

"ہم نے سب کی پریشانی کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔" سردارے برا سا منہ بنا کر بولا۔

"ضد نہ کرو سیسرو۔" سوسیلا نے ایک ادا سے کہا۔

"ارے خاموش رہ سسری۔ شکل دیکھی ہے آئینے میں۔" میرے بجائے سردارے جھلائے ہوئے انداز میں بول پڑا۔ اور جھلاہٹ میں اس نے یہ الفاظ اردو میں ادا کئے تھے۔ اس لیے لوسیلا نہ سمجھ سکی! مجھے ہنسی آگئی تھی۔

"ہمیں پی گوڈے اتار دینا لوکس۔" میں نے اس بار سخت لہجے میں کہا اور لوکس ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

رات کی روشنیاں جل اٹھی تھیں، جب ہم پی گوڈے پہنچے۔ گو رات تھی۔ لیکن جنگلی پھولوں کی مہک، ہوا کی حسین نمی اور روشنیوں کی جنت کے حسن کا احساس دلا رہی تھی۔

ہم سے جدا ہونے کے لیے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ سب نے ہی ہماری خوشامد کی تھی لیکن ہماری محبت میں وہ لوگ اپنی زندگی بھی خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار نہ تھے۔

"بون میں ملاقات ہوگی سیسرو؟" لوسیلا نے پوچھا۔

"ضرور۔ بشرطیکہ تھامپسن کے خوف سے تم لوگ زندہ رہے۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہمیں معاف کر دینا دوست۔ ہم امن پسند ہیں۔ لڑائی بھڑائی سے خوف کھاتے ہیں۔ تشدد کا جواب تشدد سے دینے پر یقین نہیں رکھتے ہمیں معاف کر دینا۔" لوکس نے پرجوش انداز

میں ہم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اور ہم دونوں نیچے اتر گئے۔

وین سست رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی۔ اور جب اس کی سرخ روشنیاں نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں تو سردارے نے کھنکھار کر ایک پٹاخہ زمین پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "بزدل سرے۔"

"آو۔" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ہم روشنیوں کی طرف بڑھ گئے۔

پی گوڈے دراصل ایک کیمپ تھا۔ لیکن خاص قسم کا کیمپ۔ یعنی اس کا تعلق اس کیمپنگ اسکیم سے نہیں تھا، جو سیاحوں کے لیے ستا قیام فراہم کرتے ہیں، بلکہ اس خوبصورت جگہ کو مہنگی عیاشی کے لیے استعمال کیا گیا تھا۔ لکڑی کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے مکانات، ہر مکان سے جنریٹر کی آواز ابھر رہی تھی۔ ظاہر ہے یہاں دوسرے ذرائع سے تو بجلی پہنچ نہیں سکتی تھی۔

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مکانات کسی کی رہائش گاہ نہیں ہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے قہوہ خانے ہیں۔ گویا نام کے قہوہ خانے، جہاں عمدہ قہوے کے علاوہ سب کچھ دستیاب ہے۔ اعلیٰ قسم کی قیمتی منشیات، رہا قیام کا مسئلہ تو اس کے لیے کھلا آسمان ہی بہتر ہوتا ہے، زیادہ عیاشی ذہن پر سوار ہو تو خیمہ لگا لو۔

کہیں کہیں خیمے بھی لگے ہوئے تھے۔ ورنہ زیادہ تر لوگ جہاں دو گز زمین ملی وہیں ڈیرہ ڈال دیا، کے مصداق کھلے آسمان کے نیچے عیش کر رہے تھے۔ گو رات کا وقت تھا، لیکن دور دور جھلکتی ہوئی روشنیوں کے سائے ہمارے راستے میں آجاتے تھے۔ اور اسی راستے میں، کہیں کہیں چرس، افیون، بھنگ راکٹ، ہیروئن یا کسی اور نشے سے سرشار جوڑے، انسانیت کو بھول کر حیوانیت کو اپناتے ہوئے نظر آجاتے۔ حیوان، جن کے نزدیک اقدار کی تخصیص نہیں ہوتی۔ جنہیں نگاہوں کا احساس نہیں ہوتا، انسان بذات خود بھی، حیوانیت کی طرف راغب ہے۔ وہ وہیں پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے جہاں سے چلا تھا۔ گویا تہذیب کا زوال شروع ہو گیا ہے اور۔۔۔۔ اور خطرہ ہے کہ۔۔۔۔ پہاڑ۔۔۔۔ درخت، جنگل ایک بار پھر آباد ہو جائیں گے۔ مکانات، عالی شان عمارتیں، منہدم ہو جائیں گی۔ کاروبار، کارخانے قصہ پارینہ بن جائیں گے۔ دیوانگی کے متوالے پھر دیوانگی اپنا لیں گے۔ اور یہ دیوانگی کا دور اس دور سے کہیں زیادہ خوفناک ہو گا، جو پتھر کا دور کہلاتا ہے۔

اس دور کا انسان معصوم تھا۔ تہذیب ناآشنا تھا۔ اس کی سوچ محدود تھی۔ وہ تہذیب و ترقی کی طرف مائل تھا۔ وہ اپنی منزل پانا چاہتا تھا اور اس کا انسان، مکار ہے۔ وہ تہذیب آشنا ہے لیکن تہذیب سے نفرت کرکے پھرپتیوں کا خواہش مند ہے۔ اس کی سوچ لامحدود ہے۔ وہ تمام منزلوں کے نشان مٹا دینا چاہتا ہے۔ صرف ایک ہپی ازم کی بات کیوں کی جائے، چرس، افیون، راکٹ اور ہیروئن کے نشے کی بات کیوں کی جائے ہر انسان نشے میں ڈوبا ہوا ہے۔

دولت کے نشے میں' اقتدار کے نشے میں' دولت مند غریبوں کی ہڈیوں کو پیس کر' گوشت و خون کے ملغوبے سے اپنی تجوریوں کو زیادہ سے زیادہ بھرنے کا خواہش مند ہے۔ اقتدار کا متوالا' ہر جائز و ناجائز ذرائع سے کام لے کر اپنی حیثیت برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی ہے۔ ہتھیاروں کا سرور ذہنوں پر چھایا ہوا ہے۔ دنیا کو مٹانے کے لیے بھرپور جدوجہد ہو رہی ہے۔ کیونکہ' انسان تہذیب کا نام و نشان مٹا دینا چاہتا ہے' یہ تہذیب کے دشمنوں کا دور ہے----- ہر چہرے پر ایک ہی لیبل نظر آتا ہے انسان کو ختم کردو۔ انسانیت کو فنا کردو----- چلو----- پہاڑوں میں چلو۔ پھر درختوں کی زندگی اپناؤ۔ بات کسی ایک ازم کی نہیں ہے۔ بات اس دور کی سوچ کی ہے۔

"بڑے بے غیرت لوگ ہیں یار۔" سردار نے ایک جوڑے کی طرف سے منہ پھیرتے ہوئے کہا۔

"فضول باتیں مت کرو سردارے۔ تم اپنے وطن میں نہیں ہو۔" نہ جانے کیوں میرے ذہن میں جھلاہٹ ابھر آئی تھی۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے یار----- اپنا وطن اپنا ہی ہے۔" سردارے نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اب قیام کے لیے کوئی عمدہ جگہ تلاش کرو۔"

"چلو----- جہاں بھی جگہ مل جائے۔" اور ہمیں ایک جگہ مل ہی گئی۔ پام کے درختوں کا ایک خوبصورت جھنڈ۔ جس کی ایک سمت خالی تھی نہ جانے کیوں۔ بہرحال ہم نے اس جگہ ڈیرہ ڈال دیا۔

"کیا خیال ہے سیر کرو گے؟"

"اس وقت نہیں سردارے۔ میرا موڈ بہت خراب ہے۔ تم چاہو تو گھوم آؤ۔"

"اجازت؟" سردارے نے دلچسپی سے کہا۔

"ہاں----- جاؤ-----" میں نے سردارے سے کہا۔ "لیکن خیال رکھنا نئی جگہ ہے۔"

"بے فکر رہو۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں سامان' مختصر سامان سرہانے رکھ کر لیٹ گیا۔ ذہن پر نہ جانے کیوں اخلاقیات کا بھوت سوار ہوگیا تھا ہر انسان دوسرے کے بارے میں سوچتا ہے۔ ساری اخلاقیات' سارے الزامات وہ دوسروں کی گردن پر رکھنے کا خواہش مند ہی ہوتا ہے۔ خود اپنی حیثیت' اپنے کردار پر کون نگاہ کرتا ہے۔ پہلے خود کو دیکھو۔ پھر دوسروں پر تنقید کرو۔

میں بذات خود کیا تھا۔ معلم انسانیت' مبلغ آدمیت اور میرا کردار؟ منشیات کا اسمگلر' قاتل' زناکار' بے حیثیت' دوسروں کے ہاتھوں کا کھلونا۔ مجھے انسانیت کی نوحہ خوانی کا کوئی حق

نہیں ہے۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہیے۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

نیند ہی ان الجھنوں سے نجات کا ذریعہ ہوسکتی ہے۔ نیند کی روٹھی ہوئی محبوبہ کو منانے کی بہت سخت کوشش کی' تب کہیں جاکر آنکھوں میں غنودگی پیدا ہوئی۔ لیکن برا ہو اس کمبخت کا۔ نہ جانے کہاں سے آمری تھی۔ کانوں نے شاید اس کے قدموں کی آہٹ سنی ہو۔ لیکن ذہن نہ جاگا۔ ہاں جب اس کا بوجھ بدن پر آپڑا تو بھاگنا لازمی تھا۔

نہ جانے کیوں ذہن کو خطرے کا احساس ہوا۔ ذہن ہی نے لائحہ عمل مرتب کیا۔ یقین کریں اس پھرتی میں میرا کوئی دخل نہیں تھا۔ یہی سمجھا تھا' کہ تھامپسن گروہ کے کسی فرد نے پہچان کر چھاپہ لیا ہے۔ اس پھرتی سے اپنے اوپر پڑے ہوئے بدن کو نیچے گرا کر اس پر سوار ہوا تھا کہ خود بھی حیران رہ گیا۔

لیکن----- دوسرا لمحہ بوکھلا دینے والا تھا۔ میرا وجود' کسی نرم و گداز وجود پر چھایا ہوا تھا۔ اور دشمن نے اپنی مدافعت کرنے کے بجائے اپنی بانہیں میری گردن میں ڈال دی تھیں۔

"مائیکل----- مائیکل ڈیئر۔ مجھے سمیٹ لو۔ میرا جسم پارہ پارہ کردو۔" سسکتی ہوئی آواز ابھری۔

"جی؟" میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ دیں۔

"میں تڑپ رہی ہوں مائیکل۔ میں اب برداشت نہیں کرسکتی۔ پلیز۔ پلیز مائیکل۔ اب۔ اب غصہ تھوک دو۔"

"آپ بھی غلط فہمی تھوک دیں محترمہ میرا نام مائیکل نہیں سیمرو ہے۔" میں اس کے بدن سے اتر آیا۔

"سیمرو۔" اس نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ نہ دیکھ سکی تو پہلے میرے چہرے' پھر بدن کو ٹٹولا۔

"کوئی بھی ہو۔ جوان ہو۔ مضبوط ہو۔ پلیز۔ پلیز۔" وہ بولی۔

تو پھر آپ کو اداکاری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف بات کہتیں۔"

"اداکاری۔ میں نے فلمی دنیا کبھی کی چھوڑ دی ہے۔ ڈارلنگ۔ تمہارے کہنے سے صرف۔ تمہارے کہنے سے۔ مگر کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔ دیکھو میرا وجود سلگ رہا ہے۔ دیکھو۔" اس نے اپنا بدن میرے سامنے عریاں کردیا تھا۔

لیکن اس کی بدقسمتی۔ یا شاید میری بدقسمتی۔ اس وقت بوریت کا بھوت سوار تھا۔ میں حالات کو' ماحول کو بھول کر سوجانا چاہتا تھا۔ میں نے اسے قبول نہ کیا۔

"مائیکل----- پلیز مائیکل۔" وہ سسکتی رہی۔

"بہتر ہے۔ تم جاکر مائیکل کو تلاش کرو۔"

"کہاں تلاش کروں ------ وہ کھو گیا ہے۔ وہ گم ہو گیا ہے۔ وہ ناراض ہو گیا ہے۔ نہیں۔ وہ موجود ہے ------ تم مائیکل ہو ------ مجھے دھوکہ نہ دو۔ مجھے نہ ٹھکراؤ۔ تم مائیکل ہو -----" اس نے میرے شانے پر سر رکھ دیا۔

اور اسی وقت سردارے آگیا۔ "ارے استاد۔ کیا میں واپس جاؤں؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔ اور مجھے شرارت سوجھی۔ میں نے سردارے کو کوئی جواب نہیں دیا اور لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اے۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

"اینی۔ اینی۔ تم مجھے بھول کیوں گئے مائیکل؟"

"میں مائیکل نہیں ہوں اینی۔ دیکھو تمہارا مائیکل آگیا ہے۔"

"مائیکل۔" میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ سردارے نہ جانے میری بات کو کیا سمجھا تھا۔ وہ سعادت مندی سے میرے قریب آگیا۔

"تم اینی کو پہچانتے ہو نا؟"

"ہاں ----- یہ اینی ہے۔" سردارے کچھ نہ سمجھ کر بولا۔

"مائیکل سے ملو' اینی۔"

اور لڑکی نے نشے سے بوجھل پلکیں اٹھائیں اور پھر وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر سردارے پر جھپٹی۔ "اوہ ----- مائیکل میری روح' میری زندگی۔ اوہ۔ مائیکل' معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو میری جان۔"

اس نے دونوں ہاتھ سردارے کی گردن میں ڈال دیئے۔ اور سردارے کا منہ حیرت سے پھیل گیا۔ میں خاموشی سے اٹھا اور ایک طرف کھسک گیا۔

گو رات کا وقت تھا۔ لیکن یہی وقت آوارہ گردوں کے لیے دن کی روشنی کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ میں روشنیوں کی طرف چل پڑا۔ سردارے سے مذاق نے دل میں گدگدی پیدا کر دی تھی۔ لڑکی سخت نشے میں تھی۔ سردارے کی اچھی خاصی درگت بن جائے گی۔

روشنی کا پہلا جمگھٹ نظر آیا۔ تو میں وہاں پہنچ گیا۔ آوارہ گردوں کی محفل جمی ہوئی تھی۔ لیکن پی گوڈے کے آوارہ گرد اچھی خاصی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کے لباس بھی زیادہ خراب نہ تھے۔ گو وہ چرس پی رہے تھے' لیکن ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی جیسے وہ کسی کی تعزیت کرنے جمع ہوئے ہوں۔ بہت سے چہرے بہت سلیقے کے تھے۔

گویا یہ ان کی ایک عمدہ قسم ہے ----- میں نے بھی ایک جگہ سنبھال لی ----- اور ایک اٹینڈنٹ میرے پاس پہنچ گیا۔

"یس پلیز؟" اس نے کہا۔

"کیا کیا ہے؟"

"سب کچھ۔"

"افیون لے آؤ۔"

"پائپ بھی؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ اور اٹینڈنٹ واپس چلا گیا۔ پھر لکڑی کی ایک منقش پلیٹ میں افیون کی چھ گولیاں اور پائپ اور دیا سلائی میرے سامنے پیش کر دی گئی۔ پلیٹ میں بل بھی رکھا ہوا تھا جسے میں نے فوراً ادا کر دیا ----- لیکن چھ گولیوں کی قیمت ہی بہت کافی تھی۔ میں نے نشہ نہ ہونے والی گولی زبان کے نیچے دبائی۔ اور افیون کی گولی پائپ میں رکھ کر دم لگایا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرا ذہن کچھ اور سوچنے لگا تھا ----- مادام سیکا نے پی گوڈے کا ذکر نہیں کیا تھا ----- حالانکہ آوارہ گردوں کے اس مجمع کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہاں عمدہ مال کی اچھی کھپت ہوگی۔ نہ جانے یہاں کہاں سے مال آتا ہوگا۔ کیوں نہ اس منڈی کو بھی سنبھالا جائے ----- بہرحال سیکا کو لکھوں گا۔

افیون کی تیسری گولی پائپ میں رکھ کر میں نے دم کھینچا تو بڑے جھاڑ جھنکاڑ بالوں والا ایک ادھیڑ عمر آدمی میرے پاس آگیا۔ وہ مسکرایا اور میرے نزدیک بیٹھ گیا۔

"ہیلو۔" میں اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"ہیلو۔" اس نے بھی میری مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔

"کیسے مزاج ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"برٹش ہو؟" اس نے براہ راست سوال کیا۔

"ہاں۔ کیسے اندازہ لگایا؟"

"چہرے کی بناوٹ اور تہذیب سے۔ برطانوی تہذیب منفرد رنگ رکھتی ہے؟"

"شکریہ۔ تم کون ہو؟"

"فرنچ۔"

"کیا نام ہے؟"

"میونگ نائیڈو۔"

"اوہ ----- یہ نام۔ یہ نام تو کان آشنا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے کچھ کتابیں لکھی ہیں۔"

"ارے مسٹر میونگ نائیڈو۔" میں نے حیرت سے کہا۔ مجھے یاد آگیا تھا درحقیقت وہ تو ایک عمدہ فرانسیسی ادیب تھا۔ لیکن ان آوارہ گردوں میں۔

"پہچانتے ہو مجھے؟"

"ہاں تمہاری تحریروں سے۔"

"اوہ------" وہ ہنس پڑا۔ "نکلا تھا دنیا کی سیاحی اور آوارہ گردوں کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے۔ لیکن۔ خود بھی ان میں سے ایک ہو کر رہ گیا۔"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"کیونکہ مجھے ان کے اصول پسند ہیں۔"

"خوب۔" میں نے دلچسپی سے کہا۔ "تمہارے لیے کیا منگواؤں؟"

"میں نے ابھی انجکشن لیے ہیں۔ کسی چیز کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی سوائے ایک ایسے فرد کے جو باسلیقہ ہو۔ مہذب ہو۔ اور تم برٹین لوگ' تمہاری معیت میں سکون ملتا ہے۔ باتیں کرو گے؟"

"یقیناً------ تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ۔ نام کیا ہے؟"

"سیسل سیرو------" میں نے جواب دیا۔

"بہت عمدہ مسٹر سیرو۔ مجھے خوشی ہے کہ تم جیسے نفیس آدمی سے ملاقات ہو گئی۔ کہاں کا قصد رکھتے ہو؟"

"طویل سفر کا پروگرام ہے۔"

"ترلوکا کی زیارت کرنے جا رہے ہو؟" اس کے انداز میں ایک عجیب سا طنز تھا۔ میں نے کئی منٹ تک کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ سوالیہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"کیوں؟" یہ کشمکش کیوں؟"

"دراصل مسٹر میونگ------ میں نے ترلوکا کی تعلیمات کا بھرپور مطالعہ نہیں کیا۔"

"اوہ------ خوب۔ خوب۔ متاثر ہو اس سے؟"

"معاف کرنا دوست۔ جس کے بارے میں تفصیل نہیں جانتا' اس سے متاثر کس طرح ہو سکتا ہوں؟"

"کیا میں تم سے بغلگیر ہو جاؤں میرے دوست۔ پہلے آدمی ملے ہو جو میرے معیار پر پورے اترتے ہو۔ مجھ سے گفتگو کرو۔ میں تمہیں ترلوکا کا کچا چٹھا سنا سکتا ہوں۔"

"بڑی خوشی ہوگی مجھے۔"

"تو سنو۔ ہندو دھرم کا یوگی۔ جس نے تھوڑے سے شعبدے سیکھ لیے ہیں۔ جو جنسی کجروی کا شکار ہے۔ یا یوں سمجھو' جو جنسی جنون کی ان انتہائی حدوں تک پہنچ گیا ہے جہاں کا تصور آدمیت نہیں کر سکتی۔ اس کا نام ترلوکا ہے۔ نوجوان ذہنوں کو جنس کی پیاس میں مبتلا کر کے ان کے جذبات کو مطیع کر لیتا ہے اور پھر اپنے شعبدوں سے انہیں متاثر کر کے ان کے ذہنوں میں گندگی ٹھونس دیتا ہے۔ اس کے خیالات بہت گندے ہیں۔ ایسے خیالات' جن کا تصور تک روح کو لرزا دیتا ہے۔ اس دشمن آدمیت پر کوئی قانون لاگو نہیں ہے۔ اور وہ اس دنیا کو زیادہ

سے زیادہ غلیظ کر رہا ہے اور بس۔ یہ ہے ترلوکا۔" اس نے نفرت سے کہا۔

"خوب------ تو تم اس سے نفرت کرتے ہو؟"

"نفرت۔" وہ زور دے کر بولا۔ "نفرت ایک مہذب لفظ ہے' کاش کوئی ایسا لفظ ایجاد ہوا ہوتا جو میرے ذہن کی ترجمانی کر سکتا۔"

"اگر زندگی رہی تو میں اس سے ضرور ملوں گا۔" میں نے کہا۔

"نہیں میرے بچے------ ایسا نہ کرنا بھٹک جاؤ گے۔"

"میں نہیں بھٹکوں گا مسٹر میونگ۔" میں نے جواب دیا۔

"آسمانی باپ------ تمہیں اس سے محفوظ رکھے۔ تم اس سے کب ملاقات کرو گے؟"

"بہت جلد۔" میں نے جواب دیا۔

"تب ایک منٹ رک جاؤ۔" وہ بولا------ اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ مجھ سے کچھ کہے بغیر وہ ایک طرف چلا گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں لکڑی کا ایک پیالہ تھا۔ جسے اس نے زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس نے پتلون کے سامنے کے بٹن کھول دیئے تھے۔ میں حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

کمبخت پیالے میں پیشاب کر رہا تھا۔ میں اچھل کر دور ہٹ گیا۔ جب وہ فارغ ہو گیا تو پیالہ دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر مجھے پیش کرتے ہوئے بولا۔

"اس سے ملو۔ تو میری طرف سے یہ تحفہ اس کی خدمت میں پیش کر دینا۔"

میں کچھ اور دور ہٹ گیا تھا۔

"کیا تم میرا یہ کام کر دو گے؟" وہ لجاجت سے بولا۔ میری سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اس احمق انسان کو کیا جواب دوں۔ کیا وہ پاگل ہے۔ یا نشے میں بہک رہا ہے۔ لیکن دونوں علامات اس کے چہرے پر نہ تھیں۔

"تم بھی میرا یہ کام نہ کرو گے میرے بچے۔" وہ روہانسی آواز میں بولا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"ہائے کوئی بھی میری آرزو نہیں پوری کرتا۔ ہائے۔ ہائے۔" وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا اور میں نے وہاں سے کھسک جانا ہی مناسب سمجھا۔ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ میں وہاں سے خاصی دور نکل آیا۔ اور پھر ایک کونے میں کھڑے ہو کر میں نے گہری گہری سانسیں لیں لیکن یہاں بھی مفر نہیں تھا۔ ایک مجہول سے بوڑھے نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگایا۔

میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کس پاگل کے چکر میں پڑ گئے تھے۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"پاگل؟"

"ہاں ---- اس نے اپنا نام میونگ نائیڈو بتایا ہوگا؟"

"ہاں ---" میں نے تعجب سے کہا۔

"سب کو یہی بتاتا ہے جبکہ اس کا اصل نام فونگ سارتر ہے۔ فرانس میں جوتے بنانے کے ایک کارخانے میں کام کرتا تھا۔ ظرف سے آگے بڑھ کر نشہ کرنے سے اس کی دماغی کیفیت متاثر ہوگئی اور اب وہ خود کو میونگ نائیڈو کہتا ہے اور عجیب عجیب سی باتیں کرتا ہے۔"

"ارے۔" میں نے سچ مچ حیرت سے کہا ---- اس کا مطلب ہے کہ میں نہایت اطمینان سے احمق بن گیا تھا۔ میں ہنسنے لگا اور بوڑھے نے بھی میرے ساتھ ہی قہقہہ لگایا۔ پھر وہ بولا۔

"کیمپ میں اجنبی ہو؟"

"ہاں۔ نیا ہوں اور پہلی بار آیا ہوں۔"

"تب تم ژولی ژاں سے نہیں ملے ہوگے؟"

"ژولی ژاں کون؟"

"اوہ ---- آؤ۔ میرے ساتھ آؤ۔ ژوالی ژاں پی گوڑے کی روح ہے۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ بوڑھے نے کہا اور بڑے اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا اور پھر ایک طویل سانس لے کر بوڑھے کے ساتھ چل پڑا۔ دل ہی دل میں اس ماڈرن دلال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ کتنے خوبصورت انداز میں اس نے مجھے پھانسا تھا۔

مجھے ہنسی آنے لگی۔ نہ جانے اس نے بوڑھے میونگ نائیڈو کے بارے میں بھی سچ کہا تھا یا جھوٹ۔ ممکن ہے اس نے مجھ سے تعارف حاصل کرنے کے لیے ہی یہ بکواس کی ہو؟

بہرحال اس ژولی ژاں کو بھی دیکھ لیا جائے۔ بوڑھا لکڑی سے بنی ہوئی ایک چھوٹی سی عمارت کے پاس پہنچ گیا اور پھر اس نے دروازے پر دستک دی ایک نوجوان عورت نے دروازہ کھول دیا۔

"اوہ مسٹر سوئنتے۔ آیئے۔ آپ کے ساتھ کون ہیں؟"

"عظمت کا شہر۔" بوڑھے نے جواب دیا۔

"آہ آپ کی شاعری۔ آہ آپ کا انداز' مسٹر سوئنتے۔ آیئے۔ تشریف لے آیئے۔" عورت دروازے سے ہٹ گئی۔

"آؤ مہمان۔" بوڑھے نے کہا اور میں اندر داخل ہوگیا۔ باہر سے چھوٹے چھوٹے نظر آنے والے یہ مکان اندر سے بے حد خوبصورت تھے۔ ایک اعلیٰ پیمانے پر ڈیکوریٹڈ کمرے میں مجھے ایک صوفے پر بٹھا کر بوڑھا خاموشی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اور پھر مجھے صرف چند منٹ انتظار کرنا پڑا۔ عنابی رنگ کے ٹخنوں تک کے لباس میں ملبوس' سنہرے اور پیچ و خم کھائے بالوں والی' ایک دراز قد لڑکی اندر داخل ہوگئی۔ دودھ کی طرح سفید رنگ' سیاہ آنکھیں' چہرہ متانت کا آئینہ۔ مسکرائی تو چراغاں ہوگیا۔ اور بے اختیار بوڑھے کے لیے دل سے دعا نکل گئی۔

"ژولی ژاں۔" اس نے ترنم سے کہا۔

"سیرو۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس نے اپنا نازک ہاتھ بڑھا دیا۔ لیکن اظہار محبت کے لیے بھی ہاتھ چومنا مجھے گوارہ نہ ہوا۔ اور میں نے گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔

وہ میرے پہلو میں بیٹھ گئی۔

"برٹش ہو؟" اس نے سوال کیا۔

"ہاں۔"

"ژولی ژاں کے مکان پر خوش آمدید۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا۔ اور ژولی ژاں نے تالی بجائی۔ بڑی پر سحر عورت تھی۔ بڑے شاہانہ انداز تھے۔ کچھ دیر قبل جو کچھ سوچ رہا تھا۔ ذہن کو جن خیالات نے پراگندہ کردیا تھا۔ سب نکل گئے۔ اب میں صرف اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ تالی کے جواب میں دو خوبصورت لڑکیاں اندر آگئیں اور ژولی ژاں نے پوچھا۔

"کیا پسند کرو گے؟"

"میں نہیں سمجھا خاتون۔" میں نے کہا۔

"ہر چیز دستیاب ہے۔"

"تب جو آپ پلا دیں گی۔"

"میں شراب کے علاوہ کچھ نہیں پیتی۔"

"شراب ہی سہی۔"

"نہیں مہمانوں کے لیے سب کچھ موجود ہے۔" وہ مسکرائی۔

"شراب۔ صرف شراب۔" میں نے جواب دیا۔ اور اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ دونوں لڑکیاں مسکراتی ہوئی چلی گئیں۔

"یہاں میرے علاوہ دوسری بھی موجود ہیں۔ اگر میں ناپسند ہوں تو۔"

"میری بینائی ابھی درست ہے۔" میں نے کہا۔ "تمہارے سامنے کس کا چراغ روشن ہوسکتا ہے۔"

"شکریہ۔" اس نے مسکراتے ہوئے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں اور میں نے اُس کی پذیرائی کی۔ پھر شراب آگئی۔ کئی قسم کی شراب تھی۔ اور ہم دونوں پینے لگے۔

مجھے صرف ایک بات پر حیرت تھی' اگر وہ کاروباری عورت تھی تو اس نے ابھی تک

کوئی کاروباری بات نہیں کی تھی۔---- اس قدر اطمینان کی یہی وجہ ہو سکتی تھی کہ کنگال لوگ نہیں آتے ہوں گے۔---- بہرحال میرے پاس کرنسی کی کیا کمی تھی۔

ژولی ژاں کے ساتھ ایک حسین رات گزارنے کے بعد جب دوسری صبح میں اس سے رخصت ہوا تو میں نے کرنسی کی ایک گڈی نکال کر اس کے حوالے کردی۔

"شکریہ----" اس نے گڈی لاپرواہی سے ایک طرف ڈال دی۔ اور پھر ایک طویل بوسہ دیتے ہوئے بولی۔ "کب تک یہاں ہو؟"

"آوارہ گردوں کا کیا ٹھکانہ؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے---- کچھ وقت اور نہ دو گے؟"

"رک جاؤں گا؟" میں نے کہا۔

"پی گوڈے کا پہلا چراغ روشن ہوگا تو میں تمہارا انتظار کروں گی۔" اس نے بڑے شاعرانہ انداز میں کہا۔

"میں تمہارے مکان کے باہر کھڑا ہو کر روشنی کا انتظار کروں گا۔ میں نے جواب دیا۔

"آہ۔ کیسے حاضر جواب ہو تم۔ اپنے حلئے سے الگ انسان۔" اس نے کہا اور میں اس سے رخصت ہو کر باہر نکل آیا۔ سردارے کی خبر لینی تھی۔ سردارے کا خیال آتے ہی مجھے ہنسی آگئی! لیکن پھر میں سنجیدہ ہوگیا۔ وہ میرے لیے پریشان ہوگا۔ بہرحال میں نے اسی سمت کا رخ کیا جہاں رات کو اسے چھوڑا تھا۔

سردارے نظر آگیا۔ مجھے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے نواز؟" اس نے تشویش سے پوچھا۔

"پی گوڈے کی رنگینیوں میں گم ہوگیا تھا۔"

"میں صبح سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔"

"سوری۔ تمہیں تکلیف ہوئی۔"

"مگر رات کہاں گزاری؟"

"ایک خوبصورت اور حسین ماحول میں۔ تم سناؤ۔ اپنی کہاں چلی گئی؟"

گالیاں دیتی ہوئی چلی گئی۔" سردارے نے ایک گہری سانس لی۔

"ارے۔ کب؟ کیوں؟"

"ابھی صبح کو۔"

"اور رات کو؟"

"جانے دے استاد۔ پھنسا کر چلے گئے۔ خوب بے وقوف بنا میں بھی۔" سردارے جھینپتے ہوئے انداز میں بولا۔

"بے وقوف بنے۔ ہوا کیا؟" میں نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ہوا کیا۔؟ رات بھر وہ مجھے مائیکل سمجھتی رہی۔ اس سے ملتے وقت میری سمجھ میں تمہارا مذاق نہیں آیا تھا۔ لیکن تمہارے جاتے ہی وہ میرے اوپر حملہ آور ہوگئی۔ تب مجھے پتہ چلا کہ مائیکل کون تھا۔"

سردارے نے اس انداز سے کہا کہ بے اختیار میرا قہقہہ نکل گیا۔

"عجیب عورت تھی یار۔ میں اس کی غلط فہمی سے خوفزدہ تھا۔ لیکن۔ ساری رات وہ مجھے مائیکل سمجھتی رہی۔ حالانکہ آدھی رات کے بعد ہی میں نے قسمیں کھانا شروع کردی تھیں کہ میں مائیکل نہیں ہوں۔"

"اوہ----" میں نے قہقہہ لگایا۔

"کمبخت کو دن کی روشنی میں یقین آسکا۔"

"خوب عیش کئے سردارے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نکل چلو یار یہاں سے---- اگر آج کی رات کسی نے ڈولنگر سمجھ لیا تو کل اللہ کو پیارے ہو جائیں گے۔"

"بس---- گھبرا گئے؟" میں نے کہا۔

"ایسی عورتوں سے میری روح فنا ہوتی ہے جو مرد بننے کی کوشش کریں۔" سردارے نے کہا اور میں ہنستا رہا۔

"ناشتہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ ٹانگوں میں کھڑے ہونے کی سکت بھی نہیں ہے۔ کراسکتے ہو تو ناشتہ یہیں کرادو۔" سردارے نے کہا اور میں نے اس کی پیٹھ پر دھول جمادی۔

"ابے اٹھ۔ ایکٹنگ مت کر۔" میں اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا اور سردارے کراہ کر اٹھ گیا۔ ایک خوبصورت سے قہوہ خانے میں جاکر ہم نے لذیذ ناشتہ کیا۔ ناشتے کے دوران سردارے نے مجھ سے پوچھا۔

"تم پی گوڈے کی کون سی رنگینیوں میں رہے؟"

"ژولی ژاں۔" میں نے جواب دیا۔

"کیا؟"

"پی گوڈے کی سب سے حسین عورت۔"

"اوہ---- واقعی---- کہاں ہے؟ کیسے ملی؟"

"تم اس سے ملنا پسند کرو گے؟"

"نہیں بھائی---- اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے---- اگر اس نے بھی مجھے مائیکل سمجھ لیا تو کیا ہوگا۔" سردارے نے مسخرے انداز میں کہا اور میں پھر ہنس پڑا۔

"تو پھر آج دن میں ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔"

"کیا پروگرام ہے اب؟"

"ڈومستروار چلیں گے۔ اور پھر سوئزر لینڈ میں داخل ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ویسے یہ عمدہ جگہ ہے۔"

"ہاں۔" میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔ سوئزرلینڈ جاکر میں پی گوڈے کے بارے بات چیت بھی کرنا چاہتا تھا۔ یہ ایک عمدہ جگہ تھی اور مال کی کھپت یہاں بہت عمدہ پیا ہو سکتی تھی۔ کاروباری نقطہ نگاہ سے بھی سوچتا تھا۔ پھر میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا میں سوچ میں ڈوب گیا۔ سردارے خاموشی سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔

"کیا سوچنے لگے نواز؟"

"سردارے۔ یہاں مال کہاں سے آتا ہے؟"

"اوہ۔ معلوم نہیں۔"

"منڈی اچھی ہے۔"

"مگر مال کہاں سے لاؤ گے؟"

"مال مل جائے گا یار۔ مگر پہلے یہ تو پتہ چلے کہ یہاں کس کی اجارہ داری ہے۔"

"کسی سے پوچھ لیں گے۔"

"کس سے؟"

"جو مال فروخت کرتے ہیں۔"

"ہوں۔ تب پھر آؤ۔"

"کیا مطلب۔ کہاں؟"

"ابھی معلومات حاصل کریں گے۔"

"تو اس کے لیے یہ جگہ ہی کیا بری ہے؟"

"ایں ----- ہاں۔ یہاں بھی تو سپلائی ہوتی ہوگی؟"

"یقیناً۔ یہاں کونسی جگہ ہے جہاں سپلائی نہیں ہوتی۔" سردارے نے جواب دیا۔

پھر ایک بیرے کو اشارہ کیا۔ بیرہ قریب آگیا۔

"سنو۔ چرس بھی مل جائے گی؟"

"ضرور جناب۔ جتنی درکار ہو۔"

"اس قہوہ خانے کا مالک کون ہے؟"

"روفیساں۔"

"کہاں ہے؟"

"اندر موجود ہے۔"

"اسے ہمارے پاس بھیج دو۔ معاملے کی بات کرنی ہے۔"

"اچھا۔" بیرے نے گردن ہلا دی۔ اور پھر ادھیڑ عمر کا ایک لالچی سا آدمی ہمارے پاس آگیا۔

"تم نے بلایا تھا؟"

"ہاں۔ تم ہی روفیساں ہو؟"

"ہاں تمہارا خیال درست ہے۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا ہے تمہارے پاس؟"

"سب کچھ؟"

"تو لے آؤ۔ یہاں مجھ سے اچھی قیمت کوئی نہیں دے گا۔"

"تمہیں کیا چاہیے روفیساں ----- اپنی پسند کی چیز بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"میں نے کہا نا کہ جو کچھ ہو، لاؤ۔"

"اس سے قبل کس سے مال خریدتے تھے؟" میں نے پوچھا۔

"مال تو تھامپسن ہی سپلائی کرتا ہے۔ لیکن ہم ان لوگوں سے بھی خرید لیتے ہیں جو چوری چھپے کچھ بچا لاتے ہیں۔ تمہارے پاس جتنا مال ہے مجھے دے دو ورنہ تھامپسن کے کسی آدمی نے رہنمائی کر دی تو سارا مال ضبط ہو جائے گا۔"

"تھامپسن۔" میں آہستہ سے بولا۔

"ہاں۔ وہ ان علاقوں کا بادشاہ ہے۔"

"لیکن وہ یہاں کہاں؟" میں نے کہا۔

"اس کا پورا سیکشن یہاں موجود ہے۔ تمہیں نہیں معلوم۔ کیمپ میں اس کے بے شمار ساتھی موجود ہوں گے۔"

"تب تو بات بے حد خطرناک ہے۔"

"تم صرف خطرناک کہہ رہے ہو۔ یہاں موجود لوگوں سے پوچھو۔ ان کے پاس کیا کچھ نہیں ہوگا۔ لیکن تھامپسن کے ہاتھوں کسی کے پاس کچھ بچتا ہی مشکل ہے۔ آج وہ اپنی لائی ہوئی چیزیں خود خرید کر استعمال کرتے ہیں۔"

"اوہ -----" میں نے متاثر لہجے میں کہا۔ "تم نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ لیکن میرے دوست۔ میرے پاس کسی قسم کی منشیات کے علاوہ اور سب کچھ ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" روفیساں چونک پڑا۔

"بالکل ٹھیک کہا میں نے۔ میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں جو مجھے تھامپسن سے خطرہ ہو۔"

"پھر تم نے مجھے جھک مارنے کے لیے بلایا تھا؟"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل میں کنگال ہوگیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"تو میں کیا کروں؟"

"تمہاری مدد درکار ہے۔"

"میں تمہارا باپ ہوں؟" روفیساں چیخ کر بولا "بلاوجہ میرا وقت برباد کیا۔" مجھے غصہ آیا۔ دل چاہا کہ اس کے دانت باہر نکال دوں۔ لیکن صبر کیا۔ اب حالات سے تعاون کرنا سیکھ گیا تھا لیکن دل میں سوچ رہا تھا کہ بیٹا روفیساں۔ اس جملے کا حساب ضرور چکاؤں گا۔ اس سے جو معلومات فراہم ہوئی تھیں وہ بے حد قیمتی تھیں۔ اور پھر ابھی لڑائی جھگڑا کرنا مناسب بھی نہیں تھا۔

میں نے مسکین سی شکل بنالی۔ "میں نے سوچا تھا کہ تم سے مدد طلب کروں گا لیکن تم تو الٹے ناراض ہو رہے ہو۔"

"فضول۔ بکواس۔ گدھے کہیں کے۔ نکل جاؤ۔ گیٹ آؤٹ۔" روفیساں اٹھ کر بولا۔ میں نے سردارے کے چہرے پر خون دیکھا تھا۔ لیکن میرے ہاتھ کی گرفت نے اسے ٹھنڈا ہی رکھا۔

بہرحال ہم دونوں اٹھ کر باہر نکل آئے۔

"کیوں ----- استاد ----- کیوں؟" سردارے غرایا۔

"دھیرج رکھو میری جان۔ دھیرج رکھو۔"

"استاد ----- میں تیرا ساتھ چھوڑ دوں گا۔"

"دھیرج رکھو میری جان۔"

"آخر کیوں؟"

"روفیساں کو مارنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔"

"تو پھر تھامپسن کو کون مارے گا؟"

"کیا مطلب؟" سردارے چونک پڑا۔

"آؤ ----- کہیں بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور بیٹھنے کی جگہوں کی یہاں کمی نہیں تھی۔

"جلدی کہو استاد ----- میرا خون ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"ہمارا شکار تھامپسن ہے سردارے۔"

"لیکن اس نے جو بدتمیزی کی ہے؟"

"گھٹیا آدمی ہے۔ جب چاہیں گے، مارلیں گے۔" میں نے کہا۔

"مگر تھامپسن؟"

"یہاں اس کی اجارہ داری ہے سردارے۔"

"ہاں پھر؟"

"ہماری ہونی چاہیے۔" میں کھل گیا۔

"کک ----- کیا مطلب استاد ----- کیا مطلب؟" سردارے شدید حیرت سے بولا۔

"تونے میرے بارے میں کبھی سوچنے کی کوشش کیوں نہیں کی سردارے۔" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا استاد؟" سردارے سرسراتے لہجے میں بولا۔

"یہی کہ آخر میں کرتا کیا ہوں؟"

"اس لیے استاد ----- کہ تم نواز ہو۔ اس لیے کہ تو میرا یار ہے۔ محسن ہے وہ دوسری بات ہے۔ لیکن احسان کرنے سے پہلے تونے یاری کی تھی۔" سردارے جذباتی لہجے میں بولا۔ "اور یاروں کے بارے میں سوچنا گناہ ہے۔ وہ صرف یار ہوتے ہیں۔"

"تو بہت اعلیٰ انسان ہے سردارے۔ بے شک تو ایک بہترین دوست ہے۔ بہرحال کوئی بات نہیں۔ میں اب تجھے بتائے دیتا ہوں ----- سو بیتا کیوں تباہ ہوا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"صرف اس لیے کہ وہ ہمارا حریف تھا۔"

"مگر ----- مگر اسے تو صرف تونے تباہ کیا تھا استاد۔"

"ہاں ----- یہ کام میرے سپرد ہی ہے۔"

"اوہ -----" سردارے نے گردن ہلائی۔

"اور اب ----- پی گوڈے مجھے پسند آگیا ہے۔"

"یعنی ----- یعنی استاد۔"

"پی گوڈے میں مال کی اچھی کھپت ہے۔ ہمیں یہاں کافی وقت گزارنا پڑے گا۔ تھامپسن کی کہانی ختم کرنا ہوگی۔"

"اوہ ----- تو یہاں سے چلنے کا ارادہ ملتوی استاد۔"

"تیرا کیا خیال ہے؟"

"بالکل ----- بالکل ----- وہ سالی ایسی عمدہ عورت ہے۔ ممکن ہے کسی رات وہ پھر مجھے مائیکل سمجھ لے۔"

"بہت سی ایسی مل جائیں گی۔ تو پھر یہ بات طے؟"

"بالکل استاد ----- اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟"

"لیکن میری جان ----- تجھے کچھ کام کرنا ہے۔"

"ارے تو حکم کر-----" سردارے خوشی سے بولا۔

"واپس وینس جانا ہوگا۔"

"جاؤں گا۔"

"میرا ایک پیغام سی کاریفا تک لے جانا ہے۔"

"بالکل حاضر۔" سردارے نے کہا۔

"لیکن کس طرح جاؤ گے سردارے؟"

"یہ میرے اوپر چھوڑ دے۔"

"سخت مشکلات پیش آئیں گی۔"

"اس کے باوجود میں پہنچ جاؤں گا۔ اس کی تم فکر مت کرو۔"

"بس تو آج ہی روانہ ہو جاؤ۔ سردارے۔ میں تمہاری واپسی کا بے چینی سے انتظار کروں گا۔"

"ابھی میری جان۔ ابھی۔" سردارے نے کہا اور اس کی عزت میری نگاہوں میں دو چند ہوگئی۔ ہم لوگ واپس آگئے۔ اور پھر میں نے کاغذ وغیرہ مہیا کرکے سیکا کے نام ایک خط لکھا۔

خط میں، میں نے اسے یہی لکھا تھا کہ پی گوڈے کو کیوں نظر انداز کیا گیا ہے، جبکہ یہ ایک عمدہ جگہ ہے۔ اس کے بعد میں نے تھامپسن کے بارے میں تفصیل لکھی تھی اور سی کاریفا کو لکھ دیا تھا کہ میں تھامپسن سے پورے طور سے نمٹنا چاہتا ہوں، اس کے لیے مجھے آدمی اور اسلحہ درکار ہے۔ سردار علی کو بھیج رہا ہوں۔ فوری طور پر انتظامات کے ساتھ اسے واپس کردو۔ کرنسی کی بھی ضرورت ہے۔

خط لکھ کر میں نے سردارے کے حوالے کردیا اور کہا۔ "ممکن ہے سردارے راستے میں تیری مڈبھیڑ تھامپسن سے ہو جائے۔ ایسی صورت میں خط بچانے کی پوری پوری کوشش کرنا۔ اور ہاں واپسی میں بھی اگر تھامپسن سے سامنا ہو جائے تو کوشش کرنا کہ اسے نظر انداز کر جاؤ۔"

"بے فکر رہو استاد----- سردارے کو اس کا من پسند کام مل گیا ہے، اب اس کے جوہر دیکھو۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں نے اسے کچھ نوٹ دیئے اور پھر سردارے کو رخصت کرنے دور تک آیا۔

سردارے چلا گیا----- اور میں واپس کیمپ میں آگیا۔ میرا ذہن مخصوص لائنوں پر سوچ رہا تھا۔ فضول غور و خوض سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ کام کی باتیں سوچنا چاہئیں۔ سیکا یقیناً معقول انتظام کردے گی اور اس کے بعد ایک اور عمدہ منڈی مل جائے گی۔ لیکن یہ سب کچھ تھامپسن سے نمٹنے کے بعد ہی کیا جاسکے گا۔

اور اس وقت----- اس وقت تک کیوں نہ ژولی ژاں۔

اور حسین عورت میری نگاہوں میں گھوم گئی۔ کیسی اعلیٰ شخصیت کی مالک ہے۔ اور میں دوسری دلکش رات کے بارے میں سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ایک اور قہوہ خانے کی طرف بڑھ گیا۔

لیکن قہوہ خانے میں داخل ہوتے ہی میری نگاہ بوڑھے میونگ پر پڑی۔ اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔

"آہ----- میری جان سیسرو----- تم----- آؤ----- آؤ----- میرے ساتھ عمدہ کافی پیو۔"

میں مجبوراً اس کے پاس پہنچ گیا۔ اور پھر اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا اس نے ویٹر کو بلا کر کافی کے لیے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھنے لگا۔

"کیسی گزر رہی ہے دوست؟"

"عمدہ----- مگر مجھے حیرت ہے کہ تم یہاں۔ پی گوڈے کیمپ میں کافی پی رہے ہو؟"

"راز کی بات ہے۔ بلند آواز سے نہیں کہہ سکتا۔ میں یہاں بھی ترلوکا کا مذاق اڑاتا ہوں۔"

"کافی پی کر؟"

"ہاں۔ اور یہ لوگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"لیکن تم نشہ تو کرتے ہو۔"

"ہاں۔ لیکن بہت کم۔" بوڑھے نے جواب دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ویٹر نے کافی میرے سامنے رکھ دی۔ میں گرم کافی کے تلخ گھونٹ لینے لگا بوڑھا کسی سوچ میں گم ہوگیا تھا۔ پھر وہ گردن اٹھا کر بولا۔

"تم نے میری نئی تصنیف کے بارے میں نہیں پوچھا؟"

"میں سوچ رہا تھا کہ تم خود بتاؤ گے۔"

"میں----- ہاں۔ کیا حرج ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ میری لکھنے کی صلاحیتیں گم ہو رہی ہیں۔ منشیات کا استعمال آدمی کی صلاحیتیں ختم کر دیتا ہے۔ میں کوشش کے باوجود کچھ نہیں لکھ پارہا۔"

"تم کیا لکھنا چاہتے ہو؟"

"آہ----- میں حقیقت لکھنا چاہتا ہوں۔ صرف حقیقت اگر یہ دنیا سچ برداشت کرنے کو تیار ہو۔" بوڑھے نے کرب سے کہا اور اپنی پیالی کا آخری گھونٹ بھی معدے میں الٹ لیا۔

"میونگ نائیڈو کی تصنیفات کو دنیا نے سراہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ کیونکہ وہ حقیقت سے دور نہیں۔" بوڑھے نے کہا۔

"تمہاری نگاہ میں حقیقت کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"آہ----- حقیقت----- حقیقت یہ ہے میرے بچے کہ----- کہ میری جیب میں اس کافی کا بل ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے----- سوچو----- غور کرو۔ کیا یہ حقیقت تلخ نہیں ہے؟" بوڑھا دردناک انداز میں بولا۔

"بل میں ادا کردوں گا۔" میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"واقعی۔" بوڑھے نے مسرت سے کہا۔

"ہاں----- کیا حرج ہے۔"

"تو پھر خدا حافظ۔" وہ جلدی سے اٹھا اور قہوہ خانے سے نکل گیا۔ میں اس کی پھرتی پر ہکا بکا رہ گیا تھا۔ اور پھر بے اختیار میرے سینے میں ایک قہقہہ مچل کر رہ گیا۔ کیا میں اس بوڑھے کو پاگل سمجھوں۔ نہیں۔ وہ حقیقت پسند ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ اور خود بخود ہنستا اور کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ بوڑھے کے نکل جانے کے بعد ویٹر میری نگرانی کر رہا تھا۔

بہت دیر تک میں قہوہ خانے میں بیٹھا رہا اور پھر بل طلب کیا جو ویٹر نے فوراً میرے سامنے رکھ دیا۔ بل ادا کرنے کے بعد باہر نکل آیا۔ آوارہ گردوں کی ٹولیاں مختلف مشاغل میں مصروف تھیں۔ میں ان کی تفریحات سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اور جب رات ہوگئی۔ تو----- میں ژولی ژاں کی طرف چل پڑا۔

ژولی ژاں کے مکان پر دستک دی تو ایک حسین لڑکی نے باہر جھانکا "کل کے مہمان۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں----- ژالی ژاں موجود ہیں؟"

"اندر آجاؤ۔" اس نے کہا۔ اور میں اطمینان سے اندر پہنچ گیا۔ حسین لڑکی نے مجھے ژولی ژاں کے کمرے میں پہنچا دیا۔ دلکش عورت اپنے مخصوص انداز میں بیٹھی سگریٹ پی رہی تھی۔ دھوئیں کے خوشبودار مرغولے فضا میں چکرا رہے تھے۔

مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

"سیرو۔" اس نے بڑے پیار سے کہا۔

"تمہاری کشش مجھے کھینچ لائی۔"

"تم خود بھی دلکش انسان ہو۔ عام لوگوں سے الگ۔ یہ کاروباری الفاظ نہیں ہیں۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔"

"آؤ بیٹھو۔" وہ میرا ہاتھ پکڑ کر کرسی تک لے گئی۔ اور میں بیٹھ گیا۔

"سگریٹ۔" اس نے خوبصورت کیس اٹھا کر میرے سامنے کھول دیا۔

"اس قدر نفیس ہے کہ میں انکار نہیں کرسکتا۔" میں نے ایک سگریٹ نکال لیا اور ژولی ژاں اسے ایک خوبصورت لائٹر سے سلگانے لگی۔ میں اس کے جھکے ہوئے سر پر جھومتے ہوئے حسین بالوں کو دیکھنے لگا۔ سگریٹ سلگا کر اس نے بالوں کو ایک جھٹکا دیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں اس کی روشن آنکھوں میں ڈوب گیا۔ بڑی پرکشش آنکھیں تھیں۔

"کیا سوچ رہے ہو ڈیئر؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔ "تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔"

"بتا سکو گے۔ کیا؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن شاید تم پسند نہ کرو گی۔"

"میں سمجھ گئی۔"

"اتنی سی بات سے؟"

"ہاں۔"

"اچھا بتاؤ۔"

"اگر سچ بتادوں تو تسلیم کرلو گے؟"

"وعدہ----- پورے خلوص سے-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے بارے میں سوچ رہے تھے۔ میرا چہرہ مہرہ۔ میری چال ڈھال۔ تمہارے ذہن میں خیال آیا ہوگا کہ میں اس پروفیشن میں کیسے آگئی۔ میں کون ہوں۔ میں نے یہ انداز کس طرح اپنائے ہیں؟"

اور میری آنکھوں میں تحسین کے تاثرات ابھر آئے۔

"کیوں؟" اس نے ایک ادا سے گردن ٹیڑھی کرکے پوچھا۔

"میں تمہاری قیافہ شناسی کا معترف ہوں۔ لیکن کیا میرے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کا جواب بھی مل سکے گا؟"

"کیا حرج ہے۔ اب تو میں عریاں ہوں۔ سنو----- میں ایک ڈیوک کی لڑکی ہوں۔ میرا باپ ایک نیک نام انسان ہے۔ لیکن میرے اور اس کے خیالات میں تضاد تھا۔ میں اس سے اختلاف رکھتی تھی اور جب ایک محفل میں' میں نے اپنے محبوب کا بوسہ لے لیا۔ تو وہ میرا دشمن ہوگیا۔ اس نے میرے محبوب کے دونوں ہونٹ کٹوا دیئے اور پھر اسے گولی مار دی۔ مجھے بھی وہ کوئی بڑی سزا دینا چاہتا تھا' لیکن نہ دے سکا۔ اور مجھے فرانس چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ تب میں نے بھی اس سے انتقام لینے کا فیصلہ کرلیا۔ کاش میں فرانس کے کسی بدنام ترین بازار حسن میں رہ کر اپنے باپ کے نام کے ساتھ جسم کا کاروبار کرسکتی۔ کاش۔ کبھی میرا باپ بھی میری عصمت کا گاہک بن کر آتا۔ کاش کبھی میرا کوئی بھائی میرے جسم کا خریدار بنتا۔ کاش۔"

اس کی آنکھوں میں خوفناک چمک ابھر آئی۔ اور میرا جسم لرز گیا۔

عورت دنیا کی سب سے حسین۔ لیکن سب سے خوفناک شئے۔ سب سے خوفناک۔

"سمجھے۔ میں ایک ڈیوک کی بیٹی ہوں۔ میں نے شہزادیوں کی مانند زندگی بسر کی ہے اور میں اپنی ماں کی شکل و صورت پر گئی ہوں۔ میری بہنوں کی شکلیں بھی مجھ سے ملتی جلتی ہیں۔ کاش ہم سب کسی ایسی محفل میں یکجا ہوسکیں' جہاں میرے جسم کے بے شمار خریدار بھی موجود ہوں۔ وہ میرا موازنہ اس ڈیوک کی بیٹیوں سے کریں----- اور----- اور-----"

وہ شدت جذبات سے لرز رہی تھی۔ اور پھر وہ خاموش ہوگئی۔ اس نے کرسی کی پشت سے گردن ٹکا دی۔ آنکھیں بند کرلیں۔ میں اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

دھت تیرے کی۔ یہاں بھی ایک کہانی۔ ایک المیہ موجود ہے۔

چند منٹ کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے تالی بجائی۔ فوراً دونوں خادمائیں اندر آگئیں۔

"لاؤ۔" ژولی ژاں نے عجیب انداز میں کہا۔ اور وہ دونوں جھپاک سے باہر نکل گئیں۔ اور پھر بہت جلد واپس آگئیں۔ ان کے ہاتھوں میں شراب کی ٹرے تھی۔ "بناؤ۔" ژولی ژاں نے پھر کہا۔ اور لڑکیاں گلاس بنانے لگیں۔ پھر انہوں نے ایک گلاس میرے سامنے رکھ دیا۔ دوسرا ژولی نے خود سنبھال لیا۔

"جاؤ۔ تم جاؤ۔" وہ پھر بے صبرے انداز میں بولی۔ اور دونوں لڑکیاں گردن جھکائے باہر نکل گئیں۔ ژولی شراب کی بوتل پر ٹوٹ پڑی تھی۔ اس بھیانک انداز میں پی رہی تھی کہ بڑے بڑے پیکڑوں کو مات کر رہی تھی۔

مجبوراً مجھے اس کے ہاتھ سے بوتل لینی پڑی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں مسکرا دی۔

"میں اب ٹھیک ہوں ڈارلنگ۔" اس نے کہا۔ اور پھر میں پلٹ رہا تھا کہ اس نے پیچھے سے مجھے پکڑ لیا۔ "آؤ بیڈ روم میں چلیں۔ میں۔ میں خود کو بھول جانا چاہتی ہوں۔ آؤ۔"

اور میں نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھالیا۔ اس نے اپنی سفید بانہیں میری گردن میں حمائل کردیں اور گردن اس طرح لٹکالی جیسے بے ہوش ہوگئی ہو' بے سدھ لڑکی کو میں نے اس کے بستر پر ڈال دیا اور وہ ساکت و جامد پڑی رہی۔ نہ جانے اس کے چہرے پر کیسے تاثرات تھے۔ میں انہیں مناسب الفاظ نہ دے سکا تھا۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ مکان کے بیرونی دروازے پر جیسے ہتھوڑوں کی ضربیں پڑ رہی تھیں۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ ژولی بھی جاگ گئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لیمپ روشن کرلیا۔ اور عجیب سی نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

ضربیں بدستور پڑ رہی تھیں۔ اور پھر ایک وحشیانہ آواز سنائی دی۔

"ہے----- ژولی----- ژاں-----"

اور ژالی ژاں کے بدن کو جیسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ "ارے----- ارے----- اوہ-----"

"کیا ہوا ژولی؟" میں نے پوچھا۔ اور وہ اس طرح چونک پڑی جیسے میری موجودگی ہی بھول گئی ہو۔

"تت----- تم----- اوہ----- پلیز----- ہری اپ----- آؤ----- جلدی۔ اوہ۔ جوتے پہنو۔" وہ رو دینے والے انداز میں بولی۔

"مگر ہوا کیا؟" میں نے جھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ارے----- جلدی کرو-----" وہ مجھے دھکا دیتے ہوئے بولی۔ میں نے ناچار تیاری کرلی۔ وہ میرا بازو پکڑ کر مجھے دھکیلتی ہوئی لائی۔ اور مکان کے عقبی حصے میں لے گئی۔

"پلیز----- پلیز----- میں تمہارے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے معاف کردینا۔ دو تین روز کے بعد پھر آنا۔ مجھے معاف کردینا۔" اس نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن۔"

"پلیز----- پلیز-----" وہ گڑگڑائی۔ "اس راستے سے نکل جاؤ۔"

"ژولی۔"

"ارے۔ جلدی کرو۔ اسے غصہ آگیا تو----- تو----- آہ جلدی کرو۔"

"وہ کون ہے آخر؟" میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"تھامپسن ہے۔ جلدی کرو۔"

"اوہ-----" میرے لہجے میں سینکڑوں غراہٹیں تھیں۔ "تھامپسن۔" دل نے بہت سی خواہشات ظاہر کیں۔ لیکن مصلحت مانع ہوئی اور میں نہایت خاموشی سے باہر نکل آیا۔

یہ بات آج تک دل میں کسکتی ہے کہ اس وقت ژولی ژاں نے مجھے بزدل سمجھا ہوگا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ تھامپسن کا نام سنتے ہی میں کان دبا کر بھاگ گیا۔

بہرحال میں وہاں سے چلا آیا۔ دوسرا دن میں نے لوگوں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے گزارا۔ تھامپسن پی گوڈے کا بے تاج شہنشاہ تھا۔ دن میں عجیب عجیب مناظر دیکھنے میں آتے۔ تھامپسن اور اس کے ساتھی پورے کیمپ میں دندناتے پھر رہے تھے۔ جہاں سے پایا لوٹا----- جہاں کوئی لڑکی پسند آئی' اسے برہنہ کردیا۔ فحش مذاق' قہقہے' چیخیں' توڑ پھوڑ۔ ہر شخص سہما ہوا تھا۔ ہر شخص دبکا ہوا تھا میں ساری صورت حال دیکھ رہا تھا اور میرا ذہن بہت سے فیصلے کر رہا تھا۔

ظاہر ہے یہاں کے لوگ اس سے خوش نہ ہوں گے۔ اور یہ عمدہ بات ہے میرے کام کی۔

دوپہر کے بعد ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک میدان میں بہت سے لوگ جمع ہو رہے

تھے۔ اسی میدان میں دس بارہ سہمی ہوئی لڑکیاں لائی گئیں۔ یہ سب کیمپ میں کام کرنے والی ہی لڑکیاں تھیں۔ میرے خیال میں کیمپ کی خوبصورت لڑکیوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ میں ہ لوگوں کے ہجوم میں ذرا پیچھے کھڑا ہوگیا۔ تھامپسن سب سے آگے کھڑا ہوا تھا۔ پھر چار پانچ آدمی چمڑے کے کوڑے لیے ہوئے میدان میں نکل آئے۔ انہوں نے کوڑے لہرا کر لڑکیوں سے لباس اتارنے کے لیے کہا۔

خوفزدہ لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں۔ تب وہ لوگ انہیں کچھ سمجھانے لگے۔ دو چار لڑکیوں نے فوراً لباس اتار دیئے۔ جس نے حیل حجت کی' اس کے بدن پر سرخ دھاری پڑ گئی۔ یہاں تک کہ لڑکیاں لباس سے عاری ہوگئیں۔ سب کی سب سفید نسل کی تھیں۔ ممکن ہے یہ ان کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہو۔ ہاں وہ خوفزدہ ضرور تھیں۔

تب وہ ایک لائن میں کھڑی ہوگئیں' اور تھامپسن نے پستول نکال لیا۔ کیا کر رہا ہے یہ بے غیرت انسان۔ یہاں کوئی بھی نہیں ہے جو اسے گولی مار دے۔ میں نے دل میں سوچا۔ لیکن مجھے تو سبھی خوش نظر آرہے تھے سبھی کے ہونٹوں پر رال بہہ رہی تھی' سب ہی مسکرا رہے تھے۔

اور پھر تھامپسن نے پستول کی نال اوپر کرکے فائر کردیا اور لڑکیاں دوڑ پڑیں۔ یہ برہنہ ریس تھی۔ لڑکیاں ایک طویل دائرے میں بھاگ رہی تھیں اور چاروں طرف سے سسکاریاں ابھر رہی تھیں۔ یہ ریس اس وقت تک جاری رہی۔ جب تک آخری لڑکی بھی گر نہ گئی۔ پورے میدان میں برہنہ لڑکیاں پڑی تھیں۔

تب وحشی آگے بڑھے اور انہیں بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے آئے۔ تھامپسن انعام کے طور پر انہیں چرس اور دوسری نشہ آور اشیا دے رہا تھا۔ دوسرا پروگرام کشتی کا تھا۔ لڑکیوں کی کشتی۔ اس کے لیے لڑکیوں کے جوڑوں کا انتخاب کیا گیا تھا۔ چنانچہ فن کشتی سے ناواقف لڑکیاں' لباس اتار اتار کر ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوگئیں۔ بال کھینچے گئے۔ چہرے نوچے گئے۔ بہت سی لڑکیاں زخمی ہوگئیں۔ جیتنے والیوں کو چرس اور افیون اور دوسری نشہ آور اشیاء انعام میں دی گئیں۔

یہ وحشیانہ کھیل شام تک جاری رہا۔

اور پھر تھامپسن کا دل اس سے اکتا گیا۔ مجمع منتشر ہوگیا۔ اور تھامپسن بھی شاید ژولی ژاں کے یہاں آرام کرنے چلا گیا۔

دوسری صبح جب میں سو کر اٹھا تو------ تھامپسن اور اس کے ساتھی واپس جا چکے تھے۔ کیمپ پر اداسی تھی۔ سب کے چہرے ستے ہوئے اور لٹکے ہوئے تھے کوئی زور سے بول بھی نہیں رہا تھا۔

ہاں۔ کہیں سے رونے کی آواز ابھرتی اور پھر معدوم ہو جاتی میں نے پورے کیمپ کا

گشت کیا۔ اور پھر میرا رخ ژولی ژاں کی طرف گیا۔ دستک دینے پر ملازماؤں نے دروازہ کھولا۔ ان کے چہرے بھی اترے ہوئے تھے۔

"پلیز۔ مادام ژولی ژاں سو رہی ہیں۔ رات کو آنا۔"

"میں کہہ دوں گی------ لیکن آج مادام تمہیں وقت نہ دے سکیں گی۔" ملازمہ نے جھکے جھکے انداز میں کہا۔

"کیوں؟"

"تھامپسن آیا تھا نا؟"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور پھر میں وہاں سے چلا آیا۔

"تھامپسن۔ تھامپسن۔ تھامپسن۔ تھامپسن۔ چاروں طرف ایک ہی نام تھا۔ میرے ہاتھوں میں کھجلی ہو رہی تھی۔ تھامپسن کو تو میں ژولی ژاں کے ہاں ہی ختم کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے بعد کے حالات خطرناک ہو جاتے۔ کچے کام کرنے سے کیا فائدہ۔ چنانچہ مجھے سردارے کی واپسی کا انتظار تھا۔

رات کو کشمکش میں مبتلا ہوگیا۔ ژولی ژاں کے ہاں جاؤں یا نہ جاؤں' لیکن کروں بھی کیا؟ چلا جائے۔ یہ وقت تو گزارنا ہی ہے۔ اور میں ژولی کے مکان پر پہنچ گیا۔ ملازماؤں نے حیرت انگیز طور پر میرا استقبال کیا تھا۔

"معاف کر دیجئے۔ جناب۔ مادام ژولی ژاں نے جب سنا کہ آپ آئے تھے اور ہم نے آپ کو واپس کر دیا ہے تو سخت ناراض ہوئیں۔ ہم معافی چاہتے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے کہا۔

"براہ کرم مادام سے ہماری معذرت کے بارے میں بتا دیں۔"

"میں بتا دوں گا۔" میں نے کہا اور ژولی ژاں کے کمرے کی طرف چل دیا۔

ژولی ژاں ایک آرام کرسی میں دراز کوئی رسالہ دیکھ رہی تھی۔ آہٹ پر اس نے میری طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ------ سیرو۔ آؤ ڈیر------ میں تمہارا انتظار کر رہی تھیں۔"

"شکریہ ژولی۔"

"مجھے تم سے کئی معذرت کرنی ہیں سیرو۔ دن میں بھی تم آئے تھے۔"

"بس یونہی چلا آیا تھا۔"

"نہیں۔ مجھے افسوس ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔"

"اور------ کل رات کو بھی۔ لیکن تھامپسن کے بارے میں تم بھی جان گئے ہوگے۔"

اچھی طرح ژولی ژاں ---- میں اسے تمہارے مکان پر ہی قتل کر دیتا۔ لیکن اس طرح کچھ مشکلات تمہارے لیے بھی پیدا ہو جاتیں۔"

"میں تھامپسن کی بات کر رہی ہوں۔" ژولی میرے الفاظ پر حیران ہو کر بولی۔

"میں بھی اسی کی بات کر رہا ہوں۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ نہیں ڈیر۔ جذباتی مت بنو ---- ایسی کوئی بات کسی دوسرے کے سامنے منہ سے مت نکالنا۔ پلیز۔ اس درندہ صفت کے کان بہت بڑے ہیں۔" ژولی خوفزدہ لہجے میں بولی۔

"وہ میرے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ چکا ہے۔ میں نے اس کے پانچ ساتھیوں کو موت کی نیند سلایا ہے اور ---- اس وقت مجھے اس کی خصوصیات معلوم نہ تھیں۔"

"تم نے ---- تم نے ----" ژولی ششدر رہ گئی۔" میرے خدا۔ وہ تم تھے۔"

"کیوں؟ تمہیں اس بارے میں کیسے معلوم؟" میں نے چونک کر کہا۔

"اوہ۔ سیسرو۔ تھامپسن زخمی چیتے کی طرح تلملا رہا ہے۔ وہ ان لوگوں کی تلاش میں ہے۔ لیکن تمہارے ساتھ تو دوسرے لوگ بھی تھے؟"

"کیا اس نے پورا واقعہ تمہیں سنایا تھا؟"

"ہاں ---- اس نے بتایا تھا کہ وہ ہپیوں کے ایک گروہ کو لوٹ رہا تھا۔ وہ عام آوارہ گردوں کی مانند بزدل تھے۔ لیکن دو آدمیوں نے کام خراب کردیا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کردیا۔ لیکن تھامپسن نے اپنی کلائی پر سرخ کراس بنالیا ہے۔ اس کی قسم ہے کہ وہ اس پورے گروہ کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کردے گا۔"

تھامپسن کو میں اپنے ہاتھوں سے' تمہارے سامنے قتل کروں گا ژولی ژاں۔ یہ میری قسم ہے۔" میں نے کہا اور ژولی پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لی اور سپاٹ لہجے میں بولی۔

"سیسرو ---- پلیز ---- کسی اور کے سامنے اس قسم کی گفتگو مت کرنا۔ یہ میری درخواست ہے۔ اگر تم ان لوگوں میں شامل تھے تب بھی براہ کرم کسی سے اس کا اظہار نہ کرنا۔ تم نہیں جانتے۔ تم نہیں جانتے۔"

"خیر چھوڑو اس گفتگو کو۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ چھوڑو اس گفتگو۔" ژولی ژاں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

دوسرے دن بھی میں شدت سے سردارے کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ دس بارہ آوارہ گردوں کا ایک نیا گروہ آیا تھا۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ اتنے بڑے کیمپ میں درجنوں افراد آتے رہتے تھے۔ یہ گروہ میری نگاہ میں آگیا تھا۔ نہ جانے کتنے آئے ہوں گے اور

کتنے چلے گئے ہوں گے۔ شام کے چار بجے تھے جب سردارے نظر آیا۔ وہ ایک جیپ میں تھا اور اس کے ساتھ چار آوارہ گرد اور تھے۔

میں نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔ صرف چار آدمی؟ جیپ ایک ٹیلے کی آڑ میں رک گئی۔ اور میں ٹہلنے کے انداز میں اس طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں سردارے کے پاس پہنچ گیا۔

"کام کر آیا ہوں استاد۔ ان سے ملو۔ یہ کیگرو ہیں۔ مادام سیکا کے حکم کے مطابق آپ کے ماتحت' اور باقی لوگوں کے انچارج۔"

"مگر کتنے لوگ ہیں سردارے؟"

"تقریباً چالیس لڑاکے استاد ---- مادام کے کہنے کے مطابق بہترین لڑاکے ہیں۔"

"اوہ ---- باقی کہاں ہیں؟"

"سب تھوڑے تھوڑے کرکے پہنچ گئے ہیں۔ مادام نے آپ کے لیے ایک تحفہ بھی دیا ہے۔"

"کیا تحفہ؟"

"یہ استاد۔" سردارے نے اپنے لباس سے ایک چوکور بکس نکال کر میرے سامنے کر دیا۔ میں نے بکس لے کر دیکھا۔ ساخت کے اعتبار سے ٹرانسمیٹر معلوم ہوتا تھا۔

"ٹرانسمیٹر ہے؟"

"ہاں استاد ---- اس سے مادام سے بہ آسانی گفتگو ہو سکتی ہے۔ آج نو بجے وہ آپ کو کال کریں گی۔"

"یہ بہت عمدہ ہوا سردارے ---- ونڈر فل ---- بہت عمدہ کام ہوا ہے۔ اسلحے کی کیا پوزیشن ہے؟"

"بیس اسٹین گنیں ہیں۔ دستی بموں کی ایک پیٹی ہے۔ پستولیں سب کے پاس ہیں۔" سردارے نے جواب دیا۔

"خوب۔" میں نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "بس تو سردارے ان لوگوں سے کہو کہ فی الحال آرام کریں۔ بہت جلد انہیں تکلیف دی جائے گی۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی جناب۔" کیگرو نے کہا۔ اور سردارے میرے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

اسی رات نو بجے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ سردارے میرے پاس ہی موجود تھا۔ سیکا ریفا نے اسے ٹرانسمیٹر آپریٹ کرنے کا طریقہ بتا دیا تھا۔ چند لمحات کے بعد ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

"ہیلو ---- نواز۔"

"نواز۔ سپیکنگ۔ اوور۔"

"سیکا۔ کیسے ہو نواز؟"

"بالکل ٹھیک۔ تمہارا شکریہ سیکا۔"

"اس میں شکریے کی کیا بات ہے نواز۔ بلاشبہ تم نے گروہ کے لیے ایک عمدہ کا(م کیا) ہے۔"

"پی گوڈے تمہاری نگاہوں سے کیسے بچا رہا سیکا؟"

"دراصل میں نے ابھی تک وینس کے قرب و جوار نہیں دیکھے۔ اور پھر حالا(ت) تمہارے علم میں ہیں۔ سوبیتا کے ختم ہونے سے سپلائی اتنی عمدہ ہو گئی ہے کہ تمہیں کیا بتاؤں۔"

"مبارک ہو سیکا۔ لیکن میرا خیال ہے اگر پی گوڈے ہمارے ہاتھ آ جائے تو سپلائی گناہ بڑھ جائے۔"

"کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوا ہے نواز؟"

"بالکل۔"

"آپریشن کب شروع کرو گے؟"

"کل سے۔"

"مجھ سے روزانہ نو بجے رابطہ قائم کرنا۔"

"ممکن ہے نہ کر سکوں۔ لیکن بہرحال موقع ملتے ہی ضرور کال کروں گا۔"

"میں ہر رات نو بجے انتظار کیا کروں گی۔"

"ہاں۔ تمہیں تکلیف ہو گی۔"

"نہیں۔ تمہاری آواز ہی کافی ہے۔"

"شرمندہ کر رہی ہو سیکا۔"

"نہیں نواز ---- تم نے مجھے جو سبق دیا ہے اسے زندگی کے کسی دور میں فرا(موش) نہ کروں گی۔"

"او کے نواز ---- میں تمہاری کامیابی کی منتظر ہوں۔" اور پھر میں نے ٹرانسمیٹر (آف) کر دیا۔ سردارے خاموش بیٹھا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور سردارے نے (ایک) گہری سانس لی۔

"کیا سوچ رہے ہو سردارے؟"

"کچھ نہیں استاد۔"

"پھر بھی؟"

"میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا استاد۔ کہ تمہارا گروہ وہ اتنا بڑا ہو گا، میں خوش قسمت ہوں۔ کیا تم اس گروہ کے سرغنہ ہو استاد؟"

"نہیں سردارے۔ میں بھی اس کا ایک رکن ہوں۔"

"لیکن تمہاری بات بہت بڑی ہے استاد۔"

"ہاں سردارے۔ میں نے اس کے لیے بہت کام کیا ہے۔" میں نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

سردارے میری شکل دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ میرا بازو پکڑ کر جذباتی لہجے میں بولا۔ "مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لو استاد۔ کہہ چکا ہوں کہ وفادار رہوں گا۔"

"اب اس میں شک کی کیا گنجائش ہے سردارے۔ تو میری زندگی کے ساتھ ہے۔" میں نے اس کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا اور سردارے میرے سینے سے لپٹ گیا۔ درحقیقت اس کے اس طرح لپٹنے سے آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ لیکن میں نے یہ آنسو ظاہر نہ ہونے دیئے۔ کئی منٹ تک ہم دونوں جذباتی رہے۔ پھر سنبھل گئے۔

"اب پروگرام کیا ہے استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"دراصل۔ سردارے۔ تھامپسن کو میں تیرے ساتھ مل کر قتل کر سکتا تھا لیکن یہاں اپنے مال کی کھپت کے لیے منڈی بھی بنانی ہے۔ اس لیے میں نے اتنا اہتمام کیا۔ ورنہ میں اکیلا کام کرنے کا عادی ہوں۔ آج تک میں نے اپنے گروہ کی مدد نہیں لی۔ سوبیتا کے معاملے میں بھی میں نے دوسرے ذرائع اختیار کئے تھے۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ اب کیا حکم ہے؟"

"کل سے کام شروع کر دیں گے۔ تھامپسن ابھی یہاں سے گیا ہے ممکن ہے کہیں لمبا نکل گیا ہو۔ لیکن اس کا گروہ موجود ہے۔ چھوٹے موٹے معاملات میں وہ بھی مداخلت کر لیتا ہو گا۔ پہلے ان لوگوں کو درست کریں گے۔ اس کے بعد یقیناً تھامپسن تک بھی اطلاع پہنچ جائے گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ ابتداء کہاں سے ہو گی؟"

"رات کو کیگرو کے ساتھ میٹنگ رہے گی، اسے ہدایت دے دیں گے۔"

"او کے چیف۔" سردارے اٹھتے ہوئے بولا۔

"کہاں چلے؟"

"اجازت ہو استاد۔ تو اپنی کو تلاش کر لوں۔" سردارے نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ۔ ضرور۔ لیکن ممکن ہے اسے مائیکل مل گیا ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ---- کسی ایسی کو تلاش کروں گا استاد۔ جس کا مائیکل اسے نہ ملا ہو۔" سردارے نے کہا۔

"تھوڑی سی چرس۔ دو چار انجکشن وغیرہ جیب میں ڈال لینا۔ بہت سی ایسی مل جائیں گی جن کا مائیکل ہمیشہ کے لیے جا چکا ہو۔"

"اوکے چیف۔ ہدایات یاد رکھوں گا۔" سردارے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "اور سنو۔"

"یس چیف؟"

"اس سے پروگرام بارہ کے بعد کا رکھنا۔ کیونکہ اس سے پہلے ہم کیگرو کے ساتھ ہوں گے۔"

"رائٹ چیف۔" سردار نے جواب دیا۔ اور پھر چلا گیا۔ میں ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور دوسرے دن کے لیے پروگرام بنانے لگا۔ میں نے اس کے لیے ایک لائحہ عمل سوچ لیا تھا۔

اور پھر وہاں سے اٹھنے ہی والا تھا کہ میونگ نائیڈو نظر آگیا۔

"اوہ۔ اوہ۔ نیک آدمی' میں تمہیں ہی تلاش کر رہا تھا۔"

"مسٹر میونگ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ایں۔ اوہ۔ شاید تم مجھے بھول گئے۔" بوڑھے نے مایوسی سے کہا۔

"ارے نہیں-----کیوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"میرا نام آرتھر ریگساں ہے۔"

"خوب-----" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "پتہ نہیں تم اس وقت ہوش میں ہو۔ یا اس وقت ہوش میں تھے جب تم نے اپنا نام میونگ نائیڈو بتایا تھا۔"

"اوہ-----میں اس وقت ہوش میں ہوں۔ یقین کرو' میں اس وقت ہوش میں ہوں۔" وہ میرے نزدیک زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا۔ پھر بے حس و حرکت ہو گیا۔

"ارے۔" میرے منہ سے نکلا۔ وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔ یقیناً وہ بہت زیادہ نشے میں تھا۔

میں گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

رات کو نو بجے کے قریب سردارے میرے پاس پہنچ گیا۔ کیگرو اس کے ساتھ تھا۔ لحیم شحیم آدمی آوارہ گرد کے روپ میں بہت خوفناک لگ رہا تھا۔ لیکن تعاون کرنے والا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

ساڑھے گیارہ بجے تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے۔ میں نے اپنا پروگرام ان دونوں کو سمجھا دیا تھا۔ اس پر بحث کی تھی۔ وہ مجھ سے مکمل طور پر متفق تھے پھر کیگرو نے اجازت مانگی اور چلا گیا۔

میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ "کیسا پروگرام ہے سردارے؟"

"بالکل فٹ ہے استاد-----بہت ڈرامائی۔ مزہ آجائے گا۔"

"اب کیا خیال ہے؟"

"کس بارے میں استاد۔"

"اپنی کو مائیکل مل گیا؟"

"اوہ-----مجھے اپنی ہی نہیں ملی استاد۔"

"اور کوئی بھی نہیں۔"

"اپنے اندر صلاحیت نہیں ہے استاد۔"

"آؤ۔" میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں ڈولی ڈاں کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ حالانکہ اتنی رات گزر گئی تھی لیکن ڈولی جاگ رہی تھی۔ ملازمہ نے اس کے جاگنے کے بارے میں اطلاع دی تھی۔

"کیا نام ہے تمہارا؟" میں نے ملازمہ سے پوچھا۔

"ویتلا۔"

"یہ میرا دوست ہے۔ تمہارا مہمان۔"

"خوش آمدید۔" ملازمہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"کیا معاملہ ہے استاد۔" سردارے گھبرائے ہوئے انداز میں بولا۔

"لے جاؤ اسے۔" میں نے سردارے کو جواب دیئے بغیر ملازمہ سے کہا۔ اور ملازمہ نے سردارے کا بازو پکڑ لیا۔ پھر وہ اسے گھسیٹتی ہوئی لے گئی تھی۔ میں مسکراتا ہوا ڈولی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"ہیرو۔" ڈولی دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

"بہت دیر تک جاگ رہی ہو ڈولی۔"

"تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

"ارے۔ مگر تمہیں یقین کس طرح تھا کہ میں آؤں گا۔"

"دل کہہ رہا تھا۔"

"دل کی باتوں پر یقین مت کیا کرو ڈولی۔ بعض اوقات یہ بڑا دھوکہ دیتا ہے۔"

"لیکن اس وقت؟"

"اتفاق ہے۔"

"میرا بھروسہ دیکھو۔ میں نے ایک بوڑھے شرابی کو دھکے دے کر نکلوا دیا۔"

"کیوں؟"

"وہ یہاں رکنے پر اصرار کر رہا تھا۔"

"اوہ۔" میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ ڈولی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔

مجھے الجھن ہونے لگی۔ ژولی اپنے پہلے روپ میں ہی ٹھیک تھی یہ تاثرات میرے لیے اجنبی نہیں تھے۔ ان تاثرات کی تو ایک لمبی کہانی تھی اس کہانی کے بے شمار کردار تھے۔ ہر کردار ایک ہی جیسی اداکاری کرتا تھا۔ اس وقت ژولی ڈاں مجھے پسند نہ آئی۔

"شراب منگواؤ ژولی۔" میں نے کہا۔

"ابھی۔" ژولی محبت بھرے انداز میں بولی۔ اور پھر اس نے ملازمہ کو بلا کر ہدایت دی۔ اس وقت میں نے نشہ دور کرنے والی گولی منہ میں نہیں رکھی تھی۔ میں نشے میں ڈوب جانا چاہتا تھا۔ اور میرے ذہن میں سرور طاری ہوگیا۔ عالم سرور میں نہ جانے کیا کیفیت رہی۔ نہ جانے کون کون سے مراحل سے گزرا۔ نہ جانے ژولی نے کیا کیا کہا۔ البتہ صبح کو جب ژولی نے مجھے جگایا تو طبیعت بھاری ضرور تھی، لیکن ایک عجیب سی شگفتگی کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر ژولی کو دیکھا۔

وہ شاید باتھ روم سے آئی تھی۔ اس کے حسین بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ اور اس عالم میں وہ بے حد حسین نظر آرہی تھی۔

"اٹھو ڈارلنگ۔ غسل کرلو۔ ناشتہ تیار ہے۔"

اور میں اٹھ گیا۔ ناشتے کے کمرے میں سردارے بھی موجود تھا۔ ژولی کو دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اور پھر وہ بھونڈے انداز میں مسکرانے لگا۔

"نئی بھابی ہے استاد؟" اس نے اردو میں کہا۔

"یہی سمجھ لے سردارے۔ لیکن بھابی بڑا محترم لفظ ہے۔ ان لوگوں کے لیے تو یہ لفظ مت استعمال کیا کر سردارے۔ مجھے دکھ ہوتا ہے۔"

"سوری استاد---- آئندہ نہیں کہوں گا۔" سردارے نے کہا۔

"شکریہ سردارے۔ تم بتاؤ کیسی رات گزری۔"

"شرم آتی ہے استاد۔" سردارے نے بھونڈے انداز میں کہا۔ اور مجھے ہنسی آگئی۔

"یہ کونسی زبان ہے سیمرو۔ بڑی عجیب۔ بڑی اجنبی۔" ژولی نے میرے لیے کرسی کھینچتے ہوئے کہا اور میرے بیٹھنے کے بعد خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

"یہ بڑی پیاری زبان ہے ژولی۔ کبھی تفصیل سے اس کے بارے میں بتاؤں گا۔" میں نے ناشتہ شروع کرتے ہوئے کہا اور ژولی نے پھر اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔ واپسی میں، میں نے نوٹوں کی ایک گڈی ملازمہ کو دینا چاہی۔

"نہیں سیمرو۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں ژولی؟" میں نے حیرت سے کہا اور جواب میں ژولی نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اداسی تھی اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر تم بہت ضروری سمجھتے ہو۔ تو ٹھیک ہے۔" سردارے نے گڈی ملازمہ کو دی۔

ہم دروازے کی طرف بڑھے تو ژولی نے کہا۔ "آج رات کو آؤ گے سیمرو؟"

"ہاں، ہاں۔ ضرور آئیں گے۔ میں نے ان سے وعدہ کرلیا ہے۔" میرے بجائے سردارے بول پڑا۔ اس نے ایک ملازمہ کی طرف اشارہ کیا تھا اور ژولی کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں انتظار کروں گی۔" وہ بولی۔ اور پھر ہم دونوں باہر نکل آئے۔

"جیتے رہو استاد۔ جو کام بھی کرتے ہو اونچا کرتے ہو۔ کیا عورت تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس کے سامنے میری نگاہ بھی نہیں اٹھ سکتی، یہ تمہارا ہی جگر ہے۔ اور استاد۔ یقین کرو وہ تمہارے اوپر جان دیتی ہے۔" سردارے نے کہا۔

"ان باتوں کو اہمیت نہیں دینی چاہیے سردارے۔ زندگی کے سفر میں کسی سے اتنا پیار مت کرو کہ کوئی دل کی کسک بن کر رہ جائے۔ آنے والوں کا استقبال کرو، اور جب جائیں تو ان کے چہرے بھی بھول جاؤ۔ ایک ایک نقش ذہن سے مٹا دو۔"

سردارے حیرت سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو استاد۔ عورت کے معاملے میں میرا تجربہ کچھ نہیں ہے۔ کام شروع کیا جائے استاد۔ نو بج چکے ہیں۔"

"ہاں---- آؤ----" میں نے اندرونی لباس میں پستول چیک کرتے ہوئے کہا۔ سردارے نے بھی اپنا پستول سنبھال لیا تھا۔ اور پھر ہم نے روفیساں کے قہوہ خانے کا ہی رخ کیا۔ سردارے نے دور سے کیگرو کو اشارہ کردیا تھا۔ ہم دونوں روفیساں کے قہوہ خانے میں داخل ہوگئے۔ تب میں نے ایک بیرے کو روک لیا۔

"روفیساں کہاں ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اندر۔"

"اسے باہر بھیج دو۔ مجھے اس سے کام ہے۔"

"میں کہے دیتا ہوں۔" بیرے نے کہا اور اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد روفیساں باہر نکل آیا۔ لیکن میری شکل دیکھتے ہی وہ بدک گیا۔

"پھر آگئے تم؟ تم نے ہی مجھے بلایا تھا؟"

"ہاں روفیساں۔"

"اب کیا چاہتے ہو؟"

"تھامپسن سے حاصل کیا ہوا پورا اسٹاک میرے سامنے ظاہر کردو۔ ورنہ تمہارے قہوہ خانے کو آگ لگا دوں گا۔"

"کیا بکواس کرتے ہو۔ میں۔ میں تمہیں دھکے دے کر یہاں سے۔" لیکن روفیساں کا جملہ پورا ہونے سے قبل ہی میرا ہاتھ اس کے گال پر پڑا۔ چٹاخ کی آواز کافی زوردار تھی۔

رو فیساں ہکا بکا رہ گیا۔

دوسرے لوگ چونک کر ہماری طرف دیکھنے لگے تھے۔ اور پھر رو فیساں کو بھی ... آگیا۔ وہ کسی ارنے بھینسے کی طرح میری طرف لپکا۔ اور میں نے بھی کسی بل فائٹر کی ما... اس کا وار خالی دے کر ایک لات اس کی کمر پر جڑ دی۔ رو فیساں اوندھے منہ جا پڑا۔ ... چاروں طرف سے بیرے دوڑ پڑے۔

لیکن اسی وقت سردارے نے پستول نکال لیا۔ خبردار۔ کسی نے آگے بڑھنے کی کو... کی تو میرا نام پنٹو ہے۔"

بیرے رک گئے۔ قہوہ خانے میں بیٹھے لوگ کھسکنے لگے تھے۔

میں نے اوندھے پڑے ہوئے رو فیساں کو اٹھایا۔ اور دوسرا تھپڑ اس کے گا... جڑتے ہوئے کہا۔" اسٹاک ظاہر کرو گے یا نہیں؟"

"میں۔ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔ میں۔ میں۔" رو فیساں نے پھر پاگلوں کے سے ا... میں مجھے گرفت میں لینے کی کوشش کی۔ اور اس بار میں نے اس کی خاصی مرمت کردی۔ ... نے اس کی ناک پر گھونسہ جڑ دیا۔ اور جب وہ زمین پر گر پڑا تو میں نے اسے ٹھوکروں پ... لیا۔ رو فیساں کے منہ ناک اور جسم کے دوسرے حصوں سے خون بہنے لگا تھا۔

قہوہ خانہ خالی ہوگیا۔ پھر ایک بیرے نے جوش وفاداری سے مغلوب ہو کر سردار... کے پستول کو نظرانداز کرکے اس پر ٹوٹ پڑنے کی کوشش کی۔ لیکن سردارے نے اس کی ... میں گولی مار دی تھی اور اس کے بعد اس بیرے کی ٹانگ کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ہمت ... ٹوٹ گئی۔ بیرے بری طرح سے نکل بھاگے تھے۔

"ہاں۔ اب بولو۔ کیا خیال ہے؟" میں نے رو فیساں کے سر پر پہنچ کر کہا۔

"اسٹاک۔ اسٹاک اندر تہہ خانے میں ہے۔"

"اٹھو۔" میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اٹھایا۔ فرش کے نیچے ایک چوڑے تہہ خا... میں منشیات کے انبار لگے ہوئے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے باہر ... گیا۔ سردارے سچ مچ اپنے کام میں ماہر تھا۔ آوارہ گردوں کا ایک گروہ اندر آگیا۔ اور اس ... خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے سارا اسٹاک لوٹ لیا۔

مفت کا مال ملے تو کسے انکار ہو۔

لیکن باہر کے حالات ہماری توقع کے مطابق سنگین ہوگئے تھے۔ وہ چھ آدمی تھے۔ لمبی ڈاڑھیاں طویل القامت۔ اور ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ سب کے سب ایک لائن ... کھڑے تھے۔ اور کافی خطرناک نظر آرہے تھے۔

رو فیساں کے ہوٹل کا ایک بیرہ ان کے ساتھ تھا۔

"یہی ہیں۔ یہی ہیں۔" بیرے نے چلا کر کہا۔ وہ سب خونی نگاہوں سے ہمیں گھور...

گئے! ہم دونوں بھی ان کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ لیکن کیگرو ان کے عقب میں موجود تھا۔ اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"پستول پھینک دو۔" ان میں سے ایک نے سرد لہجے میں کہا۔ اور ہم دونوں نے پستول اطمینان سے ہولسٹروں میں رکھ لئے۔

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"سیمرو۔" میں نے جواب دیا۔

"تھامپسن کو جانتے ہو؟" اس نے کہا۔

"تھامپسن سے پوچھو۔ سیمرو کو جانتا ہے۔ اسے صرف اس ٹیلے کا حوالہ دینا جہاں وہ اپنے پانچ ساتھیوں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہوا تھا۔" میں نے کہا اور وہ سب کے سب اچھل پڑے۔ ان کے انداز میں نمایاں تبدیلی نظر آئی تھی۔

"ت------ تو تم ------ دونوں وہی ہو؟"

"ہاں۔ سیمرو تمہیں حکم دیتا ہے------ کہ ------ اپنے پستول پھینک دو۔ تھامپسن کو سیمرو کا پیغام دو کہ آئندہ وہ ادھر کا رخ نہ کرے۔ اگر اس نے آئندہ ادھر کا رخ کیا۔ تو اس کی لاش کسی گڑھے میں پڑی سڑ رہی ہوگی۔" میں نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تھامپسن کی توہین کرنے والے زندہ نہیں رہتے۔ سمجھے۔ تھامپسن کے کانوں تک یہ پیغام پہنچا تو وہ تمہاری لاشیں دیکھنے کے لیے بے چین ہو جائے گا اور ہم سے سوال کرے گا کہ ہم نے ان الفاظ کی ادائیگی کیوں پوری ہونے دی۔ اس لیے تم------ فوراً مرجاؤ۔" اس نے کریہہ انداز میں ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے پستول سیدھے ہی کئے تھے کہ.....!

☆ ☆ ☆

کیگرو اور اس کے ساتھی آگے بڑھ آئے۔ انہوں نے پستول ان لوگوں کی کمر سے لگا دیے تھے۔ "پستول پھینک دو ماسٹر۔ ورنہ کر کے سوراخ تمہیں پلٹ کر ہماری شکلیں بھی نہیں دیکھنے دیں گے" اس کی سرد آواز ابھری اور ڈاڑھی والے چونک پڑے۔ ان کے بدن تن گئے تھے اور پھر ان کے پستول والے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

تب کیگرو کا ایک ساتھی آگے بڑھا اور اس نے بڑے احترام سے پستول ان لوگوں کے ہاتھوں سے لے لیے------!

"بس اب گھوم جاؤ میرے پیارو------!" گرانڈیل کیگرو نے مسخرے انداز میں کہا۔ لمبی ڈاڑھیوں والے گھومے اور پھر طاقتور گھونسوں نے ان کا استقبال کیا۔ ان میں کیگرو کا گھونسہ بھی شامل تھا۔ اور وہ بڑا ہی بدقسمت تھا جو کیگرو کے ہاتھ کی زد میں آیا تھا۔ یقیناً" اس کے جبڑے اپنی جگہ سے کھسک گئے ہوں گے۔ وہ اچھل کر کئی فٹ دور جا گرا تھا۔

ہوٹل کے اس بیرے نے بدلتی ہوئی صورت حال کو دیکھ کر کھسک جانے کی کو
کی، جو ان لوگوں کو لے کر آیا تھا لیکن وہ بھی کیگرو کی زد سے دور نہیں تھا۔ کیگرو نے ا
چوڑے ہاتھ سے اس کی گردن پکڑ لی۔

"تم کہاں جا رہے ہو ماسٹر۔ ان لوگوں کا حشر تو دیکھتے جاؤ، جنہیں ساتھ لائے تھے"
اور بیرے کا رنگ فق ہو گیا۔

"مارو-----!" کیگرو خونخوار لہجے میں اپنے ساتھیوں سے بولا----- اور ک
کے ساتھیوں نے ڈاڑھی والوں پر یلغار کر دی۔ ان کے کپڑے پھاڑ دیے گئے، ڈاڑھیاں
بال اکھیڑ دیے گئے اور انہیں مار مار کر لہولہان کر دیا۔ کیگرو اس دوران بیرے کی گردن پکڑ
کھڑا رہا اور بیرہ اس طرح اس کی گرفت میں ساکت رہا جیسے جان نکل چکی ہو!

بہت سے لوگ خوفزدہ نگاہوں سے پٹنے والوں اور مارنے والوں کو دیکھ رہے تھ
میری طرف اٹھنے والی ہر نگاہ خوف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ تہہ خانے سے منشیات لوٹنے وا
کبھی کے فرار ہو چکے تھے۔

بہرحال جب تھامپسن کے کسی ساتھی میں کھڑے ہونے کی سکت نہ رہی تو میں
ہاتھ اٹھا دیا۔ "بس کافی ہے----- انہیں اس قابل چھوڑ دو کہ یہ اپنے دوسرے ساتھیوں
مدد کے لیے لا سکیں"۔

اور کیگرو کے ساتھی رک گئے!

تب وہاں کھڑے ہوئے لوگوں نے نعرہ لگایا "سیسرو زندہ رہے" اور لطف کی بات
تھی کہ نعرہ لگانے والوں میں خود رونیساں بھی شامل تھا۔ اسے زندگی کی ضرورت تھی---
اور زندگی کی تقسیم----- طاقتور ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے----- میں نے اپنے ساتھیوں
اشارہ کیا----- اور وہ واپس پلٹ پڑے۔

"اس کا کیا کروں باس---؟" کیگرو نے اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے بیرے کے
پوچھا۔ اور میں اس کے قریب پہنچ گیا-----!

"کیوں----- تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے---؟" میں نے اس کی تاریک
آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ لیکن ان آنکھوں میں خوف کے سوا کچھ نہ تھا۔

"چھوڑ دو اسے-----!" میں نے کہا----- اور کیگرو نے اس کی گر
چھوڑ دی۔ "چلو----- بھاگ جاؤ-----" میں نے بیرے سے کہا۔ لیکن وہ بھاگنے
کوشش کے باوجود نہ بھاگ سکا! اور وہیں زمین پر اکڑوں بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ ہم سب ہنستے ہو
باہر نکل آئے تھے۔

باہر دور دور تک مجمع لگا ہوا تھا جو اندر کے حالات جاننے کے لیے بے چین تھا
کیگرو اور اس کے ساتھیوں نے پستول نکال لیے اور پھر وہ پستولوں کی نالیں آسمان کی طر

کر کے فائرنگ کرنے لگے۔ ساتھ ہی وہ سیسرو کے نام کے نعرے بھی لگاتے جا رہے تھے اور مجمع
میں بھگدڑ مچ گئی----- لوگ بلاوجہ خوفزدہ ہو کر بھاگ رہے تھے----- لیکن میں کیگرو
کے کام کی داد دے رہا تھا----- بلاشبہ اس نے ذرا سی دیر میں سیسرو کی خوف پبلسٹی کر دی
تھی!

ہمارا غول جدھر سے گزرا، لوگ راستہ چھوڑ کر بھاگتے رہے----- ہم نے ایک
دوسرے قہوہ خانے یا۔ بالالفاظ دیگر منشیات کے اڈے کا رخ کیا تھا----- لیکن سیسرو کا نام
وہاں بھی پہنچ چکا تھا اور قہوہ خانے کا مالک ہاتھ جوڑے دروازے پر کھڑا تھا!

"ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے جناب" اس نے لجاجت آمیز انداز میں کہا۔

"کتنا اسٹاک ہے---؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"فہرست بنا کر آپ کو پیش کر دی جائے گی"۔

"ٹھیک ہے----- اس کے بعد تم سیسرو سے مال خریدو گے، سمجھے----- اور
سنو----- ایک گروہ بنا کر سارے اڈوں تک یہ اطلاع پہنچا دو----- کہ اسٹاک کی فہرست
سیسرو کو پیش کریں-----"

میں یہ خدمت بخوبی انجام دوں گا!" مالک نے کہا۔

"خوب-----کیا نام ہے تمہارا؟"

"پاسکل جناب!"

"تو پاسکل جناب----- تم یہ کام کرو----- اور کیا کر سکتے ہو؟"

"جو حکم کریں جناب-----"

"ہمارے لیے خیمے کا بندوبست کرو-----"

"اوہ----- خیمہ کیوں جناب----- میں مکان پیش کر سکتا ہوں۔ میرے پاس
مکان فالتو ہے-----!"

"تو پھر پیش کرو نا یار----- ہاں، کوئی مکاری نہ ہو-----" میں نے آنکھ دبا کر
کہا اور پستول کی نال اس کی گردن پر رکھ دی۔

"مکاری نہیں ہوگی ماسٹر----- تم دیکھ چکے ہوگے، تھامپسن کا رویہ کس قدر غیر
انسانی ہے----- ہم میں سے کون ہے، جو اس سے دل سے نفرت نہیں کرتا----- لیکن
طاقتور کی لاٹھی سے سب ڈرتے ہیں۔ تم دیکھ لینا ماسٹر، اگر لوگوں کو یقین ہو جائے کہ تم
تھامپسن سے ٹکر لے جاؤ گے تو سب تمہارے ساتھی ہوں گے-----!"

"کیا نام بتایا تھا تم نے---؟"

"پاسکل ماسٹر-----!"

"ٹھیک ہے پاسکل----- تم لکھ لو----- تھامپسن کا مقبرہ بہت جلد تمہیں

گوری کے پانی میں نظر آئے گا"۔

"سیمرو زندہ باد-----" پاسکل نے نعرہ لگایا اور کیگرو اور اس کے ساتھی پھر شور مچانے اور گولیاں چلانے لگے----- بلاشبہ کیگرو دہشت گردی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

پاسکل نے ہمیں رہائش کے لیے مکان فراہم کر کے گویا اپنی دوستی پکی کر لی تھی لیکن اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ بلاشبہ اس نے ایک بہت بڑا رسک لیا تھا۔ اگر تھامپسن ہمارے اوپر بھاری پڑ جاتا تو اس کی لاش کتے گھسیٹ رہے ہوتے لیکن وہ شاید عمدہ گیم کھیلنے کا عادی تھا اس لیے دیکھ دیکھ کر کارڈ پھینک رہا تھا اور اب حالات کا منتظر تھا۔

جو مکان پاسکل نے ہمیں پیش کیا تھا' وہ کافی کشادہ اور بہت خوبصورت تھا----- یقیناً" وہ بھاری کرائے پر اٹھا ہوا ہوگا۔ اور اسے پاسکل نے ہمارے نام پر خالی کرایا ہوگا!

بہرحال کیگرو اور اس کے ساتھی مکان سے کچھ دور تعینات ہوگئے۔ کیگرو نے اپنے طور پر کچھ انتظامات کیے تھے۔ اسی شام تقریباً" چھ بجے قہوہ خانوں----- یا منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد ہماری خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے پاس اسٹاک کی فہرستیں تھیں جو انہوں نے میرے سامنے رکھ دیں۔ ان میں پاسکل بھی شامل تھا۔ میں نے اس کے چہرے کا رنگ اڑا دیکھا لیکن دوسروں کے اور خود میرے سامنے وہ خود کو نڈر ظاہر کر رہا تھا-----!

"کیا یہ فہرستیں درست ہیں---؟" میں نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"حرف بحرف جناب---؟"

"سنو----- میرا نام سیمرو ہے۔ اگر ان کے علاوہ ایک تولہ چرس بھی تقسیم ہوئی تو چرس کے ڈھیر میں رکھ کر آگ لگوا دوں گا! سمجھے----- ورنہ کل کا دن اور دیا جاتا ہے----- پورا اسٹاک ظاہر کرو-----"

"فہرستیں بالکل ٹھیک ہیں جناب----- آپ تسلی کر سکتے ہیں-----"۔

"تم ان کی قیمت ادا کر چکے ہوگے---؟"

"میں بھی ادھار نہیں کروں گا----- ان فہرستوں کے مطابق پانچ فیصد کمیشن مجھے دیا جائے----- اور آئندہ یہاں صرف سیمرو سپلائی کرے گا' تم لوگ اپنے آرڈر بک کرا دینا---- ایک ہفتے کے اندر سپلائی ہو جائے گی"۔

"ایسا ہی ہوگا جناب----- لیکن-----؟"

"لیکن کیا-----؟" میں نے اس شخص کو گھورتے ہوئے کہا جس نے یہ بات کی تھی۔ "چند باتیں پوچھنا چاہتا ہوں"۔

"کیا----؟" میں غرایا۔

"کیا اب----- اب یہاں تھامپسن' یا اس کے گروہ کے افراد باقی رہیں گے؟"

"تم میں سے جو ان کے کسی آدمی کی نشاندہی کرے گا اسے دس پونڈ چرس انعام ملے گی" میں نے کہا۔

"اوہ----- اوہ----- ہمیں اس کی ضرورت نہیں----- ہم سب اس سے نجات چاہتے ہیں-----"

"بہت جلد اس کا نام گوری میں روپوش ہو جائے گا!"

"ہم احکامات کی تعمیل کریں گے"۔

"اور کچھ-----؟"

"ایک ضروری درخواست-----؟ اس شخص نے لجاجت سے کہا۔

"وہ بھی کہو-----؟"

"کیا کیمپ میں قیام کرنے والے سیاحوں کی زندگیاں' دولت اور----- ان کی عورتیں محفوظ ہوں گی-----؟" تھامپسن کے رویے سے پرانے سیاح بددل ہوگئے ہیں اور اب ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ ہماری ساکھ ختم ہو رہی ہے"۔

"یہاں قیام کرنے والے سیمرو کے مہمان ہوں گے۔ ان کی ہر تکلیف کا ازالہ کیا جائے گا-----"

"یہ بہت عمدہ بات ہوگی اور اس سے ہمارے کاروبار کو ترقی ملے گی----- ہم نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں اور اجازت چاہتے ہیں-----" اور منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد رخصت ہوگیا۔

سردارے اس دوران میرے ساتھ تھا----- اور سحر زدہ سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا!

"کیوں سردارے-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"کچھ نہیں نواز-----" سردار نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"اپنی یاد آ رہی ہے-----؟" میں نے پوچھا

"او نئیں یار----- تیرے بارے میں سوچ رہا ہوں-----؟" سردار نے کہا۔

"میرے بارے میں مت سوچا کر سردارے-----" میں نے کہا۔

"کیوں-----؟" کیوں نہ سوچا کروں----- تو کتنا حیرت انگیز انسان نکلا نواز۔ میں نے تو اس دنیا میں کچھ بھی نہیں کیا----- لیکن تیری بڑی حیثیت ہے-----"

"بڑی حیثیت-----" میں نے تلخ انداز میں کہا----- "ہاں سردارے----- میری بہت بڑی حیثیت ہے----- میرا باپ میری اس حیثیت کو دیکھتا تو نہ جانے اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو----- سخت ہوشیاری کی ضرورت ہے----- پورے ماحول پر نگاہ رکھنا----- اور ہاں تھامپسن کے ان لڑاکوں کے بارے میں کیا رپورٹ

ہے؟"

"معلوم نہیں ہو سکا-----"

"معلوم کرو----- میرے خیال میں وہ جا چکے ہوں گے-----"

"ابھی معلوم کرتا ہوں-----!" سردار نے کہا اور باہر نکل گیا----- تب میں نے سوچنے کے انداز کو بدلنے کی کوشش کی----- اتنا طویل عرصہ گزر چکا تھا----- اخلاق و اقدار سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا----- حرام کی کمائی خون کے ذرے ذرے میں شامل ہو چکی تھی۔ لیکن پھر بھی نہ جانے دل کے کون سے کونے میں سرخی رہ گئی تھی جو پریشان کرنے لگتی تھی۔

میں اس سرخی کو بھی سیاہی میں بدل دینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ شاید میرے بس کی بات نہیں تھی۔ بہرحال اس وقت میں نے بمشکل تمام مایوس کن اور پریشان کرنے والے خیالات سے خود کو روکا اور آئندہ پروگرام پر غور کرنے لگا! سب سے پہلے تو تھامپسن کا مسئلہ تھا----- دیکھنا یہ ہے کہ اس کے پاس کتنی قوت ہے----- اور وہ کیا کرے گا!

ویسے اس کے لیے انتظامات ضروری تھے----- ذرہ سی لاپرواہی ہمیں نقصان پہنچا سکتی تھی۔ اس کے بعد دوسرے انتظامات کیے جائیں گے۔ چنانچہ میں سردارے کا انتظار کرنے لگا!

اور تقریباً" بیس منٹ کے بعد سردارے واپس آ گیا----- اس کے چہرے پر دلچسپی کے آثار تھے۔

"خیریت-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بڑے دلچسپ حالات ہیں نواز-----" سردارے نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"مثلاً"-----؟"

"پورے کیمپ میں سیمرو کا نام گونج رہا ہے----- میرا خیال ہے ایک ایک آدمی اس وقت تمہارے بارے میں جاننے کا شوقین ہے----- ہپیوں کی ٹولیاں تمہارے بارے میں گفتگو کر رہی ہیں۔ لوگ انوکھی انوکھی چہ میگوئیاں کر رہے ہیں' کچھ لوگ تمہیں برٹش زلزلے کے نام سے منسوب کر رہے ہیں----- اور دوسروں کو بتا رہے ہیں کہ ایک زمانے میں تم نے لندن میں تباہی مچا رکھی تھی"۔

"اوہ-----" میں ہنس پڑا۔ "وہ زمانہ تو مجھے بھی یاد نہیں ہے سردارے"

"انہیں یاد ہے-----!" سردارے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

"خیر----- جس کام کے لیے گئے تھے' اس کے بارے میں بتاؤ"۔

"بات ان چھ تک محدود نہیں تھی"۔

"کیا مطلب-----؟"

"وہ بے چارے اپنے قدموں سے نہیں جا سکے۔ ہاں تقریباً" پندرہ آدمی انہیں تین جیپوں میں ڈال کر لے گئے ہیں----- چھ موٹر سائیکلیں بھی گئی ہیں!" سردارے نے بتایا۔

"گڈ----- ویری گڈ----- کیا وہ اپنے کیمپ اکھاڑ کر لے گئے-----؟"

"اوہ----- یہ نہیں معلوم کیا استاد-----!" سردارے نے کہا۔

"آؤ سردارے----- کام پورا ہی ہی ہونا چاہیے۔ ابھی بہت سے کام کرنے ہیں----- ہم کسی دھوکے میں مار کھانے کے لیے تیار نہیں ہیں-----" میں نے کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

اور پھر ہم باہر نکل گئے----- کیگرو اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔ بلاشبہ' دیو قامت شخص کی شکل دیکھنے سے ہی رعب پڑتا تھا۔ اور سردارے بول اٹھا "یہ کیگرو واقعی کام کا آدمی ہے"۔

"ہاں----- اسے دیکھ کر مجھے ایک اور دوست یاد آ جاتا ہے" میں نے کہا۔

"کون-----؟"

"کیسگارڈ" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کیگرو جسامت میں اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔ دو بہن بھائی تھے----- دونوں نے میرے لیے جان دے دی تھی"۔

"اوہ----- تمہارے ساتھ تو نہ جانے کتنی کہانیاں وابستہ ہوں گی استاد"۔

"ہاں----- بے شمار کہانیاں-----" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ یہ جملہ دل میں چبھ جاتا تھا----- کیگرو سے کچھ لوگوں کو لے کر ہم کیمپ کی طرف چل پڑے اور پھر میں نے پاسکل کو اس کے اڈے سے اٹھایا----- پاسکل دوڑا دوڑا آیا تھا۔

"تم لوگوں نے تھامپسن کے آدمیوں کی نشاندہی نہیں کی" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرے آدمی ابھی ابھی ان کے بارے میں معلومات حاصل کر کے میرے پاس پہنچے ہیں"۔

"کیا معلومات حاصل ہوئیں-----؟"

"ایک ایک آدمی نکل گیا----- یقیناً" وہ تھامپسن کے پاس دوڑے گئے ہوں گے"۔

"ان کے خیمے کہاں ہیں؟"

"میرے ساتھ آئیے مسٹر سیمرو-----!" پاسکل نے کہا اور پھر پاسکل ہمیں ان شاندار خیموں کے پاس لے گیا' جو ضروریات زندگی سے پوری طرح آراستہ تھے۔

میں نے خیموں میں جا کر ان میں رکھا ہوا سامان دیکھا اور پھر پاسکل کی طرف----- "کیا تم مال غنیمت میں یہ سامان پسند کرو گے-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے

پوچھا۔

"اوہ جناب------ اگر آپ حکم دیں گے تو------ تعمیل کروں گا------ ورنہ------ ورنہ مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے" پاسکل نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"اگر ضرورت نہیں ہے------ تو پھر یہ میرے ساتھیوں کے کام آئے گا" میں نے کہا اور پھر میں کیگرو کے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر بولا "یہ خیمے تمہارے ہیں------ ان پر رکھا ہوا سامان تمہارا ہے------ لوٹ لو------ خیمے اکھاڑ لو------ اور کیگرو کے ساتھی شور مچاتے ہوئے خیموں پر ٹوٹ پڑے، اور چند ہی ساعت کے بعد وہاں خیموں کے گرد کے علاوہ اور کچھ نہ رہ گیا تھا۔

اس کام سے فراغت کے بعد ہم پھر واپس لوٹ آئے۔ واپسی میں میں نے کیگرو کو بھی ساتھ لے لیا تھا------ بڑا سعادت مند اور تعاون کرنے والا خوش مزاج انسان تھا!

"کیسے جا رہے ہو کیگرو------؟"

"تم دیکھ رہے ہو ناماسٹر------ مجھے میری خامیوں سے آگاہ کرو" کیگرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں------ تم عمدہ آدمی ہو------ میں تمہارے کام سے بہت مطمئن ہوں ویسے تھامپسن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"سامنا ہونے پر ہی عرض کر سکوں گا" کیگرو نے جواب دیا۔

"اور اس سے قبل تو تمہاری اس سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"نہیں------ اور اس بات کا افسوس ہے"۔

"بہرحال کیگرو------ وہ ایک مکار شخص ہے------ اگر ہم اس کی مکاری سے مار کھا گئے تو بہت افسوسناک بات ہوگی------"

"کیگرو بڑے دعوے نہیں کرے گا جناب------ لیکن مادام سیکاریٹا نے آپ کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ میں بہرحال آپ کے احکامات کا پابند رہوں گا"۔

"شکریہ کیگرو------ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے کچھ آدمی کیمپ آنے والے راستے پر نگاہ رکھیں------ میری خواہش ہے کہ اسے کیمپ سے دور ہی جا لیا جائے تاکہ کیمپ برباد نہ ہو"۔

"بہت عمدہ خیال ہے------"

"ویسے میں تمہارے بہتر مشورے کو سراہوں گا"۔

"تب سارے انتظامات میرے اوپر چھوڑ دیں جناب------" کیگرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے------ مجھے تمہارے اوپر اعتماد ہے------ ویسے میں کیمپ میں ہی رہوں گا"

"چند عمدہ لڑاکے آپ کے پاس چھوڑے دے رہا ہوں------ مجھے میرا کام کرنے کی اجازت دیں"۔

"اجازت ہے------" میں نے کہا اور کیگرو خوش ہوگیا۔

"ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرنے میں مزہ بھی آتا ہے جناب------ آپ دیکھیں گے میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا"۔

"مجھے یقین ہے------" میں نے کہا اور کیگرو چلا گیا------ سردارے اس دوران خاموش بیٹھا رہا تھا------ کیگرو کے جانے کے بعد سردارے نے کہا:

"میرا خیال ہے استاد------ اب ہم اس وقت تک کے لیے فارغ ہوگئے جب تک تھامپسن سامنے نہیں آتا"۔

"ہاں کسی حد تک------ لیکن ایک کام اور کرو سردارے"۔

"کیا استاد------!"

"نئے آنے والوں پر نگاہ رکھنی ہوگی"۔

"میں نہیں سمجھا استاد------!"

"دو تین آدمیوں کی پرواہ نہیں ہے------ لیکن اگر ہپیوں کا پورا گروہ آئے تو اسے مکمل طور پر چیک کرنا ہوگا------"

"اوہ------ میں سمجھ رہا ہوں استاد!"

"کیا سمجھ رہے ہو------؟"

"خاص طور سے تندرست و توانا ہپی------" سردارے مسکرایا۔

"ہاں------ تمہارا خیال درست ہے------ گو تھامپسن سے ایسی کسی چالاکی کی امید نہیں ہے------ وہ تو بس غضبناک ہو کر دوڑ پڑے گا اور نقصان اٹھائے لیکن ہمیں ہر پہلو پر نگاہ رکھنی ہوگی"۔

"تو میں نگاہ رکھوں استاد------" سردارے نے پوچھا۔

"اپنی کو تلاش کرو گے؟" میں مسکرایا۔

"کوئی بھی اپنی مل جائے استاد------ جس کا مائیکل گم ہوگیا ہو"۔

"مجھے اعتراض نہیں ہے------ لیکن تم محتاط رہو گے------ ممکن ہے ابھی تھامپسن کے کچھ وفادار یہاں پوشیدہ ہوں"۔

"میں پوری طرح محتاط رہوں گا استاد------" سردارے نے کہا اور باہر نکل گیا۔

اس کے بعد میں عمارت میں ہی آرام کرنے لگا۔ تھامپسن سے مقابلہ ضرور ہونا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ تھامپسن بہت بڑی جماعت کے ساتھ حملہ آور ہوتا------ ایسی شکل میں مجھے ان ہی لوگوں سے کام لینا تھا------ لیکن ایسے خوبصورت اور جامع پروگرام کے ساتھ کہ

تھامپسن کے چھکے چھوٹ جائیں----- اور تنہائی میں' میں کوئی ایسا منصوبہ سوچنا چاہتا تھا۔
وقت گزرتا رہا----- اور پھر رات ہوگئی----- اس وقت اندازے سے رات کے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے ہوں گے۔ عمارت کے ملازمین نے چاروں طرف روشنیاں کر دی تھیں----- میں ایک آرام دہ کمرے کی مسہری پر لیٹا ہوا تھا کہ ایک ملازم نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے----- آجاؤ-----" میں نے کہا----- اور ملازم اندر آگیا۔

"خاتون ژولی ژاں آپ سے ملاقات کرنا چاہتی ہیں"۔

"اوہ-----" میں چونک پڑا" کہاں ہیں وہ-----؟"

"باہر موجود ہیں-----"

"بلا لاؤ-----!" میں نے کہا اور سنبھل کر بیٹھ گیا۔ چند ساعت کے بعد ژولی ژاں دروازے پر نظر آئی۔ نیلے رنگ کے ٹخنوں تک کے لباس میں ملبوس' جس میں اس کا دودھیا رنگ کھلا پڑ رہا تھا۔

وہ دروازے میں ہی ٹھٹھک گئی-----!

"ہیلو----- ژولی-----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تو یہ تم ہی ہو سیمرو-----!" ژولی آہستہ سے بولی۔

"آؤ ژولی----- رک کیوں گئیں-----" میں نے اپنائیت سے کہا----- اور ژولی آہستہ آہستہ اندر آگئی-----" بیٹھو-----" میں نے اسے بیٹھنے کے لیے کرسی پیش کی۔

"شکریہ-----" وہ آہستہ سے بولی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تم نے تکلیف کیوں کی----- میں آ رہا تھا"۔

"سچ-----" وہ کسی قدر مسرت بھرے انداز میں بولی۔

"اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟"

"میرا آنا ضروری تھا" ژولی نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں-----؟"

"پہلی بار----- زندگی میں پہلی بار----- مجھے ایک باکردار انسان ملا ہے' کیا میں اس کی عزت نہ کروں۔ کیا میں اس سے محبت نہ کروں-----؟"

"میرے اوپر طنز کر رہی ہو ژولی؟"

"کیوں----- تم نے یہ کیسے محسوس کیا"

"لفظ باکردار-----"

"غلط ہے-----؟" ژولی نے سوال کیا۔

"ہاں-----" میں نے آہستہ سے کہا۔

"آخر کیوں----- ثابت کرو-----" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"منشیات کا اسمگلر----- اور باکردار-----" میں نے نفرت سے کہا۔

"یہ الفاظ تمہارے ایک اور رخ کو پیش کرتے ہیں----- میں ان الفاظ کا پس منظر نہیں پوچھوں گی----- منشیات کے اسمگلر کو قابل نفرت سمجھنے والی ہستی اندر سے نہ جانے کیا ہے-----؟ لیکن وہ جو کچھ ہوگی----- وہ اس کا گہرا راز ہے----- اور میں جانتی ہوں کہ رازوں کو کریدنے سے زخم ابھر آتے ہیں۔ میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتی-----"

"ایسی باتیں مت کرو ژولی-----" میں نے کراہتے ہوئے کہا۔

"میں اس باکردار انسان کی بات کر رہی ہوں جس نے کہا تھا کہ وہ تھامپسن کو فنا کر دے گا۔ میں نے اس بات کو ایک معصومانہ بات سمجھا تھا----- لیکن کچھ وقت بھی تو نہیں گزرا"۔

"اوہ-----" میں نے ایک طویل سانس لی۔

"میری دعائیں----- میرا تعاون تمہارے ساتھ ہے سیمرو-----"

"شکریہ----- ژولی-----"

"اس کے علاوہ بھی میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتی ہوں"۔

"ضرور-----!"

"تھامپسن کے مقامی لوگوں کے بارے میں' اور تمہاری کارکردگی کے بارے میں' میں سب کچھ سن چکی ہوں----- لیکن اس کے بعد تھامپسن کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں"۔

"وہ شیر کی طرح نڈر ہی نہیں----- لومڑی کی طرح چالاک بھی ہے----- ضرورت پیش آنے پر وہ ایک مکار' لیکن خونخوار لومڑی بھی بن جاتا ہے اس لیے....."۔

"میں محتاط رہوں؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس کا جملہ پورا کر دیا!

"ہاں----- اور یہ میں نے غلط نہیں کہا"۔

"مشورے کا شکریہ ژولی----- ظاہر ہے' میں ہوشیار رہوں گا۔ ہاں ایک بات ضرور بتاؤ!"

"پوچھو-----!"

"یہاں اس کا کوئی اپنا قہوہ خانہ بھی ہے؟"

"میرا خیال ہے نہیں-----"

"حالانکہ ہونا چاہیے تھا----- ویسے تمہیں یقین ہے-----؟"

"قہوہ خانوں کے مالکوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں----- وہ سب دل میں

تھامپسن سے نفرت کرتے ہیں"۔

"خوب ----- یہ عمدہ بات ہے ----- ہاں تم کیا پیو گی -----؟"

"پیاس لگ رہی ہے ----- کچھ منگواؤ -----"

"ضرور -----" میں نے کہا اور ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی۔ ملازم آ
میں نے اسے عمدہ آرڈر دیئے ----- اور تھوڑی دیر کے بعد خوبصورت برتنوں میں شر
اور اس کے ساتھ کے لوازمات آ گئے ----- ژولی خود ہی اٹھ کر شراب بنانے
تھی ----- اس نے کئی جام پیئے ----- وہ آج خوش نظر آ رہی تھی، اس لیے اور ح
لگ رہی تھی!

میں پینے کے معاملے میں محتاط رہا ----- کافی دیر تک ژولی بیٹھی رہی۔ پھر اس
اجازت طلب کی۔

"آج ----- آؤ گے سیرو -----؟"

"میرا خیال ہے اس وقت تک نہیں ژولی۔ جب تک تھامپسن سے آخری جنگ
کر لوں -----"

"خود میرا بھی یہی مشورہ ہے ----- پوری طرح چاق و چوبند رہو۔ خدا حافظ"۔

وہ باہر نکل گئی۔ اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک میں اس کے بارے میں
رہا۔ پھر میں اپنے پروگرام کے مطابق تیار ہو کر نکلا ----- میں مقامی لوگوں پر اچھا اثر چھ
چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے سب سے پہلے کیگرو کے آدمیوں کی پوزیشن دیکھی۔
سب کے سب مستعد تھے۔ پھر میں آوارہ گردوں کے ایک گروہ کی طرف چل پڑا۔
شان ہو گئی تھی۔ جدھر سے گزرتا لوگ اشارے کرنے لگتے۔ میرے لیے جگہ چھوڑ دیتے۔
خانوں کے سامنے سے گزرتا تو ان کے مالک باہر نکل آتے۔ مبادا مجھے کسی چیز کی ضرورت
نہیں ہے۔ گویا یہاں کا بے تاج بادشاہ بن گیا تھا۔

اس وقت مجھے کسی ایسے گروہ کی تلاش تھی جو اس خوف سے بے نیاز ہو، اور
لاپرواہ انسانوں میں ایسے لوگوں کا مل جانا کار دارد نہیں تھا۔ ایک جگہ ہپیوں کا ا
تھا ----- ساز بج رہا تھا ----- اور کوئی بے سرا گا رہا تھا ----- زندگی کا گیت ---
گیت پر تالیوں کی تال تھی۔ میں اس محفل بیابانی کے پاس پہنچ گیا، کوئی میری طرف متو
ہوا ----- دم لگ رہے تھے ----- دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے ----- میں
چیرتا ہوا آگے بڑھ گیا ----- ایک ادھیڑ عمر کا جوڑا رقص کر رہا تھا ----- اور بد
لوگوں کے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بعض اوقات ----- ان لوگوں پر پیار
لگتا ہے۔ بعض اوقات یہ زندگی درحقیقت حسین لگنے لگتی ہے۔ ایک معصوم بچے کی طرح

دنیا کا کوئی غم نہ ہو ----- سب ہی بچپن کے دور کو سب سے حسین دور سمجھتے ہیں -----
وہ بھی تو غموں سے، فکروں سے آزاد زندگی ہوتی ہے ----- تو ----- کیا یہ سب ننھے ننھے
بچے نہیں ہیں -----؟

میں کچھ اور آگے بڑھا ----- اور پھر میں نے اس شخص سے گٹار لے لیا جو اس کی
توہین کر رہا تھا ----- گٹار چھین لیا گیا تھا ----- اس کی آواز چند لمحات کے لیے غائب ہو گئی
تھی۔

تب آوارہ گردوں نے میری طرف دیکھا ----- مجھے پہچان لیا گیا ----- اور ان
کی روح قبض ہو گئی ----- سب خاموش ہو گئے ----- سب ہراساں ہو گئے -----
نگاہوں میں خوف ابھر آیا -----

لیکن ----- میں انہیں خاموش نہیں کرنا چاہتا تھا ----- میں ان کا سرور چھیننا
نہیں چاہتا تھا ----- میں نے گٹار کے تار چھیڑے، دیر نہ کی ----- اور ایک ایسا نغمہ
شروع کر دیا ----- کہ خوف دلوں سے خودبخود زائل ہو گیا۔ سکڑے ہوئے چہروں پر پہلے
حیرت ----- اور پھر مسرت نظر آئی۔

"محبت کے متوالو -----" میں نے فرانسیسی زبان میں ایک نغمہ...... شروع کیا۔

"ناچو ----- گاؤ ----- مست ہو جاؤ۔
زندگی کے پیاسو ----- اس چھوٹے سے جام میں کائنات سمیٹ لو۔
ناچو ----- ناچو -----!"

"ری ----- آ آ آ ----- ہو ہو" چاروں طرف سے بھی آوازیں ابھریں اور
ماحول ہنس پڑا ----- نہ جانے کہاں سے نئی جوان لڑکیاں کود آئیں اور انہوں نے رقص
شروع کر دیا ----- اور گٹار کی دھن تیز ہو گئی۔ لوگ دور دور سے دوڑے آ رہے
تھے ----- پہلے یہ صرف ایک گروہ تھا ----- اور اب تاحد نگاہ آوارہ گردوں کے گروہ
نظر آ رہے تھے ----- وہ گردنیں اونچی کر کر کے اس فنکار کو دیکھ رہے تھے، جس نے رات
کے اندھیرے میں سورج طلوع کر دیا تھا ----- میں بھی مست ہو گیا تھا ----- مست کن
فن خود میری رگوں میں مستی انڈیل رہا تھا۔ تب دس بارہ لڑکیاں آگے بڑھیں اور انہوں نے
مجھے زبردستی کندھوں پر اٹھا لیا!

اچھا خاصا اسٹیج بن گیا تھا ----- میرے بوجھ کو انہوں نے بخوشی سنبھال لیا
تھا ----- اور میں نے سنبھل کر پھر گٹار شروع کر دیا ----- درحقیقت تھوڑی دیر کے لیے
الجھنوں سے نجات مل گئی تھی ----- میں پھر دنیا سے بے خبر ہو گیا تھا اور بڑی دیر کے بعد یہ
رقص ختم ہوا -----!

"ہائے سیرو ----- ہائے میری جان ----- تو تو ہماری طرح دل جلا

ہے----" کسی طرف سے آواز ابھری۔

"ہم تیرے عاشق ہیں میری جان----"

"ایک اور نغمہ میری زندگی----!"

زنانہ' مردانہ سبھی آوازیں شامل تھیں---- میں نے ان لوگوں کو مایوس نہیں کیا---- اور گٹار پر پھر ایک نغمہ شروع کر دیا---- رات کے دو بجے تک گردوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا---- شاید سارے کیمپ کے لوگ سمٹ کر آ گئے کیونکہ دو بجے جب میں نے ان سے معذرت چاہی اور وہاں سے باہر نکلا تو دور دور تک نہیں ملا تھا---- راستے میں بے شمار لڑکیوں نے میرے بوسے لیے اور مجھے اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہو گیا---- بہرحال بمشکل تمام لوگوں کے ہجوم سے چھٹکارا ملا----!

لیکن کچھ لوگ اب بھی میرے ساتھ چل رہے تھے---- کچھ فاصلے پر کچھ آدمی بھی موجود تھے---- لیکن میں نے ایک ایسی ہستی کو بھی دیکھا' جسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔

وہ ژولی ژاں تھی----!

"ارے---- ژولی----" میں چیخا۔

"تمہارے قریب آ جاؤں سیمرو----" ژولی نے پوچھا---- اس کی ملازمائیں بھی اس کے ساتھ تھیں---- اور میں خود ہی اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ "تم اس وقت کہاں ژولی----؟"

"تم نے کیمپ کو دیوانہ بنا دیا ہے---- میں خود بھی تمہارے دیوانوں میں ہوں----"

"اوہ----! بس دل چاہا----!"

"تم---- تم دنیا کے سب سے حیرت انگیز انسان ہو سیمرو----!"

"نہیں ژولی---- نہیں----!"

"میری ملازماؤں نے خبر دی تھی کہ ایک آسمانی فنکار نغمہ سرائی کر رہا ہے۔ رات کی خاموشی میں تمہارے گٹار کی آواز دور دور تک پھیل رہی تھی۔ میں بھی کھنچی آئی----!"

"میں تمہیں---- کسی وقت ایک نغمہ سناؤں گا----!"

"کس وقت----؟"

"جب دل چاہا----"

"میں انتظار کروں گی"۔

"اب جاؤ----" میں نے کہا۔

"دل نہیں چاہتا---- تم بھی میرے ساتھ چلو----!" ژولی ژاں نے مست نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ژولی---- اس وقت کھلی فضا ہی میرے لیے سازگار ہے----"

"کچھ مصروفیت ہے----؟"

"نہیں"۔

"تو آؤ---- ہم کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے---- کسی ایسی جگہ جہاں سے تم ماحول پر بھی نگاہ رکھ سکو----" ژولی نے پیشکش کی---- میں نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا۔ آنکھوں میں نیند نہیں تھی---- چنانچہ میں نے اس کی پیشکش قبول کر لی----!

اور پھر ہم کیمپ سے کچھ فاصلے پر چاندنی رات میں ابھرے ہوئے ایک ٹیلے پر پہنچ گئے---- دور سے گھوری نظر آ رہی تھی جس میں چاندنی رقص کر رہی تھی۔

سونے کی جھیل کی دلکشی---- ژولی ژاں کا سحر طراز حسن' وہ خود بھی چاند کی کوئی پراسرار مخلوق معلوم ہو رہی تھی جو زمین پر اتر آئی تھی---- اس کے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی طلسمی مسکراہٹ---- بڑی دلکش لگ رہی تھی---- میں اس حسین ماحول میں کھو کر رہ گیا---- ژولی ژاں بھی خاموشی سے مجھے دیکھ رہی تھی!

اور نہ جانے کتنا وقت اسی خاموشی سے گزر گیا---- تب ژولی نے ہی سکوت توڑا

"سیمرو----"

"ہاں ژولی----" میں نے تھکی تھکی سانس لے کر کہا۔

"کچھ باتیں کرو---- سنو---- تھک گئے ہو تو آؤ---- میری آغوش میں لیٹ جاؤ---- میں تمہارے بالوں میں انگلیاں گھما کر تمہیں سکون کی دنیا میں لے جاؤں گی----"

نہ جانے کیوں ژولی ژاں کی بات مان لینے کو دل چاہا اور میں اس کی نرم اور ندرت ران پر سر رکھ کر لیٹ گیا---- ژولی کا گرم لمس بے حد دلکش تھا' اس کی مخروطی انگلیاں میرے بالوں میں کنگھی کرنے لگیں۔

"تم وہ نہیں معلوم ہوتے سیمرو---- جو ہو----!" ژولی آہستہ سے بولی۔

"ہر آدمی وہ نہیں معلوم ہوتا ژولی---- جو ہوتا ہے" میں نے کہا۔

"ہاں---- لیکن کچھ دوست قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ ژولی نے کہا۔

"دوست---- یہ کیا ہوتا ہے ژولی----؟"

"کیا مطلب----؟"

"وقت---- سب سے بڑا دوست ہے---- جو چاہو مانگ لو---- جو چاہو کہہ لو۔ اس کے بعد---- شاید کوئی دوست نہیں ہوتا---- کوئی بھی نہیں----"

"میں بھی نہیں ------؟" ژولی نے پوچھا۔

"تم ------ سکون ہو ------ وقت نہیں ------ دوست نہیں"۔

"شاید ------!" وہ آہستہ سے بولی اور خاموش ہو گئی۔

"برا مان گئیں ------؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا ------ اس کی ا
بدستور میرے بالوں میں چلتی رہی تھیں۔

"نہیں ------ تمہاری شخصیت پر غور کر رہی تھی ------ میں نے تم سے وع
تھا کہ زخموں کے ڈھیر نہ کریدوں گی ------ بس یونہی منہ سے یہ باتیں نکل گئی تھیں ---
شرمندہ ہوں ------ زخم جب ابھرتے ہیں تو زبان تلخ ہو ہی جاتی ہے۔ غلطی میری ہے"۔

"اوہ ------ ژولی ------ شاید میں نے تمہاری دل آزاری کی ہے" میں نے ا
کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا۔

"نہیں سیسرو ------ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرا دل بہت مضبوط ہے"

"آؤ ------" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے ٹیلے کی کھردری زم
اپنے نزدیک لٹا لیا اور اس نے کوئی تعرض نہیں کیا ------ اور ساری رات ہم نے چاندنی
سائے تلے گزار دی ------ بلاشبہ ژولی ژاں ایک دلکش اور مہربان عورت تھی۔

دوسری صبح بھی پرسکون تھی۔ میں اپنے مکان میں واپس آ گیا اور ژولی ژاں مجھ
فرصت کی ملاقات کا وعدہ لے کر چلی گئی ------ سردارے گھر پر موجود تھا اور بہت خوش
آ رہا تھا!

"کیا حال ہے سردارے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تسی سناؤ باشاؤ ------ اسی تے چنگے بھلے ان ------ سردار نے کہا۔

"اپنی ملی ------؟"

"نئیں جی ------ پر وہ فرنائیڈلیں ------ اس کا کوئی مائیکل نہیں ہے ---
لیکن ہے خوب"

"خوب ------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں رہے استاد ------؟"

"بس تھامپسن کا منتظر رہا"۔

"اتنی جلدی تو اس کا آنا مشکل ہی تھا استاد ------"

"آج کا دن زیادہ اہم ہے" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا اور کیگرو کا بھی یہی خیال ہے لیکن استاد ------ کیا وہ چور دن کی ر
میں آنے کی جرات کرے گا ------؟"

"کیا کہا جا سکتا ہے سردارے ------ بہرحال وہ جب تک نہ آئے، دن رات ا

انتظار کرنا ہو گا"۔

"کیگرو بہت حوصلہ مند انسان ہے ------ وہ پوری طرح چاق و چوبند ہے"

"ہاں ------ سیکا نے عمدہ آدمی روانہ کیا ہے ------ ویسے باہر کی کیا پوزیشن
ہے؟"

"لوگ پرسکون ہیں استاد ------" سردارے نے جواب دیا۔ "روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہیں" سردارے نے جواب دیا ------ میں سمجھ گیا کہ سردارے کو میری رات کی تفریحات کا علم نہیں ہے۔ بہرحال اس بارے میں بتانا خاص ضروری بھی نہیں تھا۔

یہ دن بھی گزر گیا ------ لیکن سورج نے ابھی منہ نہیں چھپایا تھا کہ ہماری رگوں میں زندگی دوڑ گئی ------ بہت دور سے موٹر سائیکلوں کے ایک غول کو دیکھا گیا تھا۔ کیگرو کے آدمیوں نے فوری طور پر اطلاع دی اور ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

"ہوں ------ تو تھامپسن مردوں کی طرح آیا ہے ------" میں نے کہا۔

"ہاں ------ یہ بھی اس کی شامت ہے"۔

"تو پھر میرا خیال ہے اسے کیمپ سے دور ہی روکا جائے ------ تاکہ کیمپ میں موجود بے گناہ انسانوں کو نقصان نہ پہنچے" میں نے کہا۔

"میں نے چار پوائنٹ ترتیب دیے ہیں چیف ------ پوائنٹ نمبر ایک پر میرے آدمی تعینات ہیں ------ نمبر دو پر کمک موجود ہے ------ تین اور چار خالی ہیں لیکن وہاں تک نوبت ہی نہ آنے دی جائے گی ------" کیگرو نے ان پوائنٹس کی تفصیل بتائی۔

"ویری گڈ ------ گویا انہیں پوائنٹ نمبر ایک پر ہی روکا جا سکتا ہے؟"

"یقیناً"!"

"تب چلو ------!" میں نے کہا ------ اور ہم کیمپ کے لوگوں کو بتائے بغیر پوری طرح مسلح ہو کر چل پڑے ------ پوائنٹ نمبر ایک سڑک کے کنارے کی وہ پہاڑیاں تھیں جن کے گرد گھومنے کے بعد پی گوڈے کی طرف مڑا جاتا تھا ------ پوائنٹ نمبر دو اس کے پیچھے تھا اور تین چار کیمپ کے قریب تھا ------ چنانچہ ہم پوائنٹ نمبر ایک پر پہنچ گئے! بڑی عمدہ پوزیشن تھی ------ یہاں سے وہ سڑک کاٹی جا سکتی تھی جو پی گوڈے آتی تھی ------! موٹر سائیکلوں کی خوفناک آوازیں اب کیمپ تک پہنچنے لگی ہوں گی ------ ان کی تعداد کسی طرح پچاس پچپن سے کم نہیں تھی اور وہ خاصی تیز رفتاری سے چلی آ رہی تھیں ------ کیگرو مستعد تھا!

"پہلا پروگرام کیگرو ------؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی سامنے آ جائے گا چیف ------" کیگرو نے مسکراتے ہوئے کہا ------ اور میں خاموش ہو گیا ------ اور بلاشبہ کیگرو کا پہلا پروگرام بہت عمدہ تھا ------ جونہی موٹر

سائیکلیں پوائنٹ نمبر ایک تک پہنچیں! اچانک کیگرو کے آدمیوں نے کوئی چیز سڑک کی
اچھالی اور----- دستی بموں کے خوفناک دھماکوں سے پہاڑیاں لرز اٹھیں۔

سڑک پر ایک لائن سے دستی بم پھینکے گئے تھے-----!

موٹر سائیکل والوں نے پورے بریک لگائے اور بری طرح ایک دوسرے
گئے----- انہیں اس شاندار استقبال کی توقع نہیں تھی----- الجھنے والے زخمی بھی
تھے اور کیگرو کے آدمیوں نے انہیں سنبھلنے کا موقع نہیں دیا----- اس بار دستی
کے جمگھٹ پر پھینکے گئے تھے----- اور کیگرو کی ترکیب کارگر ہوئی!

وہ بدحواس ہوگئے----- پھر بہت سوں نے' جدھر منہ اٹھا' موٹر سائیکلیں
دیں----- بلاشبہ وہ بہترین سوار تھے----- اور اگر وہ بہترین موٹر سائیکل سوار نہ ہو
موٹر سائیکلوں کے بے شمار حادثے ہوتے----- لیکن وہ موٹر سائیکلوں پر صرف اتنی دور
جہاں وہ پوزیشن لے لیں----- وہ بھی اچھی طرح مسلح ہو کر آئے تھے۔

دستی بموں کے جواب میں انہوں نے بھی دور پھینکے جانے والے دستی بموں سے
کیا تھا لیکن ان کے ساتھ دقت یہ تھی کہ وہ صحیح سمت کا تعین نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں
ٹیکریوں کے پیچھے بم پھینکے تھے----- جو ناکارہ ہی رہے----- البتہ اب کیگرو نے ا
گن سنبھال لی تھی----- بموں کے حملے میں تین چار آدمی ڈھیر ہوگئے تھے----- جن
لاشیں وہیں پڑی رہ گئی تھیں----- بہرحال ٹیکریاں ان کی بھی معاون ہوئیں' اور انہوں
بھی بالآخر اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔

دونوں طرف سے گولیاں چلنے لگیں----- کیمپ والوں کا کیا عالم تھا' اس وقت
وہی جانتے تھے----- لیکن یہاں بہت عمدہ مقابلہ ہو رہا تھا----- بالکل ایسا ہی لگ رہا
جیسے دو دشمن فوجیں آمنے سامنے آگئی ہوں----- اور خوفناک جنگ جاری رہی---
تھامپسن کافی ایمونیشن لے کر آیا تھا----- لیکن جوش میں وہ بہت بے جگری سے گو
چلا رہا تھا----- جبکہ کیگرو طویل جسامت ہونے کے ساتھ ذہین بھی تھا۔ وہ صرف
طرف حملہ کرتا جہاں اسے کام بن جانے کا یقین ہوتا۔

اس طرح تھامپسن کے آدمیوں کا زیادہ نقصان ہو رہا تھا----- ہمارے بھی
آدمی زخمی ہوئے----- لیکن مرا ایک بھی نہیں تھا----- کافی دیر گزر چکی تھی---
تھامپسن کے آدمی جمے ہوئے تھے۔ تب کیگرو رینگتا ہوا میری طرف آیا۔

"اب ہمیں متحرک ہونا چاہیے" اس نے کہا۔

"کیا مطلب-----؟"

"مقابلہ توقع سے زیادہ طویل ہوگیا ہے اور ایمونیشن بہرحال محدود ہے"۔

"متحرک سے کیا مراد ہے-----؟"

"جگہیں بدل بدل کر صرف کارآمد حملے ہونے چاہئیں"

"لیکن اس طرح ہمارے آدمی بھی نقصان اٹھائیں گے-----"

"یہ خطرہ مول لینا پڑے گا چیف----- پرواہ مت کرو-----" کیگرو نے کہا۔

اور پھر اس نے ایک مخصوص انداز میں سیٹی بجائی۔ دوسری طرف سے اس سیٹی کا
جواب بھی ملا-----!

اور پھر میں نے بڑی دلچسپ اور عجیب و غریب جنگ دیکھی۔ کیگرو کے ساتھی تیزی
سے جگہیں بدل رہے تھے اور چونکہ وہ سمتوں کا صحیح اندازہ رکھتے رہے۔ اس لیے بڑے
کارآمد نشانے لگا لیتے تھے۔ ہاں----- اسی طرح چار آدمی گولیوں کی زد میں آگئے-----
اور ہلاک ہوگئے----- لیکن چار آدمیوں کے زیاں نے کیگرو کے بدن میں چنگاریاں بھر
دیں۔

اور اس کے بعد تو اس نے ایسے خوفناک حملے کیے کہ بس لطف ہی آگیا۔ تھامپسن
کے آدمی تیزی سے پیچھے ہٹنے لگے----- اور کیگرو کی دہاڑ گونجی-----!

"او کانے----- او چور----- بھاگ کیوں رہا ہے۔ مردوں کی طرح مقابلہ
کر----- آجا----- او کانے چور----- میں دیکھوں تو کتنا بہادر ہے-----!" لیکن
کانا چور بہادر ہی نہیں چالاک بھی تھا----- وہ جوش میں نہیں آیا----- اور گولیاں چلاتا
رہا۔ چیخیں ابھرتی رہیں----- لیکن کیگرو کا یہ طریقہ کار بہت شاندار رہا تھا۔ تھامپسن
کے آدمی جان چھوڑ گئے----- اور پھر ہم نے موٹر سائیکلیں اسٹارٹ ہونے کی آوازیں
سنیں۔

کیگرو نے ایک خوفناک دھاڑ کے ساتھ نعرہ لگایا----- اور بھاگنے والوں پر
فائرنگ کرنے لگا! تب ہم نے اچانک تھامپسن کو دیکھا----- اس کی آنکھ کا سیاہ ٹیپ اس کی
نشاندہی کر دیتا تھا-----!

وہ لنگڑاتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ سفید پتلون اور براؤن جیکٹ میں ملبوس تھا لیکن سفید
پتلون کا ایک پائنچہ خون میں لت پت نظر آ رہا تھا۔

شاید وہ زخمی ہوگیا تھا۔ کیگرو نے اس پر نشانہ لگایا لیکن تھامپسن پھرتی سے زمین پر
گر پڑا تھا----- اس نے سانپ کی طرح پلٹ کر کئی فائر جھونک دیے اور ہمیں بھی اپنی
حفاظت کرنی پڑی! لیکن اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر تھامپسن موٹر سائیکل تک پہنچ گیا
تھا----- اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے موٹر سائیکل اسٹارٹ کی کہ ہم دنگ رہ گئے۔

کیگرو نے پھر گولیاں چلائیں تھیں لیکن تھامپسن موٹر سائیکل کی سواری کا ماہر
تھا----- اس نے موٹر سائیکل کو اس طرح لہرایا کہ ایک بھی گولی اس کے نہ لگ سکی اور وہ
صاف نکل گیا۔

"کھیل ختم-----!" کیگرو نے کہا۔

اور بلاشبہ کھیل ختم ہوگیا تھا۔ اب تھامپسن کی طرف سے گولیاں نہیں چل رہی تھیں----- جن کے ہاتھ موٹر سائیکلیں لگیں وہ انہیں لے کر نکل بھاگے' جو موٹر سائیکلوں تک پہنچنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے' وہ پیدل ہی رفوچکر ہوگئے! ہمارے پانچ آدمی زخمی ہوئے تھے----- چار ہلاک' جبکہ تھامپسن کے سترہ آدمی ہلاک ہوئے' بائیس زخمی----- اور زخموں سے چور انسانوں کو میں نے بھاگ جانے کا موقع دیا۔ بلاوجہ اتنے لوگوں کو ہلاک کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

کیگرو کے آدمی خوشی سے ناچ رہے تھے۔ سچ مچ وہ وحشی تھے۔ کیونکہ بعض زخمی جن کے جسم کے مختلف حصوں میں ابھی تک گولیاں موجود تھیں' بھی اسی رقص میں شریک ہوگئے تھے۔

اور پھر ہم کیمپ کی طرف چل پڑے----- لیکن کیمپ میں داخل ہو کر ہمیں سخت ہنسی آئی----- دنیا سے بیزار آوارہ گرد' زندگی سے لاپرواہ لوگ' اس وقت خوفزدہ ہو کر نہ جانے کہاں جا چھپے تھے----- پورا کیمپ سنسان پڑا تھا----- ایسا لگتا تھا جیسے یہاں انسانوں کی آبادی ہی نہ ہو!

"زندہ باد چیف----- یہ سارے جیالے کہاں مر گئے-----؟" کیگرو نے بھونڈے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"کیمپ چھوڑ کر بھاگ گئے شاید----- سردارے نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"ہے----- بہادرو----- کہاں چھپ گئے----- باہر نکل آؤ----- فاتح واپس آگئے ہیں" کیگرو نے چیخ کر کہا اور میری نگاہ یونہی بائیں سمت اٹھ گئی۔ تب میں نے حیرت انگیز منظر دیکھا۔

یقیناً" وہ ژولی ژاں ہی تھی----- اس کے ہاتھ میں رائفل تھی----- اور کندھے پر کارتوسوں کی پٹی پڑی ہوئی تھی----- پٹی میں اب دو چار کارتوس ہی رہ گئے تھے۔

"ارے----- یہ کہاں سے آ رہی ہے-----؟" سردارے نے بھی اسے دیکھ لیا۔

"ژولی-----!" میں نے اسے آواز دی اور اس کی طرف بڑھ گیا۔ ژولی مجھے دیکھ کر مسکرائی۔

"فتح مبارک سیسرو-----!"

"شکریہ ژولی----- لیکن تم کہاں سے آ رہی ہو-----؟"

"میں بھی اپنا فرض انجام دینے گئی تھی-----"

"یعنی-----؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"جانے دو سیسرو----- اتفاق ہے کہ تم نے مجھے دیکھ لیا----- اس سوال کی ضرورت نہیں ہے"۔

"اوہ-----!" میں نے آہستہ سے کہا----- میں صورت حال سمجھ گیا۔ تب میں نے گرمجوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا "اس تعاون' اس محبت کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا ژولی۔"

"مجھے افسوس ہے سیسرو----- میں کوئی بڑا کارنامہ انجام نہ دے سکی"۔

"ژولی----- تمہاری محبت ہی کافی ہے-----"

"تمہیں میری محبت کا اعتراف ہے سیسرو-----؟" اس نے عجیب سے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں-----"

"بس----- مجھے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے-----" وہ میری بات کا انتظار کیے بغیر چل پڑی----- پھر رک کر میری طرف دیکھا اور میں دوبارہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

"آج رات----- میرا انتظار کرنا-----"

"دل و جان کے ساتھ-----" ژولی کی آواز میں خوشی چھپی ہوئی تھی۔ پھر وہ چلی گئی اور سردارے میرے پاس آگیا۔

"میں نے اس کی ایک جھلک دیکھی تھی استاد-----!" سردارے نے کہا۔

"کہاں-----؟"

"پہاڑوں میں-----"

"ہوں----- وہ ہماری طرف سے لڑنے گئی تھی"۔

"میرے استاد کی یہی شان ہے۔ بھلا ایسی ایسی حسین عورتیں ہمارے لیے لڑیں اور کوئی ہمیں شکست دے جائے۔ مگر کیمپ والے بہت بزدل ہیں۔ سالے کہاں بھاگ گئے؟"

لیکن سردارے کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ اچانک ایک شور اٹھا۔ اور بے شمار لوگ دیواروں کی آڑ سے نکل کر ہماری طرف لپکے-----

"بچو استاد-----!" سردارے نے کہا----- لیکن ہم نہ بچ سکے۔ آنے والوں نے ہم میں سے ایک ایک کو کندھے پر اٹھا لیا----- وہ خوشی سے دیوانہ وار ناچ رہے تھے!

یہاں تک کہ کیگرو جیسے ڈیل ڈول والے آدمی کو دس بارہ لڑکیوں نے کندھوں پر اٹھایا تھا اور کیگرو خوشی سے چیخ رہا تھا----- پھر اس نے پستول کا رخ آسمان کی طرف کر کے فائر بھی شروع کر دیے اور اس کی دیکھا دیکھی اس کے دوسرے ساتھی بھی فائر کرنے لگے۔

میں نے بھی ان لوگوں کو نہیں روکا ---- اور لوگ ہمیں اچھالتے رہے ---- وہ بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور ہماری شان میں قصیدے پڑھ رہے تھے ---- پھر ہپیوں نے گٹار بجا بجا کر نغمے الاپنا شروع کر دیے تھے۔

اور تو اور حضرت میونگ نائیڈو بھی ٹھمک ٹھمک کر رقص کر رہے تھے۔ غرض، خدا خدا کر کے یہ طوفان بدتمیزی رکا ---- اکثر لوگ اپنے نچانے والوں کے تھک جانے سے خود ہی گر پڑے تھے ---- بہرحال تھامپسن کو عبرتناک شکست ہوئی تھی ---- اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ ادھر کا رخ کرنے کی ہمت نہیں کرے گا!

رو فیساں اور پاسکل کی سرکردگی میں منشیات کے اڈوں کے مالکان کا وفد اسی شام پھر مجھ سے ملا ---- اور انہوں نے پرخلوص پیشکش کی کہ وہ مجھ سے مال کے حصول کا معاہدہ کرنے کے لیے تیار ہیں اور جو سیکیورٹی میں طلب کروں گا، ادا کر دی جائے گی ----!

"ٹھیک ہے ---- تم لوگ مال کی فہرست بنا کر دو ---- سیکیورٹی کے بارے میں، میں بتا دوں گا"۔ میں نے کہا ---- ابھی مجھے کئی کام کرنے تھے ---- چنانچہ رات کو نو بجے کھانے پر میں نے کیگرو اور کچھ دوسرے لوگوں کو مدعو کیا۔

"ساتھیو ---- کیا خیال ہے ----؟ تھامپسن کا کھیل ختم ہو گیا؟"

"سو فیصد چیف ---- میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ ادھر کا رخ نہیں کرے گا ---- اس کی طاقت ختم ہو گئی ----"

"وہ زخمی بھی ہو گیا ہے چیف ----" کیگرو نے کہا۔

"بہرحال ---- اسے جانے دو ---- اب سپلائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کل ہی بیکا سے بات کی جائے گی۔ آج تو وقت گزر گیا ----"

"ٹھیک ہے استاد ----"

"اپنے آدمیوں کی موت کے بارے میں کیا خیال ہے ----؟"

"بہت عمدہ موت مرے ----!" کیگرو بولا۔

"انہیں دفن کر دیا ----؟"

"نہایت احترام کے ساتھ ----!" کیگرو نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ اس کی آواز میں غم کا شائبہ بھی نہیں تھا۔

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی کیگرو ---- تمہارے علاوہ اور کوئی یہ بات نہیں بتا سکتا ----"

"حکم کرو چیف ----"۔

"کیا پی گوڈے وینس کے تحت نہیں ہے ----؟"

"سو فیصد چیف ----"

"تو حکومت وینس نے یہاں پولیس رکھنا مناسب نہیں سمجھی ----؟"

"پی گوڈے والوں کی درخواست پر ---- کیا سمجھتے ہیں آپ چیف۔ یہ لوگ آوارہ گردوں اور سیاحوں کی کھال اتارتے ہیں اور حکومت کو بھاری ٹیکس ادا کرتے ہیں ---- انہوں نے خود ہی حکومت سے درخواست کی تھی کہ یہاں کے معاملات میں پولیس دخل اندازی نہ کرے ---- اس طرح وہ اپنے معاملات خود ہی نپٹا لیتے ہیں ----"

"اوہ ----" میں نے حیرت سے ہونٹ سکوڑ لیے۔ بہرحال چند منٹ کے بعد میں نے کہا "تھامپسن کے مرنے والے ساتھیوں کے بارے میں کیا رائے ہے ----؟"

"انہیں کسی گڑھے میں پھنکوا دیا جائے گا چیف ---- میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں بھی ایک جگہ جمع کر دیں ----!" کیگرو نے لاپرواہی سے کہا ---- اور اس بے فکرے انسان کے لہجے پر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"میرا خیال ہے انہیں بھی دفن کر دو کیگرو ---- بہرحال وہ مر چکے ہیں"۔

"تمہارا خیال ہے تو ٹھیک ہے چیف ---- ایسا ہی کر دیا جائے گا"

"شکریہ کیگرو ----!" میں نے کہا ---- اور پھر تھوڑی دیر تک ہم مزید اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ پھر سردارے نے کہا:

"اب کیا حکم ہے استاد!"

"بس ٹھیک ہے ---- کیگرو چند لوگوں کو ابھی کچھ دور تک کسی مناسب جگہ تعینات رکھے گا ---- گو اس کی خاص ضرورت نہیں ہے لیکن پھر بھی ----!"

"اگر تم نہ کہتے چیف ---- تب بھی میں ایسا کرتا ---- دراصل میں شیر سے خوفزدہ نہیں ہوتا ---- لیکن لومڑی پھر لومڑی ہے ---- خواہ زخمی ہی کیوں نہ ہو ----"

"اور تم اب لومڑیوں سے بھی مقابلہ کرنے لگے ہو ----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کرنا ہی پڑتا ہے چیف ---- اس لیے کہ لومڑی بھی ناخن والی ہے ----" کیگرو نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا ---- اور پھر بولا "مجھے اجازت چیف ----؟"

"او کے کیگرو ----" اور کیگرو چلا گیا۔

"آج کی رات استاد ----" سردارے نے ایک آنکھ دبا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"یادگار ----" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

"استاد زندہ باد ---- تو جاؤں ----؟"

"کہاں جاؤ گے ----؟"

"کیا بات کرتے ہو استاد ---- آج تو درجنوں لڑکیوں نے تمہارے سردارے کے

بوسے لیے ہیں----- ہر ایک کی آنکھ میں دعوت تھی۔ مگر نہ جانے ان ڈاڑھی والے کو بوسے لینے کی کیا ضرورت پڑتی ہے۔ محبت اور پیار کا اظہار دوسرے طریقوں سے بھی سکتے ہیں----- سارے گال چھیل کر رکھ دیے-----"

"تب ٹھیک ہے----- لیکن کہیں مار کھائی----- تو میری استادی کام نہیں آ گی"۔

"فکر نہ کرو استاد----- لڑکیوں کے معاملے میں مار کھانا----- میں دنیا کی سے گھٹیا مار تصور کرتا ہوں----- ایسی لڑکی جس کی وجہ سے مار کھانی پڑے، مجھے بالکل نہیں"۔

"بس بس----- دفع ہو جاؤ-----"

"ایک بار پھر استاد زندہ باد-----" سردارے نے کہا----- اور پھر وہ بھی نکل گیا----- میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا----- اور میرے ذہن میں ژولی ژان آئی-----!

پروقار----- حسین عورت----- میرے اوپر مٹنے والی----- لیکن----- دیوانی عورت بے حد جذباتی ہے-----۔ کہیں دوسری جذباتی عورتوں کی مانند درد سر بنے کوشش نہ کرے-----!

ویسے ژولی کے بارے میں، میں نے ایک دوسرے انداز سے سوچنے کی کوشش بھی تھی----- لیکن اس سے کسی سنجیدہ گفتگو کے بعد ہی فیصلہ کر سکتا تھا-----! بہرحال نے ژولی سے آنے کا وعدہ کیا تھا، چنانچہ تیار ہو کر اس کے مکان کی طرف چل پڑا----- راستے میں آوارہ گرد جشن منا رہے تھے۔ چاروں طرف رونق تھی-----!

مجھے اب یہاں کون نہ جانتا----- اور پھر ایک گٹار نواز کی حیثیت سے وہ ذاتی پر مجھ سے دلچسپی رکھتے تھے----- بہت سوں سے بچا----- لیکن آوارہ گردوں کے گروہ نے گھیر ہی لیا-----

"ہے سیرو----- ہے جیالے----- کیا آج اپنی فتح کا گیت نہیں سنائے گا تو بھی ہے اور بہادر بھی اور سمجھ لے کہ یہ صفت ایک آدمی میں یکجا نہیں ہوتی"۔

"سیرو----- ایک بار پھر تڑپا دے----- اتنا تڑپا کہ نیند آ جائے، موت جائے-----!" ایک خوبصورت سی لڑکی نے میری گردن میں بانہیں ڈالتے ہو کہا----- اس کے منہ سے چرس کے بھبکے اڑ رہے تھے۔

"آج کی رات تمہاری ہے----- میرے لیے فتح کے گیت تم گاؤ دوستو۔ اجازت دو" میں نے کہا اور بمشکل تمام میں نے ان سے پیچھا چھڑایا اور ژولی کے مکان پہنچا!

آج ژولی کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ قدم اندر رکھا تھا کہ ژولی نظر آئی۔ سفید سلک کے لبادے میں لپٹی ہوئی، حسین زیورات سے آراستہ----- بلاشبہ عجیب و غریب حسن کی مالک تھی وہ-----!

"میرے محبوب-----" ژولی آج بہت ہی خوش معلوم ہوتی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ انتہائی حد تک کشادہ کر دیے----- اور نشے میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی-----!

تب میں نے اسے آغوش میں لے لیا----- اور اس نے ایک طویل پرجوش بوسے سے میری پذیرائی کی----- اندر کا ماحول بھی بدلا ہوا تھا----- قدم قدم چراغاں تھا گویا----- ژولی کی ساتھی لڑکیاں بھی خوب بجی بنی ہوئی تھیں----- میں کمرے میں داخل ہو گیا----- ژولی نے بیٹھنے کے لیے خاص انتظام کیا تھا-----!

ہمارے بیٹھنے کے بعد ہلکے سروں میں ساز بجنے لگے! ژولی کی دو ساتھی لڑکیاں ساز بجانا جانتی تھیں اور خوب بجا رہی تھیں۔ تب ژولی نے میرے لیے جام بھرا اور بڑی ادا سے مجھے پیش کیا۔

"شکریہ ژولی----- تم نے تو آج سماں ہی بدل دیا ہے-----"

"آج بھی نہ بدلتی سیرو-----" ژولی نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"آج کیا خاص بات ہے-----؟"

"کیا میری یہ مسرت کاروباری ہے سیرو-----؟" اس نے پوچھا۔

"میں نے تمہارے آج تک کے رویے میں کبھی کاروبار نہیں محسوس کیا-----" میں نے کہا۔

"یہ انداز سب کے لیے نہیں ہو سکتا سیرو-----" ژولی نے آہستہ سے کہا۔

"میں بھی یہ جانتا ہوں ژولی----- لیکن آج تم نے میرے لیے بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے----- ہمیں تمہارے بارے میں معلوم بھی نہیں تھا----- ورنہ ہم تمہاری حفاظت کا بندوبست کرتے"۔

"میں تمہاری حفاظت کرنے گئی تھی سیرو-----" ژولی نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ ژولی----- درحقیقت تمہارا شکریہ-----"

"نہیں سیرو----- تمہیں شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ تو میں نے اپنے لیے کیا تھا"۔

"اپنے لیے-----؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"ہاں----- صرف اپنے لیے-----" وہ آہستہ سے بولی۔ اور میں خاموش

ہو گیا----- ڑولی چند ساعت مجھے دیکھتی رہی' پھر بولی "لیکن افسوس وہ نہ ہو سکا جو میں چاہتی تھی"۔

"کیا-----؟" میں چونک کر بولا----- اور ڑولی مسکرانے لگی۔

"تھامپسن زخمی ہو گیا ہے سیسرو-----"

"ہاں----- ویسے وہ بے حد پھرتیلا ہے----- ہم نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کرنے کی کوشش کی تھی----- لیکن پھر بھی وہ نکل گیا"۔

"لیکن مجھے یقین ہے کہ اب وہ زندگی بھر کے لیے لنگڑا ہو گیا----- میں نے اس کے دل کے مقام پر گولی مارنے کی کوشش کی تھی----- لیکن میں اچھی نشانہ باز نہیں ہوں"۔

"اوہ----- تو----- تو تھامپسن کو تم نے زخمی کیا ہے ڑولی-----" میں اچھل پڑا۔

"تمہارے اوپر احسان لادنے کے لیے نہیں کہہ رہی----- میں خود بھی اس سے نفرت کرتی ہوں----- میری دلی خواہش تھی کہ وہ میرے ہی ہاتھوں مارا جائے" ڑولی نے کہا۔

"حیرت انگیز----- لیکن ڑولی----- تم اس سے اس قدر نفرت کیوں کرتی تھیں-----؟"

"اپنا ماضی' اپنے حالات تمہیں بتا چکی ہوں سیسرو----- میں نے کسی اور سے انتقام کے لیے پیشہ اختیار کیا تھا----- لیکن اپنے آپ کو ختم نہیں کر لیا تھا۔ تھامپسن جابر تھا۔ اس نے میری شخصیت ختم کر دی تھی----- اور میں کسی جابر کے سامنے بے بس تو ہو سکتی ہوں----- اپنی خودی کو قتل نہیں کر سکتی----- اگر تھامپسن تمہارے ہاتھوں زک نہ اٹھاتا----- تو کسی بھی رات----- جب وہ میری آغوش میں مدہوش ہوتا' میں اسے قتل کر دیتی"۔

"اوہ-----" میں نے ایک طویل سانس لی۔ یہ پراسرار عورت۔ درحقیقت انوکھی ہے۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ تم نے پی گوڈے کو تھامپسن سے نجات دلا دی ہے----- یہ لوگ تمہارے شکرگزار ہیں----- آؤ----- آرام کریں-----" اس نے ایک حسین انگڑائی لی۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ میری آغوش میں تھی اور اپنے حسین جسم کی ساری رعنائیوں سے مجھے خراج تحسین ادا کر رہی تھی۔ تب میں نے اس سے اپنے ذہن کی بات چھیڑ دی-----!

"میں تم سے ایک خاص بات کرنا چاہتا تھا ڑولی-----"

"کہو ڈارلنگ-----" ڑولی نے مخمور لہجے میں کہا۔

"میں ایک آوارہ گرد ہوں ڑولی----- تمہارے علم میں ہے-----" اس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

"اس کے ساتھ ہی منشیات کے اسمگلروں کے ایک بہت بڑے گروہ سے منسلک بھی ہوں" میں نے چند ساعت کی خاموشی کے بعد کہا۔

"میں اندازہ لگا چکی ہوں"۔

"تھامپسن کمینہ انسان تھا----- وہ منشیات بھی فروخت کرتا تھا اور انسانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک بھی کرتا تھا----- بہرحال میں یہ نہیں کہوں گا کہ اسے ہزیمت دینے میں کوئی انسانی جذبہ ہمدردی زیادہ حاوی تھا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ اسے زک پہنچانے اور اس کے ساتھ یہ سلوک کرنے میں یہ جذبہ بھی کارفرما تھا-----"

"بھی سے تمہاری کیا مراد ہے سیسرو-----؟"

"دوسرے خیال کے بارے میں تمہیں معلوم ہو چکا ہو گا"۔

"میں نہیں سمجھی سیسرو-----" ڑولی نے غور کرتے ہوئے کہا۔

"پی گوڈے منشیات کی کھپت کے لیے عمدہ جگہ ہے-----"

"اوہ----- ہاں میں سمجھ گئی-----"

"اور تم نے سن بھی لیا ہو گا----- آئندہ سب اڈے سیسرو کا مال استعمال کریں گے"

"ہاں----- میں سن چکی ہوں"۔

"تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں ہے ڑولی-----"

"مجھے----- اعتراض-----؟" اس نے عجیب سے انداز میں دیکھا۔

"ہاں-----!"

"میں سمجھی نہیں سیسرو-----"

"دراصل ڑولی----- میں طویل عرصے تک یہاں نہ ٹھہر سکوں گا۔ میری دوسری منزل سوئٹزرلینڈ ہے----- پھر جرمنی----- ڈنمارک اور سویڈن وغیرہ اور پھر نہ جانے کہاں کہاں----- میں چاہتا ہوں پی گوڈے میں سیسرو کے کاروبار کی نگرانی تم کرو-----!"

"میں-----؟" وہ اچھل پڑی۔

"ہاں----- ڑولی----- تم یہاں کی انچارج بن جاؤ-----"

اور ڑولی حیران نگاہوں سے میری شکل تکتی رہی----- پھر اس کے چہرے پر

اداسیاں امنڈ آئیں------ اس کی آنکھیں جھک گئیں------ نہ جانے کیوں وہ بے
اداس ہوگئی تھی۔

"بوجھ------" اس نے کہا۔ "انسان بڑی کمزور شئے ہے سیرو۔ وہ خود اپنا
نہیں اٹھا سکتا------ دوسروں کی وہ کیا مدد کر سکتا ہے------ میری زندگی' میرے حالا
تمہارے علم میں ہیں سیرو------ کیا تم مجھے اس بوجھ کے قابل سمجھتے ہو۔ میں تو خود ایک
ناکارہ ہستی ہوں------ اپنا بوجھ تمہارے کاندھوں پر ڈالنے کے بارے میں سوچ رہ
تھی------ لیکن احمق ہوں------ انسان تو بڑی کمزور مخلوق ہے۔ تم یا اور کوئی کسی کا بو
کیسے برداشت کر سکتے ہو------ تم آزاد فضاؤں میں سانس لینے والے پرندے ہو------
حماقت میری ہی ہے۔ میں نے نئے خواب تم سے منسلک کر لیے تھے------ ہاں
سیرو------ زندگی گزارنے کی ایک آرزو کبھی کبھی کسی ننھی سی کرن کی مانند میرے ذہ
میں بھی جگمگاتی ہے اور میں خواب دیکھنے لگتی ہوں' لیکن خوابوں کی تعبیر تو الٹی ہوتی ہے۔
حماقت میری ہی ہے۔ میں نے اپنی زندگی کے مشن کو پس پشت ڈال کر تمہارا خواب دیکھ
تھا------ دراصل اس آرزو' اس خواب کی شبیہ تم نے اس قدر ملتی جلتی ہے کہ میں بھٹک
رہی تھی------ لیکن بھٹکنا اچھی بات تو نہیں ہوتی------ بھٹکنے والے کو ٹھوکروں کے علاو
اور کیا ملتا ہے سیرو------! میں غلط تو نہیں کہہ رہی------ بھٹکنے والے ہمیشہ ٹھوکریں
کھاتے ہیں نا؟" اس نے سوال کیا۔

میں خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ میرے سینے کا باغی نواز سر اٹھا رہا تھا۔ وہ نواز
اپنے غم کو دنیا کا سب سے قوی غم سمجھتا تھا------ جسے جنازوں سے نفرت تھی' جسے دنیا
نفرت کرنے والے' جسے خود سے باغی لوگ پسند تھے------ وہ جو اپنے وجود کو مسلط کرنے
لگیں------ وہ جو اپنے غم میں دوسروں کو شریک کرنے کی کوشش کریں' اسے ذرا بھی پسند
نہیں تھے۔

اور ڈولی بھی اس وقت ان درجنوں لڑکیوں میں سے ایک بن رہی تھی' جو اس کی
زندگی میں دھواں لے کر داخل ہونے کی کوشش کر چکی تھیں اور اسے اس دھوئیں سے گھٹن
ہوتی تھی------ وہ اس دھوئیں سے نفرت کرتا تھا اور ایسی لڑکیوں کو اس کی نفرت کے سوا
اور کچھ نہیں ملا تھا------!

ڈولی میری شکل دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"بولو سیرو------ کیا ایسے لوگ ٹھوکر نہیں کھاتے------؟" اس نے پھر سوال
کیا۔

"کیا وہ ٹھوکریں کھانے کے قابل نہیں ہوتے------؟" میری آواز ہی بدل گئی
تھی۔

ڈولی چونک پڑی------ اس نے میرے بدلے ہوئے چہرے کو دیکھا------ اور
حیران رہ گئی۔

"سیرو------"

"ہاں------ ٹھیک کہہ رہا ہوں ڈولی------ تم نے خوبصورت تصویریں دیکھی
ہیں۔ بڑے بڑے بدشکل مصور ان حسین تخلیقات کو جنم دیتے ہیں------ لیکن تصویریں بے
جان ہوتی ہیں------ وہ انہیں زندگی نہیں دے سکتے------!"

"میں نہیں سمجھی سیرو"

"میں بھی ایک بدشکل مصور ہوں------ حسین تصویریں تخلیق کر سکتا
ہوں------ خود میرا حسن مفقود ہے------ میں خود کو کسی حسین تصویر میں نہیں ڈھال
سکتا۔ میں ایک سایہ ہوں ڈولی' ایک بے جان کردار ہوں------ ایک بغیر پتوں کا درخت
ہوں' میرے سینے میں مت جھانکو------ سوکھی ہوئی لکڑیاں صرف جلتی ہیں------ پھول
نہیں اگلتیں"۔

"سیرو------ یہ------ تم------ تم بول رہے ہو------؟" وہ حیرت سے
بولی۔

"ہاں------ یہ میری آواز ہے ڈولی------ میں صرف ایک بدشکل مصور ہوں'
جو حسین تصویریں تخلیق کرتا ہے------ لیکن اپنی بدنمائی دور نہیں کر سکتا------!"

"یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے سیرو------ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟"

"اس کھوکھلی آواز کو محسوس کرو------ بغیر پتوں کے درخت کا خول بجنے کی آواز
ہے۔ پاگل پن کو ذہن سے نکال دو۔ فریب اپناؤ۔ دنیا فریب پسند ہے------ اسے حقیقت دو
گی تو یہ تم سے نفرت کرے گی------"

"سیرو------!" ڈولی سچ مچ اپنا غم بھول گئی گئی" سیرو تمہیں کیا غم
ہے------؟"

"مجھے کوئی غم نہیں ہے ڈولی------ یا یوں سمجھو------ مجھے یہ غم ہے------
کہ مجھے کوئی غم کیوں نہیں ہے------"

"میں نے غور نہیں کیا تھا سیرو------ میں نے غور نہیں کیا تھا۔ تمہاری شخصیت
ں مجھے ہمیشہ کچھ عجیب باتیں نظر آئی تھیں۔ نہ جانے کیوں------ میں نے ان کے بارے
ں اس انداز سے کیوں نہیں سوچا------ ہاں------ شاید میں نے ہی حماقت کی
ی------! لیکن سیرو------ میری روح------ اگر میرے الفاظ سے تمہیں گھٹن ہوئی
ہے تو میں معذرت خواہ ہوں"۔

"تب میری بات کا کیا جواب ہاں ہے------؟"

"کیا تم اپنے فیصلوں پر ہاں سننے کے عادی ہو-----؟" ژولی نے سوال کیا۔

"نہیں----- دوسروں کی شخصیت تسلیم کرتا ہوں-----"

"تب سنو سیسرو----- میری زندگی کا بھی ایک مقصد ہے۔ میں نے کچھ لوگوں انتقام کی ٹھانی ہے----- اور جب----- گندے سڑے ہوئے غلیظ اجسام میرے جس پامال کرتے ہیں----- میرے بدن کو روندتے ہیں تو میں اس سرخ خون میں ایک انقلاب ہوں----- جسے اپنی سرخی پر ناز ہے----- میں اس خاندان کی چیخیں' کراہیں سنتی ہو جو بے حد باعزت ہے----- اور یہ میرا دلچسپ مشغلہ ہے----- میں اسے ترک نہیں سکتی----- اگر میں نے تمہاری پیشکش قبول کرلی' تو لوگ مجھے ناقابل حصول سمجھنے گے----- میرے ذرائع آمدنی بدل جائیں گے----- چنانچہ میں تمہارے پیش کیے ہو اس عہدے کو قبول نہیں کر سکتی"۔

"تمہیں اختیار ہے" میں نے فراخدلی سے کہا۔

"اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں سیسرو-----"

"ضرور-----" میں نے خلوص سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم سے محبت کرتی ہوں"۔

"مجھے اعتراف ہے----- مجھے فخر ہے" میں نے جواب دیا۔

"چنانچہ مجھے اجازت دو----- جس طرح شرابی شراب کی طلب میں' بے خا رخ کرتا ہے' اسی طرح میری طلب اگر کبھی مجھے تم تک لے آئے تو ناراض نہ ہو گے؟"

بڑا حسرت بھرا' بڑا دردناک سوال تھا لیکن دل کی گہرائیوں کو چھونے والے ا سے تھے۔ پھر ان کے ساتھ ناانصافی کیوں ہوئی-----؟ چنانچہ میں نے دل کی دھڑکنوں کہانی تراشنے سے روک دیا۔

"ایک دوست کی حیثیت سے کچھ مشورے دے سکتا ہوں----- ژولی؟"

"ضرور دو-----"

"میری پیشکش خلوص پر مبنی ہے----- میں تمہاری شخصیت پر یہ داغ نہیں سکتا----- انتقام کے دوسرے طریقے بھی ہو سکتے ہیں----- تم جسم فروشی کی بجائے اختیار کرلو-----"

"جواب دینے کی اجازت ہے-----؟" ژولی نے کسی قدر تیکھے انداز میں پو

"ہاں----- ہاں----- کیوں نہیں-----"

"کسی فرم میں ملازمت کرکے پیٹ بھرنے کی ہمت رکھتی ہوں----- دولت ہوس نہیں ہے----- یہ پیشہ تو دل کی پیاس بجھاتا ہے----- اسے کیسے چھو ہوں----- اسمگلر کی حیثیت سے دولت مند تو ہو سکتی ہوں----- لیکن زندگی گزار

لیے کون سا خیال لاؤں گی"۔

"بڑی بھیانک باتیں تھیں----- ذہن جھنجھنا کر رہ جاتا تھا----- ژولی کا درد مجھے اپنے درد سے زیادہ محسوس ہونے لگا تھا----- لیکن اس کے باوجود ایک ٹوٹی ہوئی زندگی اسے کیا سہارا دے سکتی تھی----- میں کسی طور خود کو اس قابل نہیں پاتا تھا"۔

"میرے سوال کا جواب نہیں دیا؟"

"بڑا عجیب سوال ہے ژولی----- تم مجھے کہاں تلاش کرو گی-----؟"

"اسے میری طلب کی صداقت پر چھوڑ دو-----"

"میں تمہارا استقبال کروں گا-----" میں نے جواب دیا----- اور ژولی کا چہرہ کھل اٹھا۔

"بس مجھے اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے میرے محبوب-----" وہ محبت سے مجھ سے لپٹ گئی----- اور میں نے بھی نہ جانے کس جذبے کے تحت اسے سینے سے لگا لیا!

دوسرا دن بھی پرسکون تھا----- کوئی خاص بات نہ ہوئی----- اس رات نو بجے میں نے ٹرانسمیٹر پر سیکاریفا سے رابطہ قائم کیا----- دوسری طرف سے سیکا کی آواز فوراً سنائی دی تھی۔

"ہیلو----- نواز-----!"

"ہاں----- نواز ہی بول رہا ہے"۔

"بڑے بے وفا ہو نواز----- بڑے کنجوس ہو----- آواز سنانے میں بھی بخل سے کام لیتے ہو-----" سیکا نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"اوہ----- نہیں سیکا----- میری مصروفیات-----"

"چند لمحات بھی اسے نہیں مل سکتے' جس کی زندگی کا رخ ہی تم نے بدل دیا ہے"۔

"بدلی ہوئی زندگی کیسی ہے سیکا-----؟"

"تمہاری منتخب کردہ ہے----- اس لیے دل و جان سے عزیز----- باعث سکون روح-----!" سیکا رومانی لہجے میں بولی۔

"شکر ہے مجھے مایوسی نہیں ہوئی-----"

"کبھی نہیں ہوگی نواز-----"

"اور کیسی گزر رہی ہے سیکا-----؟"

"تمہارے بغیر پھیکی----- تم کیا کر رہے ہو-----؟"

"تھوڑی بہت اطلاع تو تمہیں ملی تھی-----"

"ہاں----- تم نے خوب جگہ تلاش کی----- پی گوڈے کے بارے میں مختصر معلومات تو حاصل ہوئی تھیں----- لیکن پورے طور پر نہیں----- بہرحال تم نے ایک

شاندار کارنامہ انجام دیا ہے----- ہاں کیگرو کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"نہایت کام کا آدمی ہے-----"

"خطرناک ترین ہے----- لیکن کسی کتے کی طرح وفادار----- تم اس پر بھروسہ کر سکتے ہو-----!"

"کر لیا ہے-----!"

"تھامپسن کی کیا پوزیشن ہے-----؟"

"اسی میں مصروف تھا-----"

"مڈبھیڑ تو نہیں ہوئی-----؟"

"ہوگئی-----!"

"ارے----- کب----- مجھے اطلاع بھی نہیں دی----- کیا ہوا جلد بتاؤ-----" سیکا کی آواز میں بے چینی تھی۔

"تمہارے خیال میں کیا ہو سکتا تھا-----؟"

"نواز----- پلیز-----"

"نہیں----- تمہارا کیا خیال ہے-----؟"

"سوبیتا کو تباہ کرنے والا دماغ----- تھامپسن کے معاملے میں ناکام نہیں سکتا"۔

"تمہارا اعتماد بحال ہے"۔

"یعنی-----!" سیکا کا سانس پھول گیا تھا۔

"تھامپسن بے شمار لاشیں چھوڑ گیا----- وہ خود بھی سخت زخمی ہوگیا ہے لیکن نکل بھاگنے میں کامیاب ہوگیا"۔

"اوہ----- اوہ----- تو----- تو تم تھامپسن کو شکست دینے میں کامیاب ہوگئے؟" سیکا مسرت سے بولی۔

"ہاں----- میرا دعویٰ ہے کہ اب تھامپسن ادھر کا رخ نہیں کرے گا-----" میں نے کہا۔

"تمہارے سامنے کون ٹک سکتا ہے نواز-----" سیکا کے لہجے میں فخر تھا۔

"سوبیتا کے ختم ہونے سے پہلے سپلائی پر کوئی اثر پڑا سیکا-----"

"ارے نواز----- ہم ہی ہم ہیں----- یقین کرو سپلائی تین گنا بڑھ گئی ہے"

"مال کی کیا پوزیشن ہے-----؟"

"میں نے چاروں طرف آرڈر دیے تھے۔ کافی مال آچکا ہے"۔

"ورائٹی میں-----؟"

"بے شمار-----!"

"تب سیکا----- لی گوڈے کے لیے ضرورت ہے----- اعلیٰ قسم کا مال لے کر یہاں پہنچ جاؤ"۔

"اوہ----- کتنی مقدار میں-----؟"

"زیادہ سے زیادہ----- لیکن ہوشیاری سے"۔

"تم فکر مت کرو ڈارلنگ----- یہ میرا کام ہے" سیکا نے کہا۔

"کب تک پہنچ رہی ہو-----؟"

"کل شام تک-----"

"اوکے----- اور کچھ-----؟"

"نہیں----- بس-----"۔

"غلام سیٹھ کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ہے-----؟"

"دورے پر ہے"۔

"اوکے سیکا----- کل انتظار کروں گا-----" میں نے کہا۔

"اوکے-----" سیکا نے کہا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ ٹرانسمیٹر بند کرنے کے بعد میں نے ایک گہری سانس لی اور آنکھیں بند کر کے سوئزر لینڈ کے بارے میں سوچنے لگا----- حسین ملک----- نہ جانے کون کون سے ہنگامے وہاں میرا انتظار کر رہے ہیں----- اگر درمیان میں جھیل گوری نہ روک لیتی تو میں اب تک سوئزر لینڈ میں ہوتا۔ لی گوڈے میں میں ژولی ژاں تک محدود ہو گیا تھا۔ حالانکہ میری سینکڑوں پرستار یہاں موجود تھیں لیکن دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ ژولی ژاں کو بھی کوفت میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا تھا----- سیکا سے گفتگو کرنے کے بعد اب مجھے کوئی کام نہیں تھا----- نہ جانے کیوں دل ژولی ژاں کے پاس جانے کو نہیں چاہ رہا تھا!"۔

ابھی بیٹھا سوچ ہی رہا تھا کہ سردارے آگیا----- اس وقت سردارے کی آمد سے ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔ "آؤ سردارے----- کہاں سے آ رہے ہو-----؟"

"آوارہ گردی کر کے----- اور کہاں سے" سردارے نے جواب دیا۔

"تم نے اپنی کسی محبوبہ سے نہیں ملایا-----" میں نے کہا۔

"آؤ----- ابھی چلو-----" سردار نے کہا اور نہ جانے میرے دل میں کیا سمائی کہ میں اٹھ گیا----- ہم دونوں باہر نکل آئے۔ لی گوڈے جگمگا رہا تھا۔ یہاں کی رونق کچھ اور بڑھ گئی تھی----- آوارہ گردوں کے غول کے غول گانے بجانے میں مصروف تھے۔ قہوہ خانوں کے پروگرام الگ تھے۔ غرض ہر جگہ رونق تھی----- آوارہ گردوں کے خیمے بھی زیادہ تھے-----!

میں سردارے کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔۔۔۔۔ اور ہم کافی دور نکل آئے۔

"چل کہاں رہے ہو۔۔۔۔۔؟" میں نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

"روپیسا کے پاس" سردارے نے جواب دیا۔

"یہ کون ہے۔۔۔۔۔؟"

"محبوبہ۔۔۔۔۔!"

"گر کتنی دور ہے۔۔۔۔۔؟"

"بس وہ سامنے والے خیمے میں۔۔۔۔۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور بالآخر اس خیمے کے سامنے پہنچ گئے۔ "ہے روپیسا" سردارے نے آواز دی۔

"اوہ پینسو ڈارلنگ۔۔۔۔۔ کم آن۔۔۔۔۔!" اندر سے ا خوبصورت آواز سنائی دی۔ اور سردارے مجھے آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔ میں نے بھی گردن دی تھی۔ تب ہم دونوں خیمے میں داخل ہو گئے۔۔۔۔۔ میں نے روپیسا کو دیکھا۔ اور پھر ح سے سردارے کی طرف۔۔۔۔۔ روپیسا معمولی شکل و صورت کی لڑکی تھی۔ ایک کرسی پر بیٹھی اور بائیں سمت ایک بیساکھی رکھی ہوئی تھی۔۔۔۔۔ روپیسا کی ایک ٹانگ غائب تھی۔

"اوہ۔۔۔۔۔ اوہ۔۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔۔ مسٹر سیمرو آئے ہیں۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ اس نے بیساکھی سنبھال کر اٹھنے کی کوشش کی۔

"بیٹھی رہو۔۔۔۔۔ بیٹھی رہو۔۔۔۔۔ اور مسٹر سیمرو یہ روپیسا ہے۔ بہت پیاری بہت ہی عظیم عورت۔۔۔۔۔!" سردارے نے کہا اور روپیسا جھینپتے ہوئے انداز میں ہنسنے لگی۔ پھر چونک کر بولی:

"میں آپ لوگوں کی کیا خاطر کروں۔۔۔۔۔؟"

"کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ بس تم سے ملنے چلے آئے تھے" میں نے کہا۔ "م بے حد شکر گزار ہوں۔۔۔۔۔ مسٹر پینسو بہت اچھے آدمی ہیں"۔

"اور روپیسا۔۔۔۔۔ یہ لڑکی ایسی خوبصورت باتیں کرتی ہے مسٹر سیمرو، کہ بس ب رہو۔۔۔۔۔ اس کے پاس سے ہٹنے کو دل نہ چاہے"۔

"خوب۔۔۔۔۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "لیکن مس روپیسا مجھے کیسے جا ہیں؟"

"آپ کے جشن فتح میں، میں بھی شریک تھی مسٹر سیمرو" روپیسا نے مسکراتے ہو کہا۔

"اوہ۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی۔ لیکن ا سردارے کے بچے پر مجھے غصہ آ رہا تھا۔ خواہ مخواہ یہاں لا کر پھنسا دیا۔

"یہ حبکارڈ کہاں گیا روپی۔۔۔۔۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"بس کہیں بیٹھا چرس پی رہا ہوگا"۔

"تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔۔۔۔۔؟"

"نہیں مسٹر پینسو۔۔۔۔۔ بہت بہت شکریہ"۔

"تو ہمیں اجازت۔۔۔۔۔؟"

"افسوس۔۔۔۔۔ آپ کی خاطر مدارت بھی نہ کر سکی"۔

"بس بس۔۔۔۔۔ زیادہ تکلف سے کام نہ لیا کرو۔۔۔۔۔ اچھا۔۔۔۔۔ آرام کرو۔۔۔۔۔" اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔۔۔۔۔ پھر خاموشی سے خیمے سے کافی دور نکل آئے۔

"یہ کیا مذاق تھا۔۔۔۔۔؟" میں نے غصیلے انداز میں پوچھا۔

"کون سا استاد!"

"یہ تمہاری محبوبہ ہے۔۔۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی ہیں۔۔۔۔۔؟"

"سب ایسی ہی لنگڑی لولی ہیں۔۔۔۔۔؟"

"نہیں استاد۔۔۔۔۔ لنگڑی صرف یہ ایک ہی ہے"۔

"تجربات کر رہے ہو۔۔۔۔۔؟"

"یونہی سمجھ لیں۔۔۔۔۔ دراصل ہمارے جشن فتح میں خود بھی اتنی خوش تھی کہ بے ساختہ ناچنے لگی اور اس زور سے گری کہ بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔ ہوش میں آئی تو مایوسیوں کی قبر نظر آ رہی تھی۔۔۔۔۔ اندر سے کریدا تو قبر ہی نکلی۔۔۔۔۔ دائمی لنگڑی نہیں ہے۔۔۔۔۔ ایک حادثے میں ٹانگ کٹ گئی۔۔۔۔۔"

"اوہ۔۔۔۔۔!" میں نے کسی قدر خجالت سے کہا۔

"میں اسے زندگی کا سبق دے رہا ہوں استاد۔۔۔۔۔ میرے اس کے درمیان پاکیزگی کا معاہدہ ہے"

"اچھی بات ہے سردارے"۔

"اب چاہو تو میں تمہیں کینا سے بھی ملا دوں۔۔۔۔۔؟"

"یہ کیا شئے ہے۔۔۔۔۔؟"

"زندگی سے بھرپور۔۔۔۔۔ ایک آوارہ گرد لڑکی۔۔۔۔۔"۔

"چھوڑ یار۔۔۔۔۔ بس اب میں چلتا ہوں۔۔۔۔۔"

"اس آسمانی حور کے پاس۔۔۔۔۔؟"

"ہاں۔۔۔۔۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہارا انتخاب تمہارا ہی ہے استاد۔۔۔۔۔! بہرحال فرق تو ہونا ہی چاہیے"

سردارے نے کہا اور میں ہنستا ہوا ژولی کی طرف چل پڑا۔

دوسرے دن شام کو تقریباً" چار بجے سیکا آ گئی۔ لطف کی بات یہ تھی کہ اس کے سا
لیزینا اور سوئنٹا بھی تھیں------ میں اس وقت اپنے مکان ہی میں تھا کہ کیگرو کی آ
سنائی دی۔

"چیف----- چیف----- دروازہ کھولو------ مادام آ گئیں" اور میں نے
دروازہ کھول دیا----- سیکا مسکراتی ہوئی اندر گھس آئی تھی۔ درحقیقت سیکا کے چہرے پر
ہی تبدیلی ہو گئی تھی------ وہ پہلے کی نسبت بجھی بجھی نظر آتی تھی------ اندر آتے ہی
وہ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی------!

"میں نے بھی اسے مایوس نہیں کیا تھا۔

"اوہ نواز------ چند روز ہوئے ہیں------ صرف چند روز------ لیکن ایسا
لگ رہا ہے جیسے برسوں گزر گئے ہوں------ طویل عرصے کے بعد تم سے ملاقات ہوئی
ہو------" سیکا نے میرے سینے سے منہ رگڑتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اندر بھی کچھ تبدیلیاں نظر آ رہی ہیں سیکا------" میں نے اس کی کمر پر
ہاتھ ڈال کر اس کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے دوبارہ ملنے کی امید نہیں تھی نواز------" سیکا نے جذباتی لہجے میں
کہا۔ "یہ میرے دل کی آواز ہی تھی جو مجھے ایک بار پھر تمہارے پاس لے آئی"۔

"آؤ------" میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"لیزینا اور سوئنٹا بھی ساتھ ہیں" سیکا نے کہا۔

"ارے------" میں تعجب سے اچھل پڑا------ "تم تو واقعی بالکل تبدیل
ہو گئیں------ سیکا------ بلاؤ انہیں------ کہاں ہیں وہ------!"

"باہر موجود ہیں------" سیکا نے جواب دیا------ اور میں سیکا کو بٹھا کر باہر نکل
آیا۔ لیزینا اور سوئنٹا کے ساتھ چند اور بھی لوگ تھے------ لیزینا دوڑ کر میرے پاس پہنچ
گئی------ سوئنٹا نے بھی دو قدم بڑھائے اور پھر رک گئی------ ویسے اس کا حلیہ ہی
بدل گیا تھا------ اس نے نہایت مناسب لباس پہنا ہوا تھا جو اس کے دبلے پتلے جسم کو
خوبصورت بنا کر پیش کر رہا تھا------ بال بھی سیٹ کرائے گئے تھے اور چہرے پر عمدہ قسم کا
میک اپ تھا۔

میں نے لیزینا کے رخسار پر بوسہ دیا اور پھر سوئنٹا کی طرف دیکھ کر بولا "اوہ------
سوئنٹا------! سوئٹ ڈیر------!" میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیے۔

اور سوئنٹا جھجھکتی ہوئی میرے نزدیک آ گئی۔ میں نے اسے بازوؤں میں لے کر اس کے
ہونٹوں پر ایک پرجوش بوسہ دیا------ اور سوئنٹا جھینپی ہوئی نگاہوں سے ادھر ادھر

دیکھنے لگی! پھر لیزینا پر نگاہ پڑتے ہی شرما گئی۔

"کیسی لگ رہی ہے سوئنٹا مسٹر نواز------؟" لیزینا نے کہا۔

"ارے تم لوگوں نے تو اسے بہت ہی سوئٹ کر دیا------"

"ہم نے نہیں نواز------ تم نے------"

"آؤ------ آؤ------ تم لوگ اندر آؤ------ اور سنو سردارے------"
میں نے دور سے نظر آنے والے سردارے کو آواز دی۔

"یس باس------!" سردارے مسخرے انداز میں دوڑا آیا۔

"تم ان لوگوں کو آرام سے ٹھہراؤ------ انہیں تکلیف نہ ہونے پائے"۔

"یس باس------!" سردارے نے ایک آنکھ دبا کر کہا اور پھر میری طرف جھک کر
کہا "اب تو تمہاری تین تین بیویاں آ گئیں باس------ اب کیا کرو گے؟"

"کیوں------؟" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔

"جبکہ چوتھی بھی موجود ہے"۔

"شرع میں چار ہیں------ میں شرع سے باہر نہیں ہوا ہوں------" میں نے
کہا۔

"تب ٹھیک ہے لیکن یہ شرع سے ناواقف ہیں------ اگر تمہارے حصے بخرے
شروع کر دیے تو بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے"۔

"فکر مت کر سردارے------ نپٹ لوں گا------" میں نے کہا اور سردارے
گردن ہلاتا ہوا چلا گیا------ تب میں اندر واپس آ گیا۔ سیکا' لیزینا اور سوئنٹا بیٹھی ہوئی
تھیں۔

تینوں مجھے دیکھ کر مسکرانے لگیں------ لیکن سوئنٹا نے لیزینا اور سیکا کی شکل
دیکھی اور ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

"ہاں تو خواتین------ آپ لوگ ٹھیک ہیں------؟"

"بالکل نواز------ اب تم یہاں کے حالات سناؤ------"

"بس کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے------ پی گوڑے مجھے بڑی عمدہ جگہ نظر آئی۔
چنانچہ میں نے یہاں قبضہ جمانا ضروری خیال کیا------ اب یہاں میرا تسلط ہے------!"

"بہت خوب------ اور پھر جہاں تم ہو نواز------ وہاں تمہارے علاوہ اور کس
کا تسلط ہو سکتا ہے" سیکا ریفا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مال لائی ہو سیکا------"

"بھرپور------"

"کوئی دقت تو نہیں ہوئی------؟"

"ویٹس میرا ہے" سیکا نے فخر سے گردن اکڑاتے ہوئے کہا------ اور مضحکہ خیز انداز میں گردن جھکاتے ہوئے بولی "نہیں نہیں------ تمہارا بھی ہے" اور ہم سب ہنس پڑے!

"سپلائی آج ہی کر دی جائے گی۔ میں سب لوگوں سے تمہارا تعارف کرا دوں گا------ مقامی طور پر کسی کو انچارج بھی بنانا پڑے گا۔ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے------؟"

"میرا خیال ہے لیزینا کو یہاں چھوڑ دیا جائے"۔

"اوہ------ ٹھیک ہے------ لیکن لیزینا تنہا پی گوڈے سنبھال سکے گی)"

"کیگرو اس کا معاون ہوگا"۔

"کیگرو بہرحال ایک عمدہ انسان ہے۔ لیکن کیا اس سلسلے میں اس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟"

"وہ بہت عمدہ آدمی ہے۔ خاص طور سے اس شکل میں------ وہ احکامات سے انحراف نہیں کرتا"۔

"ٹھیک ہے سیکا------ تھامپسن بچ ضرور گیا ہے------ لیکن کیگرو اس کا خطرناک مقابل ہوگا------ اور میرے خیال سے اب وہ اس قابل بھی نہیں ہو سکتا کہ کیگرو کے مقابل آئے"

"اوہ------ یہاں قدم جمانے کے بعد تھامپسن کے لیے بہت سے انتظامات کیے جا سکتے ہیں"۔

"تو پھر یوں سمجھو کہ یہاں کا چارج تمہارے حوالے------"

"کیا مطلب------؟"

"بس میں جلد از جلد یہاں سے آگے بڑھ جاؤں گا"۔

"ہوں------!" سیکا نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "کچھ روز تو رکو گے؟"

"ہاں------ ابھی تو ہوں------"

"یہ بتاؤ کہ تمہیں پی گوڈے کے بارے میں اطلاعات ملی تھیں------ یا اتفاقاً ہی ادھر آ نکلے تھے------؟"

"اتفاق ہی سمجھو سیکا!" میں نے کہا اور پھر اسے تھامپسن سے پہلی ملاقات کی کہانی سنائی۔

"بہرحال------ حالات بھی تمہاری مدد کرتے ہیں" سیکا نے کہا۔

"یقیناً------!" میں نے اعتراف کیا------ اور پھر میں ان لوگوں کی خاطر مدارات کے انتظامات کرنے لگا------! اس کے بعد سیکا مجھے مال دکھانے لے گئی۔ بہترین مال

والی تھی وہ------!

میں نے سردارے کے ذریعے قہوہ خانوں اور منشیات کے اڈوں پر اطلاع بھجوا دی------ اور پھر پائیکل کے مکان سے ہی مال کی تقسیم ہوئی۔ میں نے اڈوں کے مالکان سے کوئی سیکیورٹی نہیں طلب کی تھی------ لیکن ان لوگوں نے مال کی نقد ادائیگی کی------ جو کروڑوں پونڈ تھی------ بلاشبہ غلام سیٹھ نے کسی ایک جگہ اتنی بڑی سپلائی نہیں کی تھی۔

سیکا ششدر رہ گئی تھی------!

تب میں نے سیکا، لیزینا اور کیگرو کا تعارف کرایا------ اور ان لوگوں سے کہا کہ آئندہ انہیں ان دونوں کے ذریعہ سپلائی ہوگی------ وہ ان سے تعاون کریں۔ سب نے تعاون کا پورا پورا یقین دلایا تھا۔

رات کو ہم واپس آ گئے------ میرے ذہن میں ژولی ژاں کا خیال آیا تھا۔ لیکن اس وقت اس کے بارے میں نہیں سوچا جا سکتا تھا۔ سیکا موجود تھی اور اگر سیکا ژولی ژاں کی دشمن ہو جاتی تو بے چاری ژولی کو کافی پریشانی اٹھانی پڑتی۔

رات کے کھانے کے بعد سیکا، لیزینا------ اور سوئنا میرے پاس آ بیٹھیں۔

"اس سوئنا کو تو تم نے بالکل ہی بدل دیا سیکا------" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس میں تمہارا بڑا ہاتھ ہے نواز------ تم نے اس لڑکی کے خیالات یکسر بدل دیے"۔

"لیکن تعاون تمہارا بھی ہے"۔

"میرے بھی خیالات تو تم نے ہی بدلے ہیں۔ پوچھ لو ان دونوں سے، میں نے اس کے بعد ان سے کبھی سختی نہیں برتی------ میں انہیں اپنا دوست سمجھتی ہوں"۔

"اس کا مطلب تھا کہ تمہاری فطرت میں کوئی خرابی نہیں تھی------ غلط ماحول نے تمہارے اوپر خول چڑھا دیا تھا"۔

"جو کچھ بھی سمجھو------" سیکا نے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اور پھر------ رات کو ان لوگوں کا آپس ہی میں کوئی معاہدہ ہو گیا۔ کیونکہ لیزینا اور سوئنا سیر کرنے چل پڑی تھیں------ صرف سیکا میرے پاس رہی گویا یہ رات سیکا کی تھی------ سیکا کی آنکھوں سے طلب جھانک رہی تھی لیکن میرے ذہن میں ایک خوبصورت الجھن تھی------ اور وہ ژولی ژاں تھی۔

میں اس کے بارے میں سوچ رہا تھا------ لیکن اس رات میں نے کسی کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا------ دوسرے دن بھی ژولی نے مجھ سے ملاقات نہیں کی------ سیکا کا ابھی یہاں رہنے کا پروگرام تھا------ ویسے بھی میں چاہتا تھا کہ اب یہاں سے روانہ ہو

جاؤں' اور سیکا کی موجودگی میں ہی-----!

اور یہ رات لیزینا کی تھی----- اس وقت سیکا اور سونٹا میرے پاس موجود تھیں----- "خوب----- گویا تم لوگوں میں معاہدہ ہوگیا ہے" میں نے مسکراتے ہوئے لیزینا سے کہا۔

"ہاں نواز-----" لیزینا نے میری آغوش میں مچلتے ہوئے کہا۔

"تو کل کی رات سونٹا کی ہوگی-----؟"

"یقیناً"

"گویا سیکا میں حیرت انگیز تبدیلی ہوئی ہے"۔

"اس کی شخصیت تو ایسی بدلی ہے نواز----- کہ حیرت ہوتی ہے" لیزینا نے کہا۔

"تم نے بھی مجھے یاد کیا لیزینا-----؟" میں نے پوچھا اور لیزینا ایک دم سنجیدہ ہوگئی' اس کی آنکھوں کی کوریں بھیگ گئیں----- اور پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے میرے سینے میں منہ چھپالیا۔

"نہیں نواز----- نہیں-----!" وہ سسکی سی لیتے ہوئے بولی۔

"یہ اچھی بات ہے لیزینا----- مجھے پسند ہے" میں نے اس کی ٹھوڑی اٹھاتے ہوئے کہا----- اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"ہم غلام ہیں نواز----- ہمارے جذبات بھی دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں----- ہم تو اپنی مرضی سے جی بھی نہیں سکتے----- ہم ہر حال میں خوش رہنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں"

"ایسی باتیں مت سوچا کرو لیزینا-----"

"ہماری سوچ ہماری اپنی نہیں ہے نواز-----"

"تم جذباتی ہو رہی ہو-----"

"نہیں-----" اس نے ایک گہری سانس لی اور مسکرانے لگی----- بھیگی آنکھوں کی یہ مسکراہٹ جھوٹی تھی----- کیسی بے بسی کی تھی یہ مسکراہٹ-----!

دل کے کسی حصے میں گڑبڑ ہونے لگی----- لیکن میں نے فوراً خود کو سخت کرلیا اور اسے پیار کرنے لگا۔ لیزینا بھی جذبات میں گم ہو کر اپنی محرومیاں بھول گئی----- لیکن ایک اور تھا----- جو محروم تھا----- ایک اور تھا جو بے چین تھا----- اونہہ----- کتنے تھے----- کیا تھے----- کسی کے بارے میں سوچنا فضول ہے۔ بکواس' ہاں-----

دوسرے دن میں نے ژولی کے مکان پر اس سے ملاقات کی-----!

اور اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔

ژولی ژاں اجڑ گئی تھی----- اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ چہرہ شادابی سے

محروم تھا----- لیکن مجھے دیکھ کر خلوص سے مسکرائی تھی "ہیلو نواز" اس نے بھرپور آواز میں کہا۔

"ژولی-----؟"

"کہاں غائب ہوگئی روز سے-----؟"

"بس----- کچھ مصروف تھی نواز-----" باظرف عورت نے مجھے شرمندہ نہ ہونے دیا----- لیکن اس کے ان الفاظ سے مجھے شرم محسوس ہوئی تھی-----!

"دراصل ژولی----- وہ کچھ لوگ-----!"

"مجھے علم ہے نواز----- کب تک قیام ہے ان کا-----؟"

"تین چار دن رہیں گے-----"

"ایک دن میری طرف سے بھی انہیں مدعو کر دو" اجازت دو تو میں خود آ جاؤں-----؟"

"ضرور ژولی----- میں تمہیں ان سے ملاؤں گا-----" میں نے شرمندہ سے انداز میں کہا----- اور ژولی تشکرانہ انداز میں مسکرانے لگی-----

تھوڑی دیر تک اس کے پاس رہ کر میں واپس آگیا----- اور----- یہ رات سونٹا کی تھی-----!

☆ ☆ ☆

سونٹا بدلی ہوئی لڑکی۔ اسے دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ اب وہ احساس کمتری کا شکار نہیں تھی۔ میری خلوت میں وہ بڑے ناز سے آئی' اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔ میں نے بھی اس کی پذیرائی ایسے ہی انداز میں کی کہ اسے کسی کمتری کا احساس نہ ہونے دیا۔ اس وقت کی سونٹا اور اس وقت کی سونٹا میں بہت فرق تھا۔

"ہیلو سوئٹی۔!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو۔" وہ شرمائے ہوئے انداز میں بولی۔

"تمہاری بدلی ہوئی شخصیت کس قدر حسین ہے سونٹا۔!" میں نے اس کے بالوں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"تمہیں پسند آئی مسٹر نواز۔؟" اس نے پوچھا۔

"میں تو حیران رہ گیا ہوں۔"

"غلط۔!"

"کیوں۔؟"

"مصور اپنی بنائی ہوئی تصویر کو دیکھ کر حیران نہیں ہوتا۔ وہ تو اسے بڑے اعتماد سے تخلیق کرتا ہے۔ سنگتراش اپنے تراشے ہوئے مجسمے پر حیرت نہیں کرتا۔ اس کے سارے نقوش

تو پہلے سے اس کے ذہن کے پردے پر منجمد ہوتے ہیں۔ اس وقت جب مجسمہ پتھر کا ایک ڈھیر ہوتا ہے۔ وہ اس کے اندر اپنا سمویا ہوا حسن دیکھ لیتا ہے۔"

"سوئنتا۔!" میں اس گفتگو پر حیران رہ گیا۔ اس احمق لڑکی کی کوئی بات عقل کی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب۔ اب تو یہ فلسفہ بھی بگھارنے لگی تھی۔

"میں تمہارا تراشا ہوا بت ہی تو ہوں نواز۔ میری شخصیت کے سارے رنگ تمہارے برش کے رہین منت ہیں۔ میں نے یہ رنگ ماند نہیں پڑنے دیئے۔ میں اپنے خالق۔ اپنے فنکار سے اتنی محبت کرتی ہوں کہ میں ان رنگوں کو زیادہ سے زیادہ چمکاتی رہی۔ تاکہ میرے فنکار کا نام مدھم نہ پڑنے پائے۔ بس میری یہی کاوش ہے۔"

"سوئنتا۔ تم نے تو مجھے حیران کر دیا۔ تمہاری گفتگو بیحد دلکش ہے سوئنتا۔"

"سب تیرا احسان ہے نواز۔ سب تیری بخشش ہے۔ تو نے میری سوئی ہوئی زندگی کو جھنجھوڑ کر جگا دیا ہے۔!" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔

"اب تو تمہارے بہت سے دوست ہوں گے سوئنتا۔ لڑکے اب تو تمہیں دیکھ کر مضحکہ خیز انداز میں نہیں مسکراتے۔"

"ان کی پرواہ مجھے اس وقت بھی نہیں تھی۔ میں تو صرف خود سے ڈرتی تھی۔ میں تو صرف خود سے خوفزدہ تھی۔ میں سوچتی تھی اتنی طویل زندگی بے اعتنائی کا شکار رہ کر کیسے کاٹوں گی۔"

"اب کیا کیفیت ہے۔؟"

"احساس محرومی مٹ گیا ہے۔ لیکن فنکار کی پجارن ہوں۔ اس کے علاوہ کسی کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ وہ اس کی بنائی ہوئی تصویر کو چھوئے۔!"

"اوہ۔ تت۔ تو کیا۔؟"

"ہاں میرے محبوب۔ مٹی مٹی سی اس تصویر کے رنگ تو نے نکھارے ہیں، لوگ اسے دیکھ کر حسرت تو کر سکتے ہیں، پسند تو کر سکتے ہیں۔ لیکن میں ان رنگوں کی رہن ہوں۔ میں ان تک کسی کے میلے ہاتھ نہیں پہنچنے دوں گی۔ میری زندگی کی صرف ایک حسرت ہے۔ مجھے دیکھ کر نفرت سے آنکھیں نہ پھیرلی جائیں۔ مجھے بھی دیکھا جائے۔ مجھے بھی چاہا جائے اور یہ حسرت میری شخصیت کی قاتل بن گئی تھی۔ تم نے میری شخصیت کو زندگی دے دی نواز۔ اس کے بعد مجھے اور کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں رہی۔"

"خوب۔ مجھے دلی مسرت ہوئی سوئنتا۔ تم میرے لیے بھی مجبور نہیں ہو سوئنتا۔ اگر پسند نہ کرو۔ تم ہم یہ رات دوستوں کی مانند بھی گزار سکتے ہیں۔" میں نے پورے خلوص سے کہا۔ اور سوئنتا میری طرف دیکھنے لگی۔ درحقیقت اس معصومانہ انداز میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔!

"مرنے کے بعد اسے دوسرا جنم دیا گیا۔ اس نے آنکھ کھولی تو وہ پہلے جنم کی ساری کہانیاں بھول چکی تھی۔ دنیا کا نیا رنگ بہت خوبصورت تھا۔ لیکن اس نے اسے پہلا ہی رنگ گردانا۔ اس نے یہ رنگ اپنا لیا۔ یہ رنگ پسند کر لیا۔ اس کے بعد کوئی دوسرا رنگ اس کی آنکھوں کو نہ بھایا۔ یہ پہلا رنگ ہی اس کا اپنا رنگ ہے۔ یہی رنگ اسے پسند ہے، وہ اسی میں خوش رہتی ہے۔ وہ اسی میں رنگے رہنا چاہتی ہے۔ زندگی میں ایک بار۔ یا جتنی بار۔!" سوئنتا نے بڑے خوبصورت انداز میں کہا۔ اور میں نے اسے بھینچ لیا۔

"واہ ری فلسفی لڑکی۔" میں نے اسے چومتے ہوئے کہا اور وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ جیسے میرے بدن کا ایک جزو بن جانا چاہتی ہو۔ جیسے میری روح میں سما جانا چاہتی ہو۔!

اور دوسری صبح حسب معمول خوشگوار تھی۔ سوئنتا مجھ سے پہلے جاگ چکی تھی۔ وہ غسل وغیرہ کر کے تیار ہو گئی تھی۔ بہرحال یہ اس کی فرض شناسی تھی، اس نے میری پسند سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی وہ یقیناً پرستش کی قائل تھی۔ ناز دکھانا نہیں جانتی تھی۔

"سوئٹی۔" میں نے ایک انگڑائی لی۔

"اٹھئے مسٹر نواز۔ غسل کر لیں۔"

"آؤ۔!" میں نے دونوں بازو پھیلا دیئے، اور وہ میرے بازوؤں میں سما گئی۔ اسے چومتا رہا۔ اور وہ میرے سینے پر سر رکھے لیٹی رہی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ جیسے وہ ان لمحات کو بینائی بنا لینا چاہتی ہو۔ آنکھ کھلے تو ان کے علاوہ اسے کچھ نظر نہ آئے۔ وہ ساری زندگی ان لمحات سے لطف اندوز ہوتی رہے۔

لیکن میرے سوچنے کا یہ انداز درست نہیں ہے۔ مجھے اس کے بارے میں زیادہ نہیں سوچنا چاہیے۔ زیادہ سوچنے سے میری وحشت ابھر آتی تھی۔ اور پھر میں خود ویران ہو جاتا تھا۔! چنانچہ میں نے بہ آہستگی اسے اٹھایا۔ اور پھر خود باتھ روم کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ناشتے کے کمرے میں تھے۔ کیسی دلچسپ بات تھی۔ میری وجہ سے دو عورتیں درست ہوئی تھیں۔ سیکاریفا۔ جو انسانوں کو انسان سمجھنے کی عادی نہیں تھی۔ جو سب کو خود سے کمتر سمجھتی تھی۔ جس کے سائے پر سے گزرنے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن آج ایک ہی میز پر اس کی ادنیٰ خادمائیں اس کے ساتھ ناشتہ کر رہی تھیں۔!

دوسری سوئنتا تھی۔ رہی لیزینا۔ تو بلاشبہ مجھے یہ لڑکی ان دونوں سے زیادہ پسند تھی۔ جب سیکاریفا اسے منہ نہیں لگاتی تھی تب بھی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی اور آج بھی اس کے انداز سے فخر نہیں جھلکتا تھا۔ بہرحال یہ انداز بہت خوبصورت تھا۔ اس دنیا میں اسی طرح گزارا ممکن تھا۔!

ناشتے کے دوران ہی میں نے سیکا سے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے سیکا۔؟"

"جو آپ پسند کریں مسٹر نواز۔ سیکا نے جواب دیا۔

"بھئی۔ میں نے تو وینس چھوڑ ہی دیا تھا۔ لیکن دینس کی--- سرزمین مجھے چھوڑنے کو تیار نہ ہوئی۔ لیکن بہرحال اس میں فائدہ ہی رہا۔ میرا خیال ہے غلام سیٹھ کو اتنی بڑی پٹائی طویل عرصے سے نہ ملی ہو گی؟"

"اس میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے مسٹر نواز۔ سیکا جلدی سے بولی۔

"بہرحال۔ یہ کسی پر کوئی احسان نہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس کا بھرپور معاوضہ لیتے ہیں۔ ہمارا کام ہی یہ ہے۔ میرا خیال ہے اب میں وینس سے نکل جاؤں۔"

"ہوں۔!" سیکا نے آہستہ سے کہا۔

"کیگرو کے کام پر آپ نگاہ رکھیں مادام سیکا۔ میرا خیال ہے وہ آسانی سے یہاں کا نظام سنبھال لے گا' یہاں کے لوگ اس سے بہت متاثر ہیں۔"

"وہ نڈر اور دلیر ہونے کے علاوہ ذہین آدمی ہے مسٹر نواز"

"مجھے علم ہے۔ بہرحال اور کوئی بات۔؟"

"نہیں۔ لیکن آپ کب روانہ ہوں گے۔؟"

"دو تین دن کے اندر اندر۔"

"ہم آپ کو یہاں سے رخصت کر کے جائیں گے"

"وینس میں سب ٹھیک ہے۔؟"

"بالکل۔ میں اس کی ذمہ دار ہوں۔"

"تب کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں سیکا۔ میں تمہیں ایک اور شخصیت سے ملانا چاہتا ہوں۔"

"کون ہے؟"

"ژولی ژاں۔ ایک اعلیٰ شخصیت۔ جو اس پورے ہنگامے میں ہماری مددگار بھی رہی ہے۔ میں نے اس سے وعدہ بھی کر لیا ہے۔"

"جو آپ پسند کریں۔" سیکا نے جواب دیا۔

"تو میں اسے اطلاع دے دوں گا مادام۔ کہ ہم دوپہر کا کھانا اسی کے ساتھ کھا رہے ہیں۔"

"میں نے عرض کیا' جیسا آپ پسند کریں۔ مسٹر سردار علی نہیں نظر آ رہے۔؟"

"آوارہ گرد ہے۔ کہیں گھوم رہا ہو گا۔"

"کیگرو اسکا بہت مداح ہے۔ کہہ رہا تھا ایسا بے جگر انسان پہلے اس کی نگاہ سے نہیں گزرا۔"

"میرے وطن کے سارے لوگ بے جگر ہوتے ہیں مادام سیکا لیکن میں ان میں خود کو

شامل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کے سینے ایمان سے پر ہوتے ہیں۔ ان کی بے جگری وطن کے دشمنوں کے دل دہلاتی ہے اور میں' میں---" میری آواز میں لڑکھڑاہٹ آ گئی۔ سیکا خاموش رہی۔

گیارہ بجے کے قریب سردار ے آ گیا اور میں نے اسے ژولی ژاں کو اطلاع دینے کے لیے بھیج دیا۔ تقریباً" پون گھنٹہ کے بعد وہ واپس آیا اور اس نے بتایا کہ ژولی ژاں ہمارے استقبال کے لیے تیار ہے۔

چنانچہ ایک بجے ہم اس کے ہاں پہنچ گئے۔ سردار بھی ساتھ تھا۔ ژولی ژاں نے اسی آفاقی مسکراہٹ سے ہم سب کا استقبال کیا تھا۔ جو اسے دنیا کے عام انسانوں سے ممتاز کرتی تھی۔ اس فرشتوں جیسی مسکراہٹ والی عورت کے بارے میں یہ سوچتے ہوئے بھی دکھ ہوتا تھا کہ وہ جسم فروش ہے۔ اسے نہ جاننے والے سخت حیران ہوتے ہوں گے' لیکن میں اس غم کے پہاڑ سے واقف تھا اور بلاشبہ وہ میری زندگی کی عجیب ترین عورت تھی' جس کے بارے میں' میں نے سب سے زیادہ غور کیا۔ سب سے زیادہ سوچا۔ اور جس کے لیے طویل عرصے تک افسردہ رہا۔ جس نے میرے ذہن پر گہرے نقوش چھوڑے۔

سفید لبادے میں وہ آسمان سے اتری ہوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔ سیکا نے اسے بڑی گہری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ اور یہ بہرحال اس کا حق تھا کیونکہ سب کچھ ہونے کے باوجود عورت تھی' لیکن اس کی بہ نسبت ژولی ژاں زیادہ پروقار' زیادہ باظرف تھی۔ اس نے جس اخلاق سے سیکا سے گفتگو کی وہ قابل ستائش تھا۔ سیکا اور دونوں لڑکیاں اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی تھیں۔ میں نے ژولی ژاں کو بھی اپنی روانگی کے بارے میں بتایا۔ اور میں نے اس کے چہرے پر نمایاں تبدیلی محسوس کی۔ لیکن ایسے تاثرات سے اب میں زیادہ اثر نہیں لیا کرتا تھا۔

ژولی ژاں نے سب کو شام تک روکے رکھا۔ شام کی چائے اور پھر رات کے کھانے کے بعد اس نے ہمیں واپسی کی اجازت دی۔ سیکا وغیرہ جب وہاں سے واپس ہوئیں تو ژولی ژاں کے اعلیٰ اخلاق' اس کی پرسحر شخصیت کے گن گا رہی تھیں۔

دوسرا دن بھی پرسکون تھا۔ اس رات سیکا میرے ساتھ رہی تھی۔ لیکن تیسرے دن میں نے روانگی کی ٹھان لی۔ حالانکہ سیکا وغیرہ کو امید تھی کہ میں چند روز اور رکوں گا۔ اس نے اصرار بھی کیا۔

"لیکن۔ اچانک کیوں نواز؟"

"میں وقت ضائع کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ سیکا۔ یوں بھی غلام سیٹھ سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ ممکن ہے سوئٹزرلینڈ میں وہ مجھ سے ملنے کی کوشش کرے۔"

"تو تم۔ آج ہی روانہ ہو جاؤ گے؟"

"ہاں۔"
"لیکن تیاریاں بھی تو کرنی ہیں۔"
"کیسی تیاریاں؟"
"روانگی کے لیے کچھ انتظامات نہیں کرو گے۔؟"
"ہاں۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں۔ ضروریات زندگی کا معمولی سا سامان۔ اس کے علاوہ اور کس شے کی ضرورت ہو گی۔"
"سفر کیسے کرو گے۔"
"پیدل۔"
"بلاوجہ کیوں تکلیف اٹھاتے ہو گاڑی لے جاؤ۔"
"چلو ٹھیک ہے۔ تم اپنی لینڈ روور میرے ہاتھ فروخت کر دو۔"
"فروخت۔؟"
"ہاں بھئی۔ بہرحال اس کے کاغذات میرے لیے ضروری ہیں۔"
"ٹھیک ہے۔ میں تیار کرا دوں گی۔" سیکا نے میرے پکے ارادے سے مایوس ہو کر کہا۔ لیکن اب میرے سر پر روانگی کا بھوت سوار ہو گیا تھا' چنانچہ سیکا سے ضروری تیاریوں کا کہہ کر میں باہر نکل آیا۔ سردارے کو ابھی تک روانگی کے بارے میں نہیں معلوم تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا اور وہ مسکراتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔
"دسو جی' کی گل اے نواز جی۔" اس نے بڑے موڈ میں پوچھا۔
"تمہاری محبوباؤں کی تعداد کتنی ہے۔؟" میں نے پوچھا اور سردارے انگلیوں پر حساب لگانے لگا۔ پھر اس نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا۔ "پوری چھ جی۔"
"اگر دس دس منٹ سب سے ملاقات میں لگے تب بھی پورا ایک گھنٹہ ہوا۔ لیکن خیر۔ جلدی سے سب سے مل لو۔ اور پھر میرے پاس پہنچ جاؤ۔" میں نے کہا۔
"کیا مطلب یار۔؟" سردارے نے بدحواس ہو کر پوچھا۔
"چل رہے ہیں یہاں سے۔"
"ارے کب۔؟"
"آج شام تک۔"
"نہیں۔؟" سردارے حیرت سے بولا۔
"بالکل۔"
"لل۔ لیکن اچانک۔"
"کیوں؟ تمہیں اعتراض ہے۔؟" میں نے پوچھا۔
"او کوئی نئیں یار۔ مگر مجھے دو دن پہلے تو وارننگ دیدی ہوتی" سردار نے افسوس

بھرے انداز میں کہا۔
"کیوں۔؟"
"او یار۔ کئی لڑکیاں رہ گئیں۔ لسٹ پر رکھی ہوئی تھیں۔ ابھی انہیں اسی لیے لفٹ نہیں دی تھی کہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ اگر اتنی جلدی جانے کا خیال ہوتا تو ایک ایک دن میں دو دو عشق کرتا۔"
"چلو انہیں معاف کر دو۔ اللہ انہیں کوئی اور عاشق دے دے گا۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ اور سردارے مصنوعی آنسو خشک کرنے لگا۔ میں نے اسے دھکا دے دیا تھا۔

شام کو چار بجے ساری تیاریاں مکمل ہو گئی تھیں۔ سیکا بہت اداس تھی۔ میرے ذہن میں پھر وہی بیزاری ابھر آئی تھی۔ دل میں ایک بار خیال آیا کہ ژولی ژاں سے ملتا چلوں۔ لیکن پھر وہی ماحول سے رسموں سے بغاوت ذہن میں ابھر آئی۔ کیا ضرورت ہے فضول سی رسموں کی' مجھے اس سے کیا لینا ہے۔ میں اسے کیا دوں گا جو رسم نبھانے جاؤں' کچھ احمقانہ باتیں ہوں گی اور بس۔ چنانچہ یہ خیال ترک کر دیا۔
لیزینا کے چہرے پر بھی افسردگی تھی۔ سوئنا کا چہرہ سپاٹ تھا۔! لینڈ روور اسٹارٹ کرتے ہوئے میں نے ان کی طرف ہاتھ ہلایا اور کیگرو میرے پاس آ گیا۔!
"ماسٹر۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم نے بہت سے کام کیے ہیں۔ بڑے بڑے جیالوں کے ساتھ رہا ہوں۔ مگر تمہارے ساتھ کام کرنے میں جو مزہ آیا۔ اس کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ ہم سے کوئی بھول ہوئی ہو ماسٹر تو معاف کر دینا۔"
"اچھے کیگرو۔" میں نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور لینڈ روور آگے بڑھا دی۔ سردارے مغموم بیٹھا تھا۔ میرے دانت بھینچے ہوئے تھے۔ لینڈ روور کی رفتار کافی تیز تھی۔ کئی منٹ کے بعد سردار چونکا اور میری شکل دیکھنے لگا۔
"استاد۔" اس نے مجھے مخاطب کیا۔
"ہوں۔" میں آہستہ سے بولا۔
"کس سوچ میں ہو۔؟"
"کچھ بھی نہیں سردارے۔" میں نے ایک گہری سانس لی۔
"بڑے اچھے دن گزارے یہاں استاد۔!"
"ہوں۔"
"تمہاری۔ وہ۔ رخصت کرنے نہیں آئی استاد۔؟ سردارے کہا۔
"ژولی ژاں۔؟"
"ہاں۔!"

"اسے مجھ سے کیا لینا تھا سردارے۔ میرا اس کا کیا رشتہ تھا۔"

"کیا تم نے اس سے ملاقات کی تھی استاد۔؟"

"نہیں۔"

"ایک بات پوچھوں دوست۔ برا تو نہ مانو گے۔؟" سردارے نے عجیب بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا سردارے؟" میں نے بھی ذہن سے سارے خیالات جھٹک دیئے اور اس کی باتوں میں دلچسپی لینے لگا۔ جھیل گوری ہمارے ساتھ ساتھ دوڑ رہی تھی۔ دھند سے ڈھکی ننھی منی بستیاں نظر آتیں اور پیچھے رہ جاتیں۔ کسی جگہ دھند صاف ہوتی تو گوری کا سفید اور سرسبز جزیرے نظروں کے سامنے آ جاتے۔!

"تمہارے بہت سے روپ سامنے آئے نواز۔ کبھی تم ایک کھلنڈرے شخص کے روپ میں دیکھے گئے۔ کبھی میں نے تمہیں سوبیتا تباہ کرتے دیکھا۔ تھامپسن سے مقابلے میں ایک خونخوار چیتے کی طرح ہوشیار اور چوکنے نظر آئے میری تمہاری اتنے دن کی دوستی ہے۔ ہمارے درمیان مذہب کا رشتہ بھی ہے استاد۔ اور وطن کا رشتہ بھی۔ لیکن تمہارا سردارے آج تک تمہارا پراسرار شخصیت سے ناواقف ہے۔"

"میں تیرے سامنے جو کچھ ہوں' وہ کافی نہیں ہے سردارے۔؟" میں نے سامنے نگاہیں جمائے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟"

"اس طرح سردارے کو اپنی حیثیت کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ سردارے تمہارا غلام ہے استاد۔ غلام رہے گا۔ لیکن تم نے اسے اتنی جرات دے دی ہے کہ وہ تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش کرے۔ تمہارا دوست کبھی تمہارے لیے نقصان دہ نہیں ثابت ہو گا استاد۔ جب دوست بتایا تو اپنے سینے کو رازوں کا مقبرہ کیوں بنا رکھا ہے۔؟"

سردارے کے لہجے میں ایسا خلوص۔ ایسی محبت تھی کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ایک دوست کی بیگانگی کی شکایت تھی۔ یہ ایسا خلوص بھرا احتجاج تھا جسے میں مسترد نہ کر سکا۔ یہاں میں اپنی شخصیت کے خول میں نہ رہ سکا۔

"کیوں مجھے زخمی کرنے پر تلا ہوا سردارے۔؟" میں نے کہا۔

"سردارے کے زخم کا تمہیں کوئی احساس نہیں ہے استاد۔ پوری دنیا میں میرا بھی کوئی نہیں ہے نواز۔ ہاں کسی کو اپنانے کی خواہش ضرور ہے۔ وہ تم ہی ہو۔ اپنے زخم مجھے دکھاؤ استاد۔ میں کم عقل ضرور ہوں۔ لیکن کہہ دینے سے کسک کم ہو جاتی ہے۔"

"ارے۔ میرے دل میں کوئی زخم نہیں ہے سردارے میری جان۔"

"جھوٹ نہ بولو استاد۔ کبھی کبھی تمہارے کسی زخم کا منہ کھلتا ہے تو وہ مسکراہٹ بن کر

تمہارے ہونٹوں پر ابھر آتا ہے۔ اور اس وقت میں سوچتا ہوں کہ سردارے نواز کے لیے اجنبی ہے۔ وہ نواز کے زخموں پر مرہم رکھنے کا مجاز نہیں ہے۔"

"تو جذباتی ہے سردارے۔"

"آج جرات کر ڈالی ہے استاد۔ آج انتہا کر دوں گا۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاؤں گا۔" سردار کی آواز میں ہلکی سی بھراہٹ تھی۔ اور میں خاموش ہو گیا۔ سردارے بھی خاموش ہو گیا۔

"کوئی نیا پن نہیں ہے میری کہانی میں سردارے۔ سرائے عالمگیر کے ایک چھوٹے سے مکان میں پیدا ہوا تھا۔ دریائے جہلم کی لہریں گن گن کر جوان ہوا۔ دریا کے کنارے سرسبز کھیتوں کے حسین مناظر آنکھوں میں بسائے زندگی کے راستوں پر چلنے کی کوشش کی' تو پتہ چلا کہ بچپن کیا ہوتا ہے میری جوانی میرے وطن کو پسند نہ آئی۔ میرے ہموطنوں نے اسے روندنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ میں نے نیکی اور شرافت کی زندگی کے لیے ایک ایک گلی میں بھیک مانگی۔ لیکن ہر دروازہ بند ہو گیا۔ لوگوں نے میری آواز سننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کان بند کر لیے۔ تب میں نے اپنی دنیا سے مایوس ہو کر آسمان کی دنیا اپنانے کا فیصلہ کیا۔ اور آسمان سے ایک نئی زندگی میرے لیے پھینک دی گئی۔ کاتب تقدیر نے کہا کہ میں نے زندگی گزارنے کے لیے وہ راستے نہیں تلاش کیے جو میرے لیے لکھے گئے تھے۔ تب میرے قدم ان راستوں پر اٹھا دیئے گئے۔ اور آج میں یہاں ہوں۔' میں نے کہا۔ سردار بڑے غور سے میری کہانی سن رہا تھا۔

"بس اتنی سی ہے میری کہانی سردارے۔"

"تو پھر اس پر غمزدہ کیوں ہے میرے یار۔ جو زندگی تیرے لیے منتخب کی گئی' تو اس پر چل رہا ہے۔" سردارے نے کہا۔

"کبھی کبھی اندر چبھن ہوتی ہے سردارے۔" میں نے کرب سے کہا۔

"ہم سب وقت کے غلام ہیں نواز۔ وقت ہمارا غلام نہیں ہے' ہم کٹھ پتلیاں ہیں اور۔۔۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟"

"ہاں۔ خود کو مطمئن کرنے کے لیے میں بھی خوبصورت الفاظ کا سہارا لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس بھی اور کچھ نہیں ہے۔"

"نکال دے یار ذہن سے ان خیالات کو۔ ہم برے آدمی ضرور ہیں۔ لیکن یار جب موقع ملتا ہے تو اچھے کام بھی کر لیتے ہیں۔ ہمارا پیشہ بدل گیا ہے ذات تو نہیں بدلی۔ ایمان تو نہیں بدلا۔"

"نکال دیا ہے سردارے۔ جس حد تک نکال سکتا تھا نکال دیا ہے بس کبھی کبھی جب مشرق کی طرف سے ہوائیں چلتی ہیں تو زخموں میں ٹیسیں اٹھنے لگتی ہیں۔"

"سچ کہتے ہو استاد۔" سردارے نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

لینڈرروور ہموار سڑک پر خاصی رفتار سے جا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے سورج سے ... ہو رہی ہو۔ کافی طویل راستہ طے کر کے بالآخر ہم ڈومسڈولا پہنچ گئے۔ ابھی خاصا وقت باقی تھا ... قیام کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش کی ضرورت نہیں تھی۔ درویش منش تھے، جہاں رات ہو جاتی قیام کر لیتے۔"

ڈومسڈولا اطالیہ کا آخری سرا ہے۔ کسٹم آفیسر نے پاسپورٹ وغیرہ چیک کیے۔ منشیات کے بارے میں خاص طور سے پوچھا۔ کوئی دلچسپ آدمی تھا۔ "کچھ بھی نہیں ہے؟" اس نے اطالوی زبان میں پوچھا۔

"ہاں۔ کچھ بھی نہیں ہے دوست۔"

"حالانکہ رات ہونے والی ہے۔" وہ مسکرایا۔

"ایک اداس رات۔" میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیسے گزرے گی۔"

"آہیں بھرتے ہوئے۔؟ میں نے جواب دیا۔ اور وہ ہنس پڑا۔

"یہ ناممکن ہے۔"

"یقیناً"۔ لیکن جو کچھ تھا اسے راستے میں ہی ختم کر کے پیچھے جھاڑ لیے معلوم تھا کہ سرحد پر چیکنگ ہو گی۔؟"

"اور اگر کچھ برآمد کر لوں تو۔؟"

"آدھا تمہارا۔" میں نے جواب دیا اور وہ پھر ہنس پڑا۔

"پیش کروں کچھ؟" اس نے پوچھا۔

"صرف اتنا مل جائے کہ اگلی چوکی پر کسی کو اعتراض نہ ہو۔ تو کیا حرج ہے۔"

اور اس نے ہنستے ہوئے ایک آدمی کو بلایا۔ اس نے تھوڑی سی چرس ہمارے حوالے کر دی تھی۔ جسے ہم نے انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا۔ اور پھر ہم سوئٹزر لینڈ میں داخل ہو گئے۔ پس اس کی قومیت بدل گئی۔ اب وہ اطالوی سے سوئس ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ سرنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سرنگوں کا سفر بے حد دلچسپ تھا۔ تاریکیاں پھیلتی جا رہی تھیں، اور جب گاڑی کسی سرنگ میں داخل ہوتی تو ظلمات کا لطف آ جاتا تھا۔ لینڈرروور کی تیز بیٹری سے چلنے والی روشنیاں صرف تھوڑے سے حصے کو منور کر لیتیں اور آگے معلوم ہوتا جیسے تاریکی کی کوئی ٹھوس چٹان کھڑی ہے۔ گاڑی کی رفتار کم کرنا پڑتی۔!

اور پھر آسمان بھی تاریک ہو چکا تھا جب ہم برگ پہنچے۔

سوئزر لینڈ کا پہلا قصبہ۔!

"کیا خیال ہے سرادرے۔؟" میں نے کہا۔

"بس کافی ہے استاد۔" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں گردن ہلانے لگا۔

ہم نے گاڑی قصبے کی طرف موڑ دی۔ خوبصورت اور بلند و بالا پہاڑیوں میں گھرا ہوا برگ، جس کا صحیح حسن تو ہم دن کی روشنی میں ہی دیکھ سکتے تھے۔ لیکن رات کی تاریکی میں بھی چھوٹا سا قصبہ بے حد حسین نظر آ رہا تھا۔ ہم برگ میں داخل ہو گئے۔ سرد ہوا کے تھپیڑوں نے ہمارا استقبال کیا۔ آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ جگہ جگہ پانی سے بھرے ہوئے گڑھے نظر آ رہے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ کچھ دیر قبل بارش ہو چکی ہے۔

کہیں تنگ، کہیں کشادہ سڑکوں سے گزر کر ہم ایک بازار میں پہنچ گئے جو بارش میں بھیگا کھڑا تھا۔ اکا دکا دوکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہاں سے آگے سوئس طرز کے پرانے مکان جو لکڑی کے بنے ہوئے تھے۔ لمبے لمبے چوغے کی طرز کے کوٹ پہنے ہوئے لوگ ادھر سے ادھر آ جا رہے تھے۔!

میں نے گاڑی ایک ایسی جگہ روکی جہاں دو آدمی کھڑے گفتگو کر رہے تھے۔ تب میں نے گردن نکال کر ان کی گفتگو میں دخل دیا۔

"معاف کیجئے گا۔ کیا آپ مجھے کیمپنگ کا پتہ بتا سکتے ہیں" میں نے ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی میں پوچھا۔ جواب دینے والا کافی خوش اخلاق تھا۔ سمجھ گیا سیاح ہیں۔ چنانچہ اپنی گفتگو چھوڑ کر وہ لینڈرروور کے نزدیک آ گیا۔ اور پھر اسنے میری ٹوٹی پھوٹی زبان کو مدنگاہ رکھتے ہوئے ویسی ہی زبان میں پتہ سمجھایا۔ جو میری سمجھ میں آ گیا۔ اور میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔!

برگ، کوہ پیمائی کی پہلی منزل۔ یہ سیاحوں کی پسندیدہ جگہ ہے۔ اس کے بارے میں، میں نے یہی سنا تھا۔ بہرحال سرد ہوا رگوں میں گھستی معلوم ہو رہی تھی۔ اس لیے اس کے حسن پر شاعری کا موڈ نہ بن سکا۔ ایک ندی کے کنارے کنارے چلتے ہوئے ہم کیمپنگ تک پہنچ گئے۔

ایک چھوٹی سی عمارت کے علاوہ وہاں اکا دکا خیمے بھی نظر آ رہے تھے۔ ظاہر ہے اس موسم میں سیاح ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ ہماری طرح چند سرپھروں نے ہی خیمے لگائے ہوئے تھے اور بس۔! پوری عمارت نیم تاریک تھی۔ اندرونی حصوں میں کچھ روشنیاں تھیں ورنہ اندھیرا پڑا تھا۔!

"کیا خیال ہے سردارے۔؟" میں نے پوچھا۔

"جلدی کرو استاد۔ سردی تو جیسے ہمارے لیے امپورٹ کی گئی ہے۔" سردار نے دانت کٹکٹاتے ہوئے کہا اور میں لینڈرروور سے نیچے اتر گیا۔ لیکن دوسرے لمحے میں جلدی سے دروازہ کھول کر پھر اندر گھس آیا۔

"کک۔۔۔ کیا ہوا استاد؟" سردارے نے پوچھا۔

"مر گئے سردارے۔" میں کراہا۔

"ابھی نہیں استاد۔ ویسے صبح تک ضرور مر جائیں گے"

"غلطی ہو گئی یار۔ ہمیں گرم کپڑے زیادہ لینے چاہئیں تھے۔ اب کیا کریں۔؟"

"کچھ کرو۔ یہاں تو قلفی جمی جا رہی ہے۔"

"نیچے اتر کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے برف کے سمندر میں چھلانگ لگا دی ہو۔"

"پھر اب کیا ہو۔؟" سردارے تشویش سے بولا۔

"ٹھہرو۔ کوشش کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔" میں نے کہا اور جو کچھ تھوڑے بہ موٹے کپڑے تھے سب اپنے بدن سے لپیٹ لیے۔ نیچے اترا۔ اور جمے جمے قدم اٹھاتا عمارت دروازے پر پہنچ گیا۔!

کافی دیر تک دروازہ پیٹنا پڑا تھا۔ یا تو میرے ہاتھ کی ضرب ہی کمزور تھی۔ یا پھر مکا والے گہری نیند سو رہے تھے۔ کافی دیر کے بعد اندر کوئی جاگا۔ روشنی ہوئی اور پھر کسی دروازے کے قریب آکر فرنچ میں پوچھا۔

"کون ہے۔؟"

"سیاح۔!" میں نے کانپتی آواز میں جواب دیا۔ دروازہ کھولنے والے کے چہرے حیرت صاف پڑھی جا سکتی تھی' توانا جسم کی ایک ادھیڑ عمر عورت تھی جو گرم کمبل اپنے بدن لپیٹے ہوئے تھی۔

"سیاح۔؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"ہاں مادام!"

"کافو کا۔ کافو کا۔!" عورت نے اندر منہ کر کے کہا۔

"کیا بات ہے۔؟" ایک گڑگڑاتی آواز سنائی دی۔

"یہاں آؤ۔ ایک حیرت انگیز انسان آیا ہے۔"

"ایک نہیں۔ دو ہیں مادام۔! اس بری حالت کے باوجود میری رگ ظرافت پھڑ اٹھی۔ اور میری زبان خاموش نہ رہ سکی۔

"دو ہیں۔" عورت اندر منہ کر کے بولی۔

"جتنے بھی ہوں۔ اندر بلا لو۔ میں باہر نہیں آ سکتا۔" اندر سے جواب ملا۔ اور ادھ عورت نے میری طرف دیکھا۔

"دوسرا کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"گاڑی میں ہے۔"

"زندہ ہے۔؟"

"جس وقت میں آیا تھا اس وقت تک تو زندہ تھا۔ اب کے بارے میں نہیں کہہ سکتا۔"

"اسے آواز دو۔ زندہ ہے تو آ جائے گا۔ ورنہ اسے صبر کر کے تم ہی اندر آ جاؤ

زیادہ دیر تک یہاں نہیں کھڑی رہ سکتی۔" عورت نے کہا۔ اور میں نے بدن کی کپکپی سے متاثر آواز میں سردارے کو پکارا۔

"کیا ہے استاد۔؟" اس کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی۔

"آ جاؤ۔"

"کک۔ کیسے آؤں۔؟" سردارے نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"جیسے بھی بن پڑے آ جاؤ۔ جلدی کرو۔!" میں نے جواب دیا۔ سردارے نے نہ جانے کس طرح گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اور پھر اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دوڑتا ہوا دروازے تک آ گیا۔ پھر اگر عورت ایک دم دروازے کے پاس سے نہ ہٹ گئی ہوتی تو سردارے اس سے ٹکرا جاتا۔ سردارے نے دروازے پر رکنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ نہ ہی اس نے لینڈرروور کا دروازہ بند کیا تھا۔

"ارے۔ ارے۔ سردارے۔ سردارے۔" میں نے اسے آواز دی۔

"ہو۔ ہو۔ ہو۔ ہوہوہو۔" سردارے کے منہ سے آواز نکلی

"آ جاؤ۔ آ جاؤ۔ تم زیادہ دلیر بننے کی کوشش نہ کرو۔" بوڑھی عورت نے کہا۔ اور پھر میں بھی اندر داخل ہو گیا۔ بوڑھی نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا تھا۔!

سردی کی شدت کسی قدر کم ہو گئی۔ مکان کو اندر سے گرم کیا گیا تھا۔ تب بوڑھی عورت ہماری طرف مڑی۔ اور پھر گردن جھٹک کر بولی۔ "آوارہ گرد۔؟"

"ہاں۔!" ہم دونوں نے گردن ہلائی۔

"مگر تمہارے پاس گاڑی ہے۔"

"ہاں۔!" ہم نے پھر پہلے کے سے انداز میں کہا۔

"اور گرم لباس نہیں ہیں؟"

"ہم پہلی بار ادھر آئے ہیں محترم خاتون۔"

"اوہ۔ خیر۔ خیر۔ لیکن اس موسم میں سیاح کم آتے ہیں۔ خیر اندر آ جاؤ۔ میں آنے والوں کے معاملے میں محتاط ہوں۔ یہ مکان کسی کی قیام گاہ نہیں بنتا۔ لیکن مجبوری ہے۔ انسانی ہمدردی کے تحت میں اس رات تمہیں پناہ دے سکتی ہوں۔ کل صبح تم انتظامات کر لو گے اور خیمے میں رہو گے۔"

یقیناً مادام۔ بہت بہت شکریہ۔" میں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آ جاؤ۔ اور اندر آ جاؤ۔ یہ مکان اندر سے گرم ہے۔ کچھ احمق اب بھی خیموں میں گزار رہے ہیں۔ میں ہر صبح ان کی اکڑی ہوئی لاشوں کی منتظر رہتی ہوں۔ لیکن نہ جانے کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں وہ لوگ۔"

ادھیڑ عمر عورت ہمیں اندر لے گئی۔ درحقیقت اس شدید سردی کا احساس نہیں تھا'

ورنہ انتظامات کے بغیر اس طرف قدم نہ رکھتے نہ جانے کیوں ریفا وغیرہ کو بھی اس کا خیال نہ آیا۔!

چوبی عمارت میں کئی کمرے تھے' جن میں کچھ خالی بھی تھے۔ ان کمروں کو خوب گرم کیا گیا تھا۔ پورا مکان ہی اندر سے گرم تھا۔ بڑی فرحت محسوس ہوئی اندر آ کر۔!! ادھیڑ عورت ہمیں ایک کمرے میں چھوڑ گئی۔ باقاعدہ بیڈ روم تھا۔ ایک بستر بھی تھا' کمبل بھی۔ سردارے نے گہری سانس لی تھی۔

ہم نے جوتے اتارے' اور بستر میں گھس گئے۔ دونوں نے کمبل لپیٹ لیا تھا۔ کپڑے اتارنے کی سکت کس میں تھی۔

"قسمت اچھی ہے استاد۔ اگر یہ بوڑھی مہربان نہ ہوتی تو"

"ہمارے جسموں پر برف جم جاتی۔ اور برف میں جمے ہوئے ہم بہت خوبصورت معلوم ہوتے۔" میں نے کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہوتا۔ مگر استاد۔" سردارے کسی قدر تشویش سے بولا۔

"کیوں۔؟"

"کار کی چابی کہاں ہے؟"

"اگنیشن میں۔"

"بہت خوب۔ اور میں دروازہ بھی کھلا چھوڑ آیا ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔؟"

"کیوں۔؟"

"کس کی شامت آئی جو اس سخت سردی میں چوری کے لیے نکلے گا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ خدا اس بوڑھی کو سلامت رکھے۔ میری تو اس تصور سے روح فنا ہو رہی ہے۔"

"برگ کے بازار سے موسم کے لحاظ سے خریداری کریں گے۔"

"ارے اس چھوٹے سے قصبے میں کیا ملے گا۔؟"

"میرا خیال اس سے مختلف ہے؟"

"کیوں۔؟"

"کوہ پیمائی کے لیے آنے والے سیاحوں کی یہ پہلی منزل ہے۔ میرے خیال میں یہ ہماری توقع سے زیادہ جدید نکلے گا۔"

"خدا کرے۔ ورنہ پھر یہاں سے فوراً بھاگنا پڑے گا۔"

"بہت دن کام میں گزارے ہیں سردارے۔ اگر برگ پسند آیا تو کچھ دن یہاں آزادی سے قیام کریں گے' اور صرف سیر کریں گے۔"

"آوارہ گردوں کے کیمپ نظر نہیں آئے یہاں۔"

"ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ ویسے اگر ہوں گے بھی تو کہیں دبکے پڑے ہوں گے۔"

"میں ان خیموں میں رہنے والوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔"

"بوڑھی کا خیال درست ہے۔ نہ جانے کیوں وہ اب تک نہیں مرے۔!"

"ہاں۔ قاعدے سے انہیں مر جانا چاہیے تھا۔" سردارے نے کہا اور کمبل میں منہ چھپا لیا۔ اس کی گرم گرم سانسیں میری گردن سے ٹکرا رہی تھیں۔ دفعتاً" اس نے کمبل سے منہ نکال لیا۔

"استاد۔؟" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

"کیوں خیریت؟" میں نے اسے دیکھا۔

"کیا تمہاری ناک کام نہیں کر رہی۔؟"

"کیا مطلب؟" میں اُسے گھورتے ہوئے بولا۔

"خدا کی قسم۔ کافی۔ کافی کی مہک آ رہی ہے۔"

"دماغ کی خرابی ہے۔" میں بڑبڑایا۔ لیکن اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔

"سو گئے بچو۔؟"

"نہیں مہربان۔ فرمائیے۔" میں نے شائستگی سے کہا۔ اور بوڑھی عورت دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس میں تین کپ رکھے ہوئے تھے۔ پیالوں سے کافی کی بھاپ اٹھ رہی تھی۔

سردارے جلدی سے کمبل پھینک کر بیٹھ گیا۔

"افسوس' برانڈی نہیں ہے میرے پاس۔ ورنہ تمہیں ایک ایک پیگ دیتی۔ لو کافی پی لو۔"

"آپ نے اتنی رات گئے تکلیف کی ہے۔"

"میرے ہاں درجنوں گاہک آتے ہیں۔ خیمے لیتے ہیں۔ قیام کرتے ہیں۔ مہمان کوئی نہیں آتا۔ آج رات تم میرے مہمان ہو۔"

"آپ بے حد مہربان ہیں۔" ہم نے کافی کی پیالیاں لیتے ہوئے کہا۔

"ایک درخواست کروں گی۔" بوڑھی نے ہمارے سامنے ایک چمڑا چڑھے اسٹول پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"حکم دیں ماں۔"

"براہ کرم۔ اس عمارت میں چرس یا افیون مت پینا۔ مجھے سخت گھن آتی ہے۔"

"ہمارا وعدہ ہے۔" میں نے کہا۔

"شکریہ۔" عورت خود بھی کافی پینے لگی۔

"کیا ہم آپ سے تعارف حاصل کر سکتے ہیں ممی۔؟"

"میرا نام دلیوارا ہے۔ میرے شوہر مسٹر فورک اندر موجود ہیں اس کے علاوہ دو لڑکیاں جولیسا اور لیزا اس عمارت میں رہتی ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لیزا انتہائی سنجیدہ۔ اور جولیسا اتنی ہی شوخ"

"بیٹا کوئی نہیں ہے آپ کا؟"

"نہیں۔" بوڑھی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

اور ہم خاموشی سے کافی پیتے رہے۔ بڑی لذیذ کافی تھی اور اس وقت اس نے جو لطف دیا تھا اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کافی ختم ہو گئی۔ او رہم نے کپ رکھ دیئے۔

"اب آرام کرو۔" بوڑھی پیالے اٹھاتے ہوئے بولی۔ اور باہر نکل گئی۔!

"خدا اس بوڑھی عورت کو ایک ہزار سال کی عمر عطا کرے۔" سردارے پھر کمبل میں گھستے ہوئے بولا۔ پھر اس نے کمبل کے اندر سے پوچھا۔ "استاد' سوئس کرنسی موجود ہے؟"

"ہاں۔ کیوں۔؟"

"میرا مطلب ہے کتنی تعداد میں۔؟"

"ضرورت ہے سردارے۔؟"

"ہاں"

"کتنی؟"

"میں ایک ہزار کمبل خریدنا چاہتا ہوں۔ اس سے کم کے بغیر یہاں گزارا مشکل ہے۔" سردارے نے کہا۔ اور مجھے ہنسی آ گئی۔ ہم دونوں الٹی سیدھی باتیں کرتے رہے اور پھر سو گئے۔

صبح دیر تک سوتے رہے۔ پھر سردارے کی آواز پر ہی میری آنکھ کھلی تھی۔

"اٹھو گے نہیں نواز۔؟"

"کیوں نہیں اٹھیں گے۔ اٹھنا ہی پڑے گا بھائی۔ میں نے کہا اور کمبل سے منہ نکال لیا۔ کمرہ بند تھا اس لیے باہر کا موسم پتہ نہیں چل رہا تھا ویسے اب کمرے میں بھی سردی گھس آئی تھی۔

پھر کسی نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ او رہمیں جاگتا دیکھ کر اندر آ گئی۔ وہی بوڑھی عورت تھی۔

"صبح بخیر بچو۔!" اس نے مادرانہ محبت سے کہا۔

"صبح بخیر مسز فورک۔" ہم دونوں نے جواب دیا۔

"غسل کرو گے؟" مسز فورک نے مسکراتے ہوئے کہا اور سردارے نے چیخ کر کمبل

میں منہ چھپا لیا۔

"ہم سے ناراض ہیں مسز فورک۔؟" میں نے کہا اور مسز فورک ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بہت دلکش تھی۔ سفید گالوں میں ننھے ننھے گڑھے بے حد پیارے لگتے تھے۔

"منہ ہاتھ تو دھو ہی لو۔ پانی گرم ہے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ یہ بات قابل غور ہے۔" میں نے کہا اور پھر سردارے کے ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔ "اٹھ بھئی۔ منہ ہاتھ دھولے تاکہ ناشتہ مل جائے۔"

"ناشتہ بغیر منہ دھوئے بھی کیا جا سکتا ہے استاد۔ کیا وقت ہو گی۔" سردار نے کہا۔

"اٹھ جا۔ اب اداکاری مت کر۔" میں نے کہا' اور خود بستر سے نکل آیا۔

"میرے ساتھ آؤ۔" مسز فورک نے کہا۔ اور میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ برآمدے میں ایک خوبصورت لڑکی اونی اسکرٹ پہنے کمر سے ایپرن باندھے لمبے ہتھے والے برش سے فرش صاف کر رہی تھی مجھے دیکھ کر اس نے کہا۔

"گٹن مارگن ہرن۔"

"گڈ مارننگ مس۔!" میں نے باہر کے موسم سے ٹھٹھرتے ہوئے کہا۔ سرد ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں۔ لڑکی کافی دلکش تھی۔ لیکن اس وقت اسے دیکھنے کی فرصت کسے تھی۔

"میری لڑکی لیزارا۔" عورت نے کہا۔ اور میں نے بادل نخواستہ گردن خم کر دی۔ لڑکی خاموشی سے پھر فرش صاف کرنے میں مشغول ہو گئی۔

بوڑھی مجھے ایک باتھ روم میں لائی' بلکہ زبردستی لائی' جہاں ایک برتن میں گرم پانی موجود تھا۔ ناچار میں نے منہ ہاتھ دھویا۔ گرم پانی چہرے اور ہاتھوں پر بھلا معلوم ہوا۔ لیکن پھر ٹھنڈے پڑتے ہی ہوا لگی اور چہرہ سن ہونے لگا۔ میں جلدی سے باتھ روم سے نکل آیا تھا۔ اس کے بعد سردارے کی شامت آئی۔ اور وہ منہ سے پھوپھو کرتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ تب مسز فورک ہم دونوں کو لے کر ایک اور کمرے میں پہنچ گئی۔ یہاں ہماری ملاقات سرخ ناک' سفید چہرے اور چھوٹے قدوالے مسٹر فورک سے ہوئی جس کی آنکھیں شیشے کی گولیوں کی مانند تھیں اور ناک کے نیچے ہٹلرکٹ مونچھیں تھیں۔ اس نے فرانسیسی ملاحوں والی گرم ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور ٹخنوں تک کے کوٹ میں لپٹا ہوا تھا۔!

"تم ہی ہو رات کے مہمان۔؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں موسیو فورک۔" میں نے جواب دیا۔

"مجھے معاف کرنا۔" رات کو میں تمہیں خوش آمدید نہ کہہ سکا۔ بیٹھو بیٹھو۔" اسنے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا نام سیسرو ہے۔ اور یہ پنٹو ہے۔" میں نے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن میں تم سے مصافحہ نہیں کروں گا۔ تم باتھ روم سے آ رہے

ہو۔ یقیناً تمہارے ہاتھ ٹھنڈے ہوں گے۔ میں نے بڑی مشکل سے ہاتھ گرم کیے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اور ہم دونوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"جولیسا۔؟" مسز فورک نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے اپنی بیٹی کو آواز دی۔

"یس ممی۔!" جواب ملا۔ بڑی دلکش آواز تھی۔

"لے آؤ!"

"یس ممی۔ اور پھر چند منٹ کے بعد میزبانوں کی دوسری لڑکی اندر آ گئی۔ سفید، گول مول، چہرے سے شرارت ٹپکتی تھی۔ نیلی آنکھوں سے ہنسی پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک بڑی ٹرے تھی۔ جس میں ایک بہت بڑا پیالہ رکھا ہوا تھا اس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ ٹرے میں گول چمچے اور کئی پیالے رکھے ہوئے تھے۔ اور پیالے میں براؤن رنگ کی کوئی چیز تھی۔!

مسز فورک نے اٹھ کر پیالے سب کے سامنے سرو کر دیئے اور پھر آواز دی۔ لیزارا۔ آ جاؤ۔!"

"آئی ممی۔!" دوسری آواز سنائی دی۔ اور سردارے نے عجیب سی نگاہوں سے ... طرف دیکھا۔ اور پھر لیزا بھی ہاتھ صاف کرتی ہوئی آ گئی۔

جولیسا پہلے ہی ایک کرسی پر براجمان ہو گئی تھی۔ تب بوڑھی عورت نے پیالے براؤن سیال سب کے پیالوں میں ڈالنا شروع کر دیا۔! سردارے کچھ بے چین ہو رہا تھا۔

میں نے اس کی بے چینی بھانپ کر بوڑھی سے پوچھا۔ "یہ کیا ہے ممی۔؟"

"خرگوش کا شوربہ۔ پیو۔ یہ تمہاری سردی دور کر دے گا۔ ایک خاص انداز سے بنایا جاتا ہے۔"

"حلال ہے۔" سردارے نے آہستہ سے اردو میں کہا اور پھر چمچے سے شوربہ پینے لگا۔ گرمی دور کرنے کی بات الگ تھی۔ شوربہ بے حد لذیذ تھا۔ آداب کے خلاف تھا ورنہ میں اور طلب کرتا۔

ہم خاموشی سے شوربہ پیتے رہے۔ جولیسا کئی بار ہم دونوں کو دیکھ چکی تھی۔ پھر اس سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑی۔ "آپ لوگ روسی ہیں۔؟"

"نہیں بے بی۔" میں نے جواب دیا۔

"مسٹر۔ میری عمر پورے سترہ سال ہے۔ براہ کرم آئندہ مجھے بے بی نہ کہیں۔"

"سوری بے بی۔" میں نے کہا۔

"پھر بے بی۔"

"اوہ۔ آئی ایم ساری مس۔ مس جولیسا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔ لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"نہیں۔ ہم روسی نہیں ہیں۔"

"مجھے روسیوں کو دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ ہر آنے والے سے پوچھتی ہوں وہ روسی تو نہیں ہے۔ سب منع کر دیتے ہیں۔"

"اوہ۔ بہت افسوس ہوا۔"

"فضول لڑکی ہے جی۔" بوڑھے فورک نے کہا۔

"بالکل غلط۔ پاپا اس لفظ کے علاوہ کسی اور لفظ سے واقف نہیں ہیں۔ اگر آپ ثابت کر دیں کہ میں فضول لڑکی ہوں۔ تو میں۔ تو میں آپ کو کسٹرڈ جمیری کھلاؤں گی۔" جولیسا نے کہا۔

"نہیں مس جولیسا۔ آپ بالکل فضول نہیں ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے کتنی بار منع کیا ہے جولیسا۔ اجنبیوں سے اس طرح بے تکلف مت ہوا کرو۔ لیکن تم میری بات ایک کان سے سنتی ہو دوسرے سے اڑا دیتی ہو۔" سنجیدہ خاتون۔ یعنی مس لیزا نے کہا۔

"تو میں کیا کروں۔ میرے دو کان جو ہیں۔" جولیسا نے کہا اور پھر زبان دانتوں میں دبا کر شرارت سے ہنس پڑی۔

"اچھا اچھا۔ اٹھو تم دونوں۔ ناشتہ لے آؤ۔"

"آج ناشتے میں کیا کیا ہے ممی۔" جولیسا نے پوچھا۔

"کیوں۔؟" مسز فورک نے اسے گھورا۔

"مطلب یہ کہ ہم دونوں کے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ لیزارا خود لے آئے گی۔"

"بکومت۔ تم بھی جاؤ۔" مسز فورک نے سخت لہجے میں کہا۔

"اچھا۔ خیر۔" اس نے شانے ہلائے اور پھر دونوں لڑکیاں اٹھ گئیں۔

"دیکھا تم نے۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔" مسز فورک ان کے جانے کے بعد مسکراتی ہوئی بولی۔ اور ہم دونوں بھی اخلاقاً مسکرانے لگے۔

"ویسے یہ عجیب بات ہے بچو۔ تمہارے پاس گرم لباس نہیں ہے۔"

"میں نے مادام کو بتایا تھا۔ ہمیں اس قدر سردی کی امید نہیں تھی۔ ویسے کیا برگ کے بازاروں میں ضرورت کی ساری چیزیں مل سکتی ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کیا نہیں ملتا یہاں۔ سوئٹزرلینڈ کے سب سے بڑے شہر سے عمدہ سامان یہاں کے بازاروں میں موجود ہے۔ لیکن ذرا مہنگا ہے۔ کیا تمہارے پاس ضرورت کے مطابق کرنسی موجود ہے۔؟" فورک نے پوچھا۔

"ہاں۔ ہم آج خریداری کر لیں گے۔"

"تب ٹھیک ہے۔ یہاں قیام کرو گے۔؟"

"یقیناً۔"

"کتنے روز۔؟"

"یہ برگ کی خوبصورتی پر منحصر ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ برگ بے حد حسین ہے۔ تم خوش ہو جاؤ گے۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے معذور ہوں۔ ورنہ تمہارے گائڈ کی حیثیت سے کام کرتا۔ یوں بھی موسم سرما ہم لوگوں کے لیے سخت نقصان دہ ہوتا ہے"

"کیوں۔؟" میں نے پوچھا۔

"بھئی ظاہر ہے۔ کون آتا ہے اس موسم میں۔ گرمیوں کے موسم میں تو سیاحوں کی ریل پیل ہوتی ہے۔ ایک بھی خیمہ خالی نہیں ملتا پورا کیمپ خیموں سے بھر جاتا ہے۔ یوں سمجھو ہم موسم گرما میں کماتے ہیں اور موسم سرما میں خرچ کرتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں آمدنی کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔"

"یقیناً۔ پھر بھی آپ برگ کے بازار تک ہماری رہنمائی ضرور کریں گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ دھوپ نکل آئے گی تو ضرور چلوں گا۔" بوڑھے نے جواب دیا اور مسز فورک اسے گھورنے لگی۔ شاید وہ سوچ رہی تھی کہ بوڑھے نے دھوپ کی شرط کیوں لگا دی۔ ممکن ہے خریداری کے دوران کچھ رقم بن جائے۔ ان لوگوں کے حالات زیادہ بہتر نہیں معلوم ہوتے تھے۔ بہرحال ہم کسی کو تکلیف بھی نہیں دینا چاہتے تھے۔

"خیمے کی ضرورت تو تمہیں یقیناً ہو گی۔؟" بوڑھی نے کہا۔

"یقیناً ممی۔!"

"ہوں۔ اگر ہوٹل بازی پسند نہ ہو۔ تو لڑکیاں تم دونوں کا کھانا بھی تیار کر دیں گی۔"

"اور کیا حرج ہے اولیوارا۔ اگر یہ دونوں شریف بچے ہمارے ہی مکان کے ایک کمرے میں رہیں۔ تم ان سے مناسب کرایہ وصول کر سکتی ہو۔" بوڑھے فورک نے ایک [illegible] اور آگے بڑھایا۔

اور عورت سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اسنے گردن ہلاتے کہا۔ "مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر بچے پسند کریں۔"

"اگر ایسا ہو جائے ممی۔ تو پھر ہم برگ میں چند روز ضرور قیام کر لیں گے۔ باہر سردی میں تو نہیں کہا جا سکتا کہ برگ میں قیام بھی کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

"ٹھیک ہے میرے بچو۔ لیکن وہی بات میرے لیے باعث تشویش ہے۔"

"کیا ممی۔؟"

"اس چھت کے نیچے میں منشیات کی بو نہیں برداشت کر سکتی"

"اگر یہاں کبھی آپ کو بدبو مل جائے تو میرے دوست کو بغیر لباس کے باہر نکال دیں۔ میرے خیال میں برگ میں اس سے بڑی سزا کوئی نہ ہو گی۔ گولی مار دینے کی بہ نسبت یہاں یہ کام زیادہ اذیت ناک ہو گا۔" میں نے کہا۔

"لیکن بات سمجھ میں نہیں آئی۔" مسز فورک نے کہا۔ "صرف دوست کو کیوں۔؟"

"اوہ۔ ممی۔ پنٹو میرا بڑا پیارا دوست ہے۔ اگر آپ ہم دونوں کو سزا دینا چاہتی ہیں تو پنٹو کو باہر سردی میں نکال دیں۔ یہ ٹھٹھر کر مر جائے گا۔ اور پھر اس کے غم میں رو رو کر میں جان دیدوں گا" میں نے کہا اور مسٹر اور مسز فورک ہنس پڑے۔ دیر تک ہنستے رہے اور اسی وقت جولیسا اور لیزارا آ گئیں۔ انہوں نے ناشتے کی ٹرالی۔ سنبھالی ہوئی تھی۔

ابلے ہوئے مٹر' تلے ہوئے آلو۔ مکھن' گھر میں بنائی ہوئی ڈبل روٹی۔ پنیر کے ٹکڑے۔ یہ تھا ناشتہ۔ بہرحال بہت خوب تھا دونوں لڑکیاں اس انداز میں پلیٹیں سجانے لگیں' جیسے ساری دنیا کی نعمتیں اکٹھی ہو گئی ہوں۔ پھر وہ اپنی پلیٹیں لیکر بیٹھ گئیں۔ ہم لوگ صبح کو ڈٹ کر ناشتہ کرنے والوں میں سے ہیں۔ یہ ساری چیزیں تو سردار ہی اڑا جاتا۔ لیکن ہم نے تکلف سے کام لیا اور نزاکت سے ان میں سے کچھ چیزیں کھائیں پھر چائے پی اور ناشتہ ختم ہو گیا۔

"تم نے اس درمیان کوئی فیصلہ کر لیا ہو گا دوستو۔" مسٹر فورک بدستور کاروباری گفتگو میں مصروف تھے۔

"کس سلسلے میں فادر۔؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ۔ وہی تجاویز۔ جو ہم لوگوں نے پیش کی تھیں۔"

"فیصلہ تو آپ کر چکے تھے فادر۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس چھت کے نیچے چرس نوشی نہیں ہو گی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا معاملات طے؟"

"یقیناً۔!"

"لیکن کچھ باتیں تشنہ رہ گئیں۔" مسٹر فورک بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔ سوچ رہے تھے کہ کوئی بات مسز فورک کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہو رہی ہے؟"

لیکن مسز فورک پر سکون تھیں۔

"وہ کیا محترم۔؟" میں نے پوچھا۔

"یہی کہ کیا تمہارا کھانا بھی یہیں تیار ہو گا؟"

"سب کچھ یہیں ہو گا مسٹر فورک۔" میں نے جواب دیا۔ اور پھر لباس میں ہاتھ ڈال کر میں نے سوئس کرنسی کی ایک بڑی گڈی نکال لی۔ جولیسا کے ہاتھ سے چمچہ گر پڑا۔ مسٹر فورک نے چائے کی پیالی جلدی سے نیچے رکھ دی اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے گڈی کو دیکھنے لگے۔ مادام اور الیورا نے اس طرح دوسری طرف آنکھیں کر لیں جیسے خود کو لاپرواہ ظاہر کرنا چاہتی

ہوں۔ عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی ماحول پر۔ تب میں نے مسز فورک کی طرف رخ کر کے کہا۔ "یہ رکھ لیں ممی۔ ہمارے آرام کے لیے تمام بندوبست کر دیں۔ جو کچھ کم پڑ جائے پو پیش کر دوں گا۔"

"ادھر۔ ادھر۔ عنایت فرما دیں۔ ادھر۔" مسٹر فورک بھرائی ہوئی آواز میں بولے او مسز فورک ایک دم سنبھل گئیں۔ انہوں نے مسٹر فورک کا بڑھا ہوا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور گڈی خود لے لی۔

"یہ تو بہت بڑی رقم ہے بیٹے۔ کیا تم طویل عرصے تک برگ میں قیام کرو گے۔؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا ممی۔ اگر برگ پسند آ گیا تو جب تک دل چاہا نہ پسند آیا۔ تو ممکن ہے کل ہی واپس چلے جائیں۔

"نہ پسند آنے کی کیا بات ہے۔ یہ میری بستی ہے۔ جولیسا نے کہا۔

"جولیسا۔ معزز لوگوں سے گفتگو کرنے کا سلیقہ سیکھو۔" مسٹر فورک نے فوراً" اپنی بیٹی کو ڈانٹا۔

"میں برگ کی وکالت کر رہی ہوں پاپا۔"

"ٹھیک ہے لیکن۔"

"اوہ۔ کوئی بات نہیں ہے مسٹر فورک۔ بے بی ٹھیک کہتی ہے" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور جولیسا پھر مجھے گھورنے لگی۔ وہ دانت پیس رہی تھی۔ پھر اس نے مخصوص انداز میں کہا۔

"میری عمر پورے سترہ سال ہے مسٹر۔ میں پہلے بھی بتا چکی ہوں براہ کرم مجھے بار بار بے بی نہ کہیں۔"

"اچھا برتن سمیٹو تم لوگ۔" "مسز فورک نے کہا۔ اور لیزارا جلدی سے اٹھ گئی۔ جولیسا بھی دانت پیستی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر وہ دونوں خالی برتن ٹرالی پر رکھنے لگیں اور پھر ٹرالی دھکیلتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"چائے اور بنواؤں بیٹے۔ ہاں ایک بار اپنے نام اور دہرا دو۔"

"میں سیمرو ہوں۔ اور یہ پنٹو۔!" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہاں تو چائے۔؟"

"میرا خیال ہے اب ضرورت نہیں ہے ممی۔ ہمیں اپنے کمرے میں جانے کی اجازت دیں۔"

"ضرور۔ ضرور۔ آؤ۔" مسز فورک نے کہا اور ہم دونوں بھی اٹھ گئے مسز فورک ہمارے ساتھ ہمارے کمرے تک آئیں۔ پھر انہوں نے بڑے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"دراصل ہمارے حالات زیادہ بہتر نہیں ہیں بیٹے۔ آج کل یہاں زبردست مقا

دوسری بہت سی پارٹیاں بھی سیزن بزنس کرنے لگی ہیں۔ اس لیے سیزن میں اتنا نہیں ملتا کہ پورا سال آسانی سے گزر جائے۔ ورنہ ہم بھی مہمان نوازی جانتے ہیں۔" بوڑھی کی آواز میں ہلکی سی لرزش تھی۔

"ارے نہیں ممی۔ سب ٹھیک ہے۔!" میں نے اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ میرے بچے۔ لیکن تم یہاں کوئی تکلیف مت اٹھانا۔ جس چیز کی ضرورت ہو۔ بے تکلف ہو کر کہہ دینا۔"

"یقیناً!" میں نے کہا۔ اور بوڑھی مڑ کر واپس چلی گئی۔ سردارے پھر بستر میں جا گھسا تھا اور میں دروازے کی طرف دیکھتا رہ گیا تھا۔ جہاں بوڑھی کے لباس کی سرسراہٹ ابھی تک پھیلی ہوئی تھی۔

یہ ماحول۔ یہ گھریلو انداز۔ یہ ممتا بھری آواز۔ کیسا اجنبی تھا جیسے ہم اس دنیا کے باسی ہی نہ ہوں۔ جیسے ہم کسی سیارے کی مخلوق ہوں کیسا نیا پن تھا اس ماحول میں۔ نہ جانے کہاں زندگی گزر رہی تھی۔ نہ جانے یہ سب کچھ کیوں چھن گیا تھا۔! میرے دل میں خیالات آ رہے تھے۔

"نواز جی۔! سردار کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔ اور پھر ایک گہری سانس لے کر رہ پڑا۔ "اور اب کیا سوچ رہے ہو۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔"

"تو آجا کمبل میں۔" سردارے بولا۔ اور میں بھی بستر پر آ گیا۔ "یہاں تو ایسا لگ رہا ہے بھائی جیسے پورا سیزن اسی بستر میں گھسے گھسے گزارنا پڑے گا۔"

"تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر بازار چلیں گے۔"

"او نوازے۔ کیوں سردارے کی جان کا دشمن ہوا ہے۔"

"کیوں۔؟"

"بھائی میرے لیے جو کچھ خریدنا ہے تم خود خرید لینا۔ میں اس بستر سے اتر کر کہیں نہ جاؤں گا۔"

"اور وہ ایک ہزار کمبل کون خریدے گا۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ اس وقت کی بات ہے جب خیمے میں رہنے کی سوچ رہے تھے۔ اب تو یہ کمرہ موجود ہے۔ مسز فورک سے کہیں گے کہ رات کو اسے اور گرم کر دے۔" میں سردار کی باتوں پر ہنسنے لگا۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ نہ جانے ہم کتنی دیر تک خاموش رہے۔ سردارے کے خراٹے لگا تھا۔ پھر دروازہ کھلا اور لیزارا اندر داخل ہو گئی۔ اس نے تعجب سے ہم دونوں کو

"ہیلو لیزارا۔" میں نے اسے پکارا اور سردارے نے جلدی سے کمبل ے... لیا۔

"باہر دھوپ نکل آئی ہے۔ جناب۔ اگر آپ پسند کریں تو پاپا نے کہلوا دیا ہے۔"

"ہم ابھی آ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"بہت بہتر۔" لیزارا واپس مڑ گئی اور سردارے نے میری طرف رخ کر... دبائی۔

"چپڑی اور دو دو استاد۔" وہ بولا۔

"سردارے۔" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"استاد۔!" سردارے میرے لہجے کی سردی سے چونک کر بولا

"ہم ان لڑکیوں سے فلرٹ نہیں کریں گے۔ تم نے بوڑھی عورت کی آنکھ... پیار کے وہ موتی نہیں دیکھے' جو صرف ماں کی آنکھ میں چمکتے ہیں کائنات کی کوئی شے ان کی قیمت نہیں بن سکتی۔ اور ہم ان موتیوں کی آب نہیں چھینیں گے۔ ہم ان لڑکیوں سے فلرٹ نہیں کریں گے۔ سردارے ہم انہیں کسی غلط فہمی میں بھی نہیں ڈالیں گے۔"

"میرے حکم کی بات نہیں سردارے۔ کیا ضمیران سیدھے سادھے لوگوں... دینا پسند کرے گا۔؟"

"ہرگز نہیں استاد۔ شرمندہ ہوں۔" سردارے نے کہا۔

"تو بھی دل کا امیر ہے سردارے۔ اور دل کے امیر اوناسس' فورڈ' دادا بھا... آدم جی سے بہتر ہوتے ہیں۔ آ اٹھ باہر چلیں۔"

"بدن کا امیر نہیں ہوں استاد۔ مجھے یہیں رہنے دو۔"

"ارے دھوپ نکل آئی ہے باہر۔"

"مذاق کرنے آئی ہو گی۔ بھلا وہ اس برف کی زمین کا کیا--- بگاڑ لے گی۔"

"اٹھ جا یار۔ کیا لڑکیوں کی طرح نخرے کر رہا ہے۔" میں نے کمبل اس پر سے... دیا۔ اور سردارے نے بستر سے چھلانگ لگا دی۔ جوتے پہن کر ہم باہر نکلے۔ کمرے... قدم رکھا تھا کہ جولیسا نظر آ گئی وہ بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ ہمیں دیکھ کر اور زور سے... پھر پیٹ پکڑ پکڑ کر ہنسنے لگی۔

"ارے کیا ہوا جولیسا۔؟"

"باہر چل کر دیکھ لیں' دل خوش ہو جائے گا مسٹر سیسرو۔"

"پھر بھی ہوا کیا۔؟"

"آپ کی گاڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ پھر۔؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ سردارے بھی اسے گھورنے لگا...

"ایک خاتون معہ اپنے چار عدد بچوں کے آپ کی گاڑی میں موجود ہیں۔ ڈیڈی۔ ممی اور لیزارا تینوں بڑی دیر سے ان سے درخواست کر رہے ہیں کہ اب دھوپ نکل آئی ہے۔ وہ باہر تشریف لے آئیں۔ لیکن وہ کسی قیمت پر باہر آنے کو تیار نہیں ہیں۔"

"اوہ۔ بیچاری۔ نہ جانے کون ہو گی۔ بچے بھی ہیں اس کے ساتھ۔؟" سردارے نے ہمدردی سے کہا۔

"ایک دو نہیں۔ پورے چار عدد جناب۔"

"خیر کوئی بات نہیں ہے۔ انہیں آرام کرنے دو۔" سردارے بولا۔

"آؤ۔ دیکھیں۔" میں نے کہا۔ جولیسا برابر ہنس رہی تھی۔ ماں کی طرح اس کے گالوں میں بھی حسین گڑھے پڑ جاتے تھے۔ وہ ہمارے آگے آگے پھدکتی ہوئی باہر نکل گئی۔

باہر قدم رکھا۔ سرسبز گھاس کے دھلے دھلے میدان' تاحد نگاہ بکھرے ہوئے تھے۔ سامنے دریا تھا۔ جس سے تھوڑے فاصلے پر چند خیمے لگے ہوئے تھے۔ سردارے نے انہیں دیکھ کر جھرجھری لی۔

"میرا خیال ہے یہ لوگ طویل خودکشی کرنے آئے ہیں۔ پتہ نہیں میرا جملہ درست ہے یا نہیں۔" وہ آہستہ سے بولا۔

جولیسا گاڑی کے پاس پہنچ گئی۔! لیکن وہاں کی صورت حال سنگین تھی۔ لیزارا فرش صاف کرنے والے برش کے ڈنڈے سے اندر موجود ہستی کو ٹھیل رہی تھی۔

"ارے۔ ارے لیزارا۔ رہنے دو۔ رہنے دو۔ کون خاتون ہیں۔ کیا بات ہے۔؟" میں جلدی سے بولا۔ "اگر کسی نے اپنے بچوں کے ساتھ میری گاڑی میں پناہ لے لی ہے تو گاڑی کا کیا بگڑے گا۔"

لیکن جولیسا کی بے تحاشا ہنسی کا مقصد قریب پہنچ کر سمجھ میں آیا۔ سفید رنگ کی بڑے بالوں اور چھوٹے قد کی ایک کتیا تھی جس کے ساتھ اس کے چار اسی جیسے بچے بھی تھے۔ سب اسے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن وہ کسی قیمت پر باہر آنے کو تیار نہیں تھی۔

"اوہ۔ تو یہ خاتون ہیں مس جولیسا۔؟"

"جی ہاں۔ آپ سے پرانی شناسائی تو نہیں ہے؟" جولیسا نے کہا اور ہنس پڑی۔

"پھر بے وقوفی کی بات۔" مسز فورک نے اسے ڈانٹا اور جولیسا نے شانے اچکا کر زبان دانتوں میں دبالی۔ پھر ہنس پڑی۔

"اب کیا کریں مسٹر سیسرو۔ آپ شاید دروازہ کھلا چھوڑ گئے تھے؟"

"آرام کرنے دیں اسے۔ نکل جائے گی خود بخود۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ لیکن یہ آپ کا سامان خراب کرے گی۔"

"سامان ہم اٹھائے لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور پھر سردارے کو اشارے سے کہا۔

سردارے گاڑی کے پچھلے حصے سے سامان اٹھا کر اندر لے جانے لگا۔ اور ہمارا سامان دیکھ کر مسز فورک کی آنکھیں گول ہو گئیں۔ ہماری پوزیشن کا اندازہ پہلے تو انہیں نوٹوں کی گڈی دیکھ کر ہو گیا تھا۔ پھر قیمتی لینڈرووور دیکھ کر ہوا گا اور اب سامان دیکھ کر جو خاصا قیمتی تھا۔!

سربند خوراک اور دوسری چیزیں۔ ایسا سامان گاڑی میں چھوڑ دیا گیا تھا جس کی فوری ضرورت نہیں تھی۔ مسٹر فورک اور ان کی دونوں لڑکیوں نے بھی ہماری مدد کی۔ اور سامان اندر پہنچ گیا۔

دفعتاً" سردارے نے جھک کر جولیسا کے کان میں کچھ کہا اور جولیسا اسے دیکھنے لگی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ان دونوں نے کیا بات کی تھی۔ لیکن پھر جولیسا بول پڑی۔ "اور اگر تم نہ کر سکے۔؟"

"تو میں تمہیں بڑے بالوں والی کھال کا ایک کوٹ خرید کر دوں گا۔" سردارے نے جواب دیا۔

"خدا کی پناہ۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔؟"

"ہاں۔ شرط ہے۔ اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تب تو خدایا۔ تم کسی طرح نہ جیت سکو۔!" جولیسا نے بڑے خشوع و خضوع سے کہا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ابھی بتا دوں گا استاد۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ خطرہ مول لے کر گاڑی میں چڑھ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔ بیٹری مردہ تھی اس لیے بے شمار سیلف مارنے پڑے تب کہیں جا کر گاڑی اسٹارٹ ہوئی۔ اور بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئی غالباً کتیا کو اتارنے کی شرط ہوئی تھی۔

"سردارے۔" میں نے سردارے کو آواز دی۔

"بس ابھی لو استاد۔ ایسے جھٹکے دوں گا اس کتیا کی بچی کو کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔" سردارے نے اردو میں کہا۔

"کیا تم اس لڑکی کی آنکھوں کے چراغ بجھا دو گے سردارے، جس کی آنکھوں میں بڑے بالوں والا کوٹ لہرا رہا ہے۔ کیا یہ شرط جیت کر تم بہت بڑا کارنامہ انجام دو گے۔؟" میں نے اردو میں ہی کہا۔

اور سردارے نے جلدی سے سوئچ آف کر دیا۔ انجن بند ہو گیا۔ پھر سردارے بند انجن کو ہی سیلف مارتا رہا، اور پھر منہ لٹکائے نیچے اتر آیا۔ کتیا اب بھی اندر تھی۔!

"کیا ہوا پنٹو۔؟" جولیسا کا چہرہ خوشی سے چقندر ہو رہا تھا۔

"نہیں اترتی کمبخت۔ اور یہ انجن اسٹارٹ نہیں ہو رہا۔ ورنہ جھٹکے دے دیکر میں اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔"

"لیکن تم شرط تو ہار گئے۔ خواہ کچھ بھی ہو۔"

"ہاں۔!" سردارے نے جواب دیا۔

"تو پھر لاؤ کوٹ۔"

"ارے تو کیا میری جیب میں رکھا ہے۔ بازار کھلے تو خرید لانا۔"

"بائی گوڈ۔ تم سنجیدہ ہو۔؟" جولیسا حیرت سے بولی۔

"مجبوری ہے۔ شرط ہار گیا ہوں۔"

"جولیسا۔ کیا بدتمیزی ہے۔ تم مستقل ان شریف لوگوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہو۔" مسز فورک نے اسے ڈانٹا۔

"ممی۔ میں نے شرط جیتی ہے۔ اب یہ مجھے بڑے بالوں کی کھال کا کوٹ دلائیں گے۔ پلیز ممی۔"

"شٹ اپ۔!" مسز فورک نے اسے ڈانٹا۔

"نہیں مانوں گی۔ بائی گاڈ۔ نہیں مانوں گی۔ اس کے بعد آپ کہیں گی تو میں ان کا احترام کروں گی۔ لیکن میں شرط جیت گئی ہوں۔"

"ہاں مسز فورک۔ آپ اس سلسلے میں مداخلت نہ کریں۔ اس نے شرط لگائی کیوں تھی۔" میں نے جولیسا کی حمایت کی۔

"ارے تم لوگ اس کی باتوں میں مت آنا بیٹے۔ پوری شیطان ہے۔ ہر گھنٹے کے بعد ایک شرط لگائے گی۔" مسز فورک نے کہا اور پھر لیزارا سے بولی۔ "لیزارا۔ کرسیاں دھوپ میں لے آؤ۔ اور ہاں بچو۔ دوپہر کے کھانے میں کیا پسند کرو گے۔؟"

"آپ کی پسند سے ممی۔ ہم تو یہاں اجنبی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

دھوپ پورے میدان پر پھیل گئی تھی۔ لیکن ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں اور دھوپ کی ایک نہ چل رہی تھی۔ سردار کے بدن پر اب بھی کپکپی تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ نارمل ہو گیا۔

جب ہم کافی دھوپ کھا چکے تو میں نے بوڑھے فورک سے کہا "آپ کے خیال میں آج کا موسم کیسا ہے۔؟"

"دھوپ ہمارے لیے بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔" فورک نے جواب دیا۔

"تو پھر شاپنگ کی کیا رہی۔؟"

"ہاں۔ ہاں میں تیار ہوں۔ تھوڑی دیر اور رک جاؤ۔ اس کے بعد بازار چلیں گے۔ یہاں بازار ذرا دیر سے کھلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔

اور پھر دن کے تقریباً پونے گیارہ بجے تھے' جب ہم شاپنگ کے لیے جانے کو تیار ہو گئے۔ میرے اصرار پر لیزارا اور جولیسا بھی تیار ہو گئیں حالانکہ مسز فورک انہیں منع کر رہی تھیں۔

مسٹر فورک کی سرکردگی میں ہم بازار چل پڑے۔ بات پیدل چلنے کی ہی ہوئی تھی۔ یوں بھی برگ کا بازار زیادہ دور نہیں تھا۔ قصبے کی اکلوتی سڑک پر آمدورفت شروع ہو گئی تھی۔ الپس کے دیہاتی کسان چھکڑوں پر دودھ کے کنستر اور سبزیوں کی ٹوکریاں لادے قصبے آ رہے تھے چھکڑوں کو پستہ قد گھوڑے کھینچ رہے تھے۔

بازار کی دوکانیں اور قہوہ خانے کھل چکے تھے۔ ایک طرف ٹورسٹ آفس کا بورڈ آویزاں تھا۔ بازار چھوٹا تھا' لیکن اس کی دوکانیں خوب بڑی' خوبصورت اور ساز و سامان سے بھری ہوئی تھیں۔ ان دوکانوں میں کوہ پیمائی کے جدید ترین سامان اور برف پر پھسلنے کے سامان کی دوکانیں نمایاں تھیں۔!

ہم بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلے گئے۔ اور دوسرے سرے پر پہنچ کر مسٹر فورک نے کہا۔ "بس۔ یہاں پر برگ کا بازار ختم ہو جاتا ہے۔"

"خوب۔ ہم نے سوچا پہلے بازار دیکھ لیں اس کے بعد خریداری کریں گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ اب یہ بتاؤ کس چیز کی حاجت ہے؟"

"بس سردی سے بچنے کے لیے ضروری سامان۔ باقی تو تم دیکھ چکے ہو۔ ہمارے پاس سب کچھ موجود ہے۔"

"تب آؤ۔ میں تمہیں "ایڈس دی کیوے" لے چلوں۔ بازار کی سب سے خوبصورت دوکان ہے۔ اور اس کے ہاں ضرورت کی ساری چیزیں موجود ہیں۔" فورک نے کہا۔

"چلو۔" میں نے جواب دیا۔ فورک ہمیں جس دوکان میں لایا وہ بلاشبہ اچھا خاصا ڈیپارٹمنٹل اسٹور تھا۔ کئی سیلز مین اور سیلز گرل تھیں۔ خوبصورت مجسموں سے آراستہ تھی جو لباس وغیرہ کی نمائش کرتے تھے۔ بڑا صاف ستھرا ماحول تھا۔ دونوں لڑکیاں دوکان میں داخل ہوتے ہوئے جھجکی تھیں لیکن بالآخر داخل ہو گئیں۔

سیلز مین ہماری طرف متوجہ ہو گئے۔!

"بڑے بالوں والے پوستین۔ اندر باہر سے خوب گرم۔" فورک نے سیلز مین کو بتایا۔

"براہ کرم اس طرف تشریف لے آئیں۔" سیلز مین نے خوش اخلاقی سے کہا اور ہم اس کے ساتھ چل پڑے۔ تب اس نے نفیس اقسام کے مختلف پوستین نکال کر ہمارے سامنے ڈھیر کرنا شروع کر دیئے۔ اس سے قبل اس نے میرا اور سردار کا ناپ لے لیا تھا۔ میں نے ایک انتہائی خوبصورت چیتے کی کھال کی پوستین پسند کی جو اندر سے خوب گرم تھی۔ اس کے ساتھ

کانوں کو ڈھک لینے والی ٹوپی بھی تھی' دستانے بھی تھے۔ بڑی نفیس اور قیمتی چیز تھی۔ اور سردارے نے بالکل اسی تراش کی' لیکن بڑے بالوں والے ریچھ کی کھال کی پوستین پسند کی تھی اور سیاہ سویڈش پوستین میں' ٹوپی پہن لینے کے بعد وہ دور سے کوئی ریچھ ہی معلوم ہو رہا تھا۔ دونوں لڑکیاں اسے دیکھ کر ہنس پڑیں۔ اور سردارے منہ سے ریچھ کی سی آوازیں نکالنے لگا۔

"مسخرہ پن مت کرو۔ سب تمہیں دیکھ رہے ہیں۔" میں نے کہا۔

"یہی تو خوبی ہے اس پوستین کی۔ خرید لوں۔؟"

"ضرور خریدو۔ میدانی ریچھ معلوم ہو رہے ہو۔"

"ریچھ اور چیتے یکجا ہیں۔ ویسے خوب گرم ہے۔ سردی بھاگ گئی۔ اور ہاں' یار وہ شرط۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔ ہارے ہو تو پوری کرو۔"

"تھینک یو باس۔" سردارے نے کہا۔ اور پھر وہ جولیسا کو لیکر لیڈیز کاؤنٹر پر چلا گیا۔ ہم لوگ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ "لیڈیز فرکوٹ" اس نے کہا اور سیلز گرل نے گردن جھکا دی۔ اور پھر اس نے انتہائی۔۔۔ خوبصورت کوٹ دکھائے۔ جولیسا کا چہرہ خشک ہو رہا تھا۔

"پسند کریں میڈم۔" سردارے نے کہا۔

"وہ۔ وہ۔ اوہ مسٹر پینٹو۔ تھینکیو تھینکیو۔ بس کافی ہے۔" آخر میں وہ پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"ارے میں احسان نہیں رکھتا کسی کا۔ وہ کتیا کی بچی اب بھی نہ بھاگی ہو گی تو میں اسے گولی مار دوں گا۔" سردارے نے کہا۔

"بھاگ جائے گی۔ بھاگ جائے گی' بس ٹھیک ہے۔" جولیسا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ اور کاؤنٹر سے پیچھے ہٹ گئی۔

"مس جولیسا۔ براہ کرم جلدی کریں۔ میں شرط پوری کرنا چاہتا ہوں۔"

"یہ۔ یہ بہت قیمتی ہوں گے مسٹر پینٹو۔"

"میں فقیر نہیں ہوں۔ سمجھیں۔"

"کوئی معمولی سا کوٹ دکھادیں مس۔" جولیسا نے ایک حسین کوٹ پر غیر اختیاری انداز میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ سیلز گرل اب دوسرے کوٹ نکال رہی تھی۔ بڑے میاں لاتعلق کھڑے تھے۔

تب میں نے لیزارا کی طرف دیکھا۔ خاموش لڑکی کاؤنٹر سے کافی پیچھے کھڑی تھی۔!

"مس لیزارا۔" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"جناب۔" وہ چونک پڑی۔

"برن میں۔ میری ایک عزیزہ رہتی ہے۔ آپ کا سا قد و قامت ہے اس کے علاوہ ان کی ممی بھی ہیں۔ میں چاہتا ہوں ان دونوں کے لیے کوئی عمدہ سا کوٹ خریدوں، لیکن عورتوں کی پسند مجھے نہیں معلوم۔ کیا۔ آپ میری مدد کریں گی۔"

"ضرور مسٹر سیسرو۔! کیا آپ ان کے لیے قیمتی کوٹ خریدنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں۔ وہ جو سب سے عمدہ ہوں۔"

"اگر آپ میری پسند پر اعتماد کریں تو میں حاضر ہوں۔"

"مکمل اعتماد۔ لیکن سب سے عمدہ ہونا چاہیے۔" اور لیزارا آگے بڑھ آئی۔ بلاشبہ اس کی پسند بے حد پیاری تھی۔ اس نے کریم کلر پر ہلکی براؤن دھاریوں والے کوٹ پسند کیے اور پھر میری عزیزہ کی ممی کا سائز پوچھنے لگی۔

"بالکل آپ کی ممی کی طرح۔!"

"کمال ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے دو کوٹ منتخب کر لیے۔

"ان کے ساتھ دستانے اور انہی کی کھال کے جوتے بھی ہوتے ہیں۔" لیزارا بولی۔

"ہاں۔ وہ تو بہت ضروری ہیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن جوتوں کا سائز؟" لیزارا بولی۔

"یقیناً۔ ان کے پاؤں آپ کے اور ممی جیسے ہوں گے۔ اسی سائز کے نکلوا لیں۔"

لیزارا نے جب جوتے پہنے تو اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے ایک عجیب سی چمک لہرائی تھی۔ بہرحال میں نے بھاری رقم ادا کر کے یہ چیزیں خرید لیں۔

سارے سیلز مین اور سیلز گرل ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے، صبح ہی صبح ایسی بھاری خریداری کی انہیں امید نہیں تھی۔ دوسری طرف جولیسا کی بری حالت تھی۔ اس نے ایک معمولی سا کوٹ پسند کیا تھا۔ سردارے نے اس کی پسند کا کوٹ اسے خرید دیا۔ اس کے بعد اس نے ایسا ہی ایک کوٹ خریدا جیسا میں نے لیا تھا۔ دستانے اور جوتے بھی خریدے اور اپنی بغل میں دبا لئے۔ تب ہم بڑے میاں کی طرف مخاطب ہوئے۔

"مسٹر فورک۔ براہ کرم آپ میرے دادا کے لیے ایک عمدہ سا سردی کا لباس منتخب کر دیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ۔ ان کی عمر کیا ہے مسٹر سیسرو۔"

بس۔ بالکل آپ کی مانند۔"

"تب ان کے لیے وہ بھاری چغہ خرید لو۔ اس سے عمدہ چیز کوئی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر وہ پائپ پیتے ہوں تو چمڑے کا یہ پائپ ان کے لیے سب سے عمدہ تحفہ ہو گا۔"

چنانچہ وہ دونوں عمدہ تحفے بھی خرید لئے گئے اور خاصی رقم ادا کر کے لدے پھندے باہر نکل آئے۔ لیکن مسٹر فورک کاؤنٹر مینجر کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے بے تکلفی سے کہا۔

"میرا کمیشن۔"

"حاضر ہے۔ مسٹر فورک۔!" مینجر پہلے ہی بل بنا چکا تھا۔ اور چونکہ بھاری خریداری ہوئی تھی اس لیے کمیشن بھی بھاری ہی تھا۔ ظاہر ہے مسٹر فورک سیاحوں کو خریداری کراتے ہوں گے اور ان کا باقاعدہ معاملہ طے ہو گا۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہ تھی۔ سامان کا ڈھیر اٹھائے ہوئے ہم واپس کیمپنگ پہنچ گئے۔

مسز فورک نے باہر ہی ہمارا استقبال کیا تھا۔ "ارے۔ فضول خرچ بچو۔ کیا کیا خرید ڈالا تم نے۔"

"ممی۔ یہ میرا کوٹ۔" جولیسا نے اپنا معمولی سا کوٹ ممی کے سامنے کر دیا۔

"مہمانوں کے ساتھ تمہاری یہ بدتمیزی کچھ اچھی نہیں ہے جولیسا" مسز فورک سنجیدگی سے بولیں۔

"مم۔ میں نے تو منع کیا تھا ممی۔ بعد میں۔ میں نے منع کیا تھا لیکن۔"

"ایک بدتمیزی میں نے بھی کی ہے ممی۔ لیکن اس کے بارے میں آپ کو تنہائی میں بتاؤں گا۔"

"کیا بات ہے بیٹے۔؟"

"کیا آپ تنہائی میں چلیں گی۔؟"

"آؤ۔ اندر آؤ۔" انہوں نے کہا اور میں نے بنڈل اٹھا لئے سب لوگوں کو چھوڑ کر ہم اندر پہنچ گئے! اور پھر ایک کمرے میں داخل ہو کر مسز فورک نے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھا۔

"ممی۔ آپ کی نگاہوں میں ہماری کیا حیثیت ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھی بیٹے۔؟"

"کیا سارے سیاحوں سے آپ اسی اپنائیت سے پیش آتی ہیں۔"

میں نے سوال کیا اور بوڑھی عورت کے چہرے پر عجیب سی کشمکش پھیل گئی۔ وہ کئی سیکنڈ سوچتی رہی پھر بولی۔

"اس سوال کا جواب میرے لیے مشکل ہے میرے بچے۔ مگر بات کیا ہے؟"

"لیکن مجھے جواب کی ضرورت ہے ممی۔"

"میرے خیال میں اس کا جواب خود تم نے دے دیا ہے۔ یہاں آنے والے عموماً مجھے مسز فورک، میڈم یا پرانی عورت کہتے ہیں۔ لیکن تم جب سے آئے ہو مجھے ممی کہہ رہے ہو۔ اور۔ میرے بچے۔ یہ لفظ ایسا ہے کہ کسی بھی اجنبی عورت سے کہہ دیا جائے تو اس کے دل میں ممتا پیدا ہو جاتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ میں دوسروں سے مختلف ہوں؟"

"ہاں۔" بوڑھی عورت نے جواب دیا۔ "اگر تم مجھے دوسروں سے جدا نہ معلوم ہوتے تو' لاکھ سردیاں سہی۔ میں تمہیں اپنے مکان میں نہیں ٹھہراتی۔"

"تھینک یو ممی۔ آپ نے میری بڑی مشکل حل کر دی۔"

"کیا مشکل پیش آگئی تھی؟" مسز فورک نے پیار سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"دراصل اپنے لیے پوستین خریدتے ہوئے آپ کے لیے بھی کچھ خرید لیا۔ میں نے سوچا آپ ناراض نہ ہوں۔ لیکن اپنے بیٹے سے ممی کیوں ناراض ہوں گی۔ ممی پلیز۔ آپ یہ مجھے پہن کر دکھا دیں۔" میں نے بوڑھی عورت کے لیے خریدا ہوا قیمتی کوٹ زبردستی اس کے شانوں پر ڈالتے ہوئے کہا۔ اور بوڑھی ہکا بکا رہ گئی۔!

میں اسے کوٹ پہنانے لگا۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکی۔ اور جب میں نے اسے دستانے پہنانے کے بعد ٹوپی پہنائی۔ پھر نیچے بیٹھ کر جوتا پہنانے لگا تو ممی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ جھکی اور اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"سیسرو۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"ممی۔" میں نے اس کے جوتے کا بند باندھتے ہوئے کہا اور پھر میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"ہم نے ایسا کوٹ کبھی نہیں پہنا بیٹے۔ ہم اس کے لائق نہیں ہیں۔!"

اور نہ جانے کیوں بوڑھی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میرے دل کے کچھ سوراخ بھی کھل گئے۔ ایک گولہ سا حلق میں آ پھنسا۔ یہ نئی کیفیت تھی جو بہت دن کے بعد پیدا ہوئی تھی۔

"میں بہت چھوٹا سا تھا ممی۔ جب میری ماں مر گئی تھی۔ میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد ماں دیکھی۔ لیکن وہ ماں کا مذاق تھی۔ صرف مظالم کرنے والی۔ دوسری ماں۔ ماں کی طلب میرے دل سے مٹ گئی۔ لیکن ماں جیسی دوسری محبت بھی مجھے کبھی نہ مل سکی۔ پھر جب میں نے ہوش سنبھالا تو کئی بار ماں کے بارے میں سوچا۔ لیکن اس کا حصول میرے لیے ناممکن تھا۔ مجھے کبھی ماں نہیں ملی۔ ہاں ماں کی شکل کی کوئی بھی چیز میرے دل میں وہ طلب جگا دیتی ہے اور پھر میرا دل چاہتا ہے کہ میرے لیے بھی کسی کی آنکھوں میں مامتا ہو۔ کوئی پیار سے میری پیشانی چوم لے۔ اسی جذبے کے تحت میں نے آپ کے لیے یہ خرید لیا تھا۔ اگر آپ قبول نہ کریں گی تو۔۔۔۔ تو میں اسے واپس کر دوں گا۔"

نہ جانے کیوں میں اس قدر جذباتی ہو گیا تھا۔ پھر مجھ سے وہاں نہ رکا گیا اور میں باہر نکل آیا۔ بوڑھی کھڑی رہ گئی تھی۔!

باہر سردارے اور جولیسا پھر کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔ اور مسٹر فورک دونوں کے درمیان مصالحت کرا رہے تھے۔ لیزارا ایک طرف کھڑی ہنس رہی تھی۔!

"دیکھو' پھر ہار جاؤ گے۔ میں کہتی ہوں پھر ہار جاؤ گے۔" جولیسا آنکھیں نکال کر کہہ رہی تھی۔

"ہار گیا تو یہ دوسرا کوٹ بھی تمہیں دے دوں گا۔" سردارے بولا۔ "لیکن اگر تم ہار گئیں تو۔؟"

"جو تم کہو گے۔ میں۔ میں تمہارا پہلا کوٹ بھی واپس کر دوں گی۔"

"منظور۔!" سردارے نے کہا۔ میں ایک طرف کھڑا ہو گیا اور جولیسا اور سردارے کی باتوں میں الجھ کر وہ کیفیت بھولنے کی کوشش کرنے لگا جو میرے اوپر طاری ہو گئی تھی۔

"اوہو۔ سیسرو۔ سیسرو۔ دیکھو یہ لوگ پھر نئی شرط لگا بیٹھے۔" بوڑھے فورک نے مجھے دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"کیا شرط ہے مسٹر فورک۔؟" میں نے پژمردگی سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ لیکن اسی وقت مسز فورک باہر نکل آئیں۔ وہ اسی کوٹ اور ٹوپی میں تھیں جو میں نے انہیں پہنائی تھی۔ دونوں لڑکیوں اور مسٹر فورک نے انہیں دیکھا اور اچھل پڑے۔ "اوہ۔ ممی۔ اوہ۔ ممی۔" جولیسا شرط بھول کر مسز فورک کی طرف لپکی اور اس کے شانے پکڑ کر چیخنے لگی۔

"اوہ۔ کتنی سوئٹ لگ رہی ہیں آپ۔ ہائے' کتنا خوبصورت کوٹ ہے۔ آہ۔ یہ دستانے۔ کیسے پیارے ہیں؟ ممی' ممی۔ حیرت انگیز' خدا کی قسم بہت عمدہ۔"

اور مسز فورک مسکرا رہی تھیں۔ ایک پراطمینان مسکراہٹ۔ پھر اس نے مجھے آواز دی۔ "سیسرو۔ سیسرو۔"

"ممی۔!" میں نے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ دوسرے کوٹ کس کے ہیں؟" مسز فورک نے ٹھوس آواز میں پوچھا تھا۔

"ممی۔ یہ لیزارا کا۔ یہ فادر فورک کا اور یہ جولیسا کا۔!"

"بڑے فضول خرچ ہو تم۔ چلو لڑکیو۔ اپنے اپنے کوٹ سنبھالو۔" مسز فورک نے کہا۔ لیزارا کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ وہ جھجکی۔ لیکن جولیسا نے اس خوبصورت کوٹ پر جھپٹا مارا اور اسے لے کر بھاگ گئی۔! لیزارا سحر زدہ سی بوڑھی عورت کے پاس پہنچی تھی۔ سب سے دلچسپ حالت مسٹر فورک کی تھی۔ وہ احمقوں کی طرح منہ پھاڑے کھڑے تھے۔ شاید سوچ رہے ہوں کہ آج کا دن بڑا منافع بخش ہے۔ خاصا کمیشن بھی بن گیا اور مال اپنے کا اپنا۔!

دوپہر کے کھانے پر بہت سی چیزیں تھیں۔ بی لیزارا کتنی ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں' ان کے چہرے کی مسرت بھی چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ میں اور سردارے بڑی فراخدلی سے ہاتھ صاف کر رہے تھے۔ تب میں نے جولیسا سے پوچھا۔

"جولیسا۔ برگ کے تفریحی مقامات کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"بہت سے عمدہ مناظر بکھرے پڑے ہیں مسٹر سیسرو۔ برگ کا قلعہ' جو پندرھویں صدی میں تعمیر ہوا اور قدیم ٹاؤن ہال' اس کے علاوہ کیمپنگ کے ساتھ والی سڑک' الپس میں گھرے ہوئے دیہات اور برف کے وسیع تودوں تک جاتی ہے۔"

"تو پھر آج ہم قلعہ دیکھیں گے، ٹاؤن ہال دیکھیں گے اور پھر کل ذرا جلدی ا... الپس کے دیہات دیکھیں گے۔"

"میں اپنا کوٹ پہن کر جاؤں گی ممی۔" جولیسا خوش ہو کر بولی۔

"اور میں اپنا چغہ۔ بہت دن سے میرے دل میں اس کی آرزو تھی لیکن کبھی ... کی ہمت نہیں کر سکا تھا۔" بوڑھے فورک نے بھی جولیسا کے سے انداز میں کہا۔

لیکن ان دونوں کی بات پر مسز فورک نے منہ نہیں بنایا تھا۔ بلکہ مسکراتی رہی ... موسم میں تیزی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا اس لیے کہیں جانے آنے میں کوئی دقت ... تھی۔ میں نے اور سردارے نے عمدہ سوٹ پہنے اور پوستین کندھوں پر ڈال لیں۔

پھر جب ہم باہر نکلے تو لڑکیاں، مسز فورک اور مسٹر فورک تیار تھے۔ انہوں نے ... دیکھا۔ اور دیکھتے رہ گئے۔! پھر انہوں نے آہستہ سے ایک دوسرے سے کچھ کہا بھی تھا۔ ... کے قریب پہنچ گئے۔ بوڑھی عورت مسکراتی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہی تھی۔ ہم سب ... میں آ بیٹھے۔ سردارے نے اسٹیرنگ سنبھال لیا اور مسٹر فورک اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں ... عورتوں کے ساتھ لینڈ روور کے پچھلے حصے میں آ بیٹھا تھا، لینڈ روور اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔ ... فورک سردارے کو راستہ بتاتے جا رہے تھے۔!

ہم چار گنبدوں والے قلعے میں پہنچ گئے۔ بس چہار دیواری تھی اور کوئی خاص بات ... تھی اس میں۔ لیکن فورک اور ان کے خاندان کا دل رکھنے کے لیے ہم نے اس پر کوئی تبصرہ ... کیا۔ پھر ٹاؤن ہال دیکھا اس کے بعد ایک قہوہ خانے میں بیٹھ کر قہوہ پیا اور رات ہو گئی۔ لڑ... بہت خوش تھیں۔ خوبصورت کوٹ پہنے وہ بے حد اترا رہی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی ... بڑی دولت مل گئی ہو۔ یا خواب دیکھ رہی ہوں۔

اور پھر ہم نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔!

اس بار ایک مختصر راستہ اختیار کیا گیا۔ اور کیمپنگ تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہ ... کچھ اور سر پھرے یہاں موجود تھے۔ دو نوجوان جوڑے جو آوارہ گرد تھے اور مکان کی ... کے قریب بیٹھے چرس کے دم لگا کر خود کو گرم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ مفلوک ال... تھے۔ بدن سے گودڑے لپیٹے ہوئے تھے۔

ہمیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ کیا بات ہے؟" مسز فورک نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔

"ہمیں خیمہ درکار ہے۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"پیسے ہیں جیب میں۔؟"

"غلطی سے کٹ گیا ہے۔"

"کتنے۔؟" نوجوان نے پوچھا۔

"کتنے ہیں نکالو۔" مسز فورک نے کہا اور نوجوان نے جیبوں کی تلاشی لی۔ دوسرے نے بھی جیبیں ٹٹولنے لگے تھے۔ بمشکل تمام چند سکے ان کے پاس نکل سکے۔ اور انہوں نے وہ سامنے کر دیئے۔!

"لعنت ہے تم پر۔ یہ خیمے کا کرایہ ہے۔؟"

"اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے ہمارے پاس۔"

"کب تک قیام کرو گے؟"

"کل صبح چلے جائیں گے۔" ایک نوجوان نے کہا۔

"مرو۔ لیزارا۔ انہیں خیمہ دے دو۔" مسز فورک نے سکے ایک نوجوان کی جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا اور لیزارا نے گردن ہلا دی "سردیاں نہ ہوتیں۔ تو میں انہیں دھکے مار مار کر نکال دیتی۔ ایک آنکھ نہیں بھاتے مجھے یہ نکمے۔ پھوٹی کوڑی جیب میں نہیں اور سیر کو نکل کھڑے ہوئے۔"

ہم سب اندر داخل ہو گئے۔ اور پھر لباس تبدیل کرنے چلے گئے۔ "استاد۔!" سردارے نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"کیا بات ہے۔؟"

"کچھ دیکھا۔؟"

"کیا۔؟"

"ارے نئی آنے والی قیامتوں کو۔ ہائے ہائے۔ رس گلے تھے رس گلے۔! سردارے نے چٹخارہ بھرتے ہوئے بولا۔

"واقعی! میں نے غور نہیں کیا۔"

"میں تو مستقل غور کر رہا تھا استاد۔"

"مگر یار ہم تو یہاں قیام پذیر ہیں۔" میں نے پرخیال انداز میں کہا

"یہ تو خیر ٹھیک ہی ہے، ان خیموں میں رات نہیں گزاری جا سکتی، لیکن استاد اور بھی تو طریقے ہو سکتے ہیں۔"

"کیا۔؟"

"رات کو خاموشی سے چلیں گے۔ اگر پتہ چل گیا تو کہدیں گے کہ نشہ آور اشیاء کی تلاش میں گئے تھے۔"

"ہوں۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ سردارے کی بات سے میں نے اتفاق کر لیا تھا۔ ویسے جو ماحول مجھے اب ملا تھا۔ وہ واقعی میرے لیے بہت پرکشش تھا۔ ایک عجیب سی کیفیت روح میں رچ گئی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسرے ذرائع سے تھوڑی سی تفریح بھی ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ یوں بھی یہ برفانی راتیں بہت سے تقاضے کرتی ہیں۔

تینوں ماں بیٹیاں بہت خوش تھیں۔ مکان کے باورچی خانے سے بہت سی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں۔ شاید بہت عمدہ کھانا تیار ہو رہا تھا۔ تب مسٹر فورک میرے پاس آ گئے۔!

"کھانے میں تو دیر لگے گی بچو۔ لیکن اگر کافی پی لی جائے تو کیا حرج ہے۔؟"

"کوئی حرج نہیں ہے مسٹر فورک۔!" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"لیکن اس سلسلے میں تھوڑی سی مدد تمہیں بھی کرنا پڑے گی۔!"

"فرمایئے۔" سردارے نے کہا۔

"ذرا اولیورا سے کافی کے لیے کہدو۔" مسٹر فورک نے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔ لیکن مسٹر فورک کی لاج رہ گئی۔ لیزارا دروازے میں نظر آئی۔ اس کے ہاتھوں میں کافی کی ٹرے تھی۔

"ممی نے کہا ہے کھانے میں دیر ہے۔ جب تک آپ لوگ کافی پئیں۔" اس نے کہا۔

"تمہاری ممی بڑی زیرک ہیں۔ ہمیشہ مناسب بات سوچتی ہیں۔ یہ بچے کافی کی شدید ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ لاؤ رکھ دو۔ اور ہاں اگر بنا بھی دو تو کیا حرج ہے۔" اور لیزارا مسکراتی ہوئی کافی بنانے لگی۔ پھر اسنے سب کو کافی سرو کر دی۔

رات کے کھانے پر بھی بہت سی چیزیں تھیں۔ ان میں سے کچھ جولیسا نے تیار کی تھیں اور بڑھ چڑھ کر ان کی تعریفیں کر رہی تھی۔ سب مسکرا رہے تھے لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔ لیکن اچانک مسز فورک کھاتے کھاتے رک گئیں۔ ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"کیوں۔ کھاؤ۔ رک کیوں گئیں۔؟" مسٹر فورک سالم مچھلی اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولے۔

"فورک۔ تم نے ان ولدالحراموں کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"

"کون سے والد الحرام؟" مسٹر فورک نے مچھلی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہی۔ جن کی جیب میں سب کچھ ملا کر بھی اتنے پیسے نہیں تھے کہ ایک ہی آدمی کی خوراک حاصل کر سکتے ہیں۔"

"جہنم میں جائیں۔ کیوں مارے مارے پھرتے ہیں۔" مسٹر فورک ہاتھ اٹھا کر بولے۔

"نہیں فورک۔ ایک تو سردی میں مریں گے۔ پھر بھوکے بھی ہوں گے۔" مسز فورک نے درد سے کہا۔ اور میری نگاہیں اس عظیم عورت کے چہرے کے تقدس کا جائزہ لینے لگیں۔

"ارے تو پھر کیا کیا جائے۔؟" مسٹر فورک باقی مچھلی اپنے بھاڑ جیسے منہ میں ٹھونسے ہوئے بولے۔

"کھانا بہت ہے۔ خراب کرنے سے کیا فائدہ۔ انہیں پہنچا دیا جائے۔" مسز فورک نے کہا۔

"ٹھیک ہے ممی۔ میں انہیں دے آؤں گی۔" جولیسا نے کہا۔

"بکواس مت کرو۔ تم میں سے کوئی نہیں جائے گا۔ آپ کو تکلیف کرنا پڑے گی مسٹر فورک۔"

"ارے۔ ارے۔ رات میں۔ اس وقت۔ میرا مطلب ہے سردی۔ مگر کوئی حرج نہیں ہے۔ میں اپنا کوٹ پہن جاؤں گا۔؟" مسٹر فورک بولے۔

"آپ فکر نہ کریں ممی۔ میں اور پنتو چلے جائیں گے۔ وہ آپ کو تو معلوم ہی ہے۔ ممکن ہے ان کے پاس ہمارے مطلب کی کچھ چیزیں موجود ہوں۔"

"اوہ۔ اوہ۔ یہ گندی عادت چھوڑ دو بچو۔ بہت بری عادت ہے۔ تباہ کر دیتی ہے انسان کو۔" بوڑھی نے کہا۔ بہرحال مطلب پورا ہو گیا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بوڑھی مسز فورک نے کھانا تیار کر دیا۔ میں اور سردارے اسے لیکر چل پڑے۔!

☆ ☆ ☆

باہر کہر گر رہی تھی۔ سردی تھی کہ ہڈیوں میں گھسی جا رہی تھی۔ حالانکہ ہم نے انتہائی گرم لباس پہنے ہوئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود دانت بھنچے ہوئے تھے۔ بس یوں لگتا تھا کہ دانت کھلے اور سرد ہوائیں حلق کے راستے پورے بدن میں داخل ہوئیں۔ جبڑے بری طرح بھنچے ہوئے تھے۔ اتنی زور سے کہ ہڈیاں دکھنے لگی تھیں۔ مسز فورک کے مکان سے ندی کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ لیکن ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ندی دنیا کے آخری سرے پر واقع ہو۔

آسمان پر چاند موجود تھا۔ لیکن ٹھنڈی چاندنی کہر کی دبیز چادر سے گزر کر زمین تک پہنچ رہی تھی۔ اس لئے کچھ عجیب سی کیفیت تھی۔

"استاد۔" نہ جانے کس طرح سردارے کے منہ سے آواز نکل پڑی۔ لیکن میری جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ میں نے گردن گھما کر سردارے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھنے پر اکتفا کی تھی۔

"یہ ندی کچھ دور کھسک گئی ہے کیا؟"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو۔" میں نے خود اپنی آواز کی انوکھی کیفیت محسوس کی تھی۔ کپکپاتی ہوئی اور کئی حصوں میں بٹی ہوئی آواز۔

"اب کسی چیز سے پرہیز کرنے کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے استاد۔"

"کیوں؟" میں نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ پوچھا۔

"کیا اب زندگی کی کوئی امید ہے؟"

"دیکھو خیمے سامنے ہی نظر آ رہے ہیں۔ میرا خیال ہے اب ان کا فاصلہ زیادہ نہیں رہ گیا ہے ——— وہاں خوبصورت لڑکیاں تمہارے انتظار میں بیٹھی ہوں گی۔" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہائے---- یہ مطلب بری بلا ہے۔" سردارے کراہا۔ اور اس کی باتوں پر مجھے ہنسی آنے لگی۔ بہرحال خدا خدا کرکے ہم خیموں کے قریب پہنچ گئے۔

دریا کے کنارے۔ خاموش اور اداس کھڑے ہوئے خیمے جن کے نیچے موجود انسان نہ جانے زندہ بھی تھے' یا مرچکے تھے۔ اس شدید سردی میں' اس بے سروسامانی کے عالم میں ان کی زندگی حیرت انگیز ہی ہوگی۔ کھانے کے برتن ہمارے ہاتھوں میں جیسے جم گئے تھے۔

بہرحال ہم ایک خیمے کے نزدیک پہنچ گئے۔ خیموں میں روشنی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہاں چاند کی روشنی ان کی سفیدی اجاگر کر رہی تھی---- ہم نے آواز دینے کے بجائے ایک خیمے کا پردہ ٹٹولا۔ کھلا ہوا تھا۔ اندر بالکل خاموشی تھی۔ چاروں طرف ہی خاموشی تھی۔

تب میں نے سردارے کو اشارہ کیا۔ اور سردارے نے پردہ ہٹایا' ہم اندر داخل ہوگئے۔ لیکن ایک لمحے میں اندازہ ہوگیا تھا کہ خیمہ خالی ہے۔

"ارے۔" سردارے کے منہ سے نکلا۔ "یہ کہاں گئے؟"

"شاید دریا میں غسل کرنے گئے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے کے ہاتھ سے کھانے کے برتن گرتے گرتے بچے۔

"ایسا خوفناک مذاق مت کرو استاد۔" وہ کانپتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"کیوں؟ اس میں مذاق کی کیا بات ہے؟"

"ارے ایسی بھیانک بات کہی ہے تم نے کہ تصور ہی سے دل کی حرکت بند ہونے لگی ہے۔"

"پھر کہاں مرگئے سب کے سب؟" میں نے کہا۔

"دوسرا خیمہ بھی تو ہے استاد۔"

"آؤ۔ وہ بھی دیکھ لیں۔" میں نے کسی خیال کے تحت کہا اور ہم دوسرے خیمے کی طرف بڑھ گئے۔ میرا خیال درست ہی تھا۔ وہ سب اسی چھوٹے سے خیمے میں ٹھنسے ہوئے تھے۔ شاید اسی طرح وہ سردی دور کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سونے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ کلبلانے لگے۔ اور پھر ان میں سے کسی کی منمناتی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"

"زندہ ہیں استاد۔" سردارے اردو میں بولا۔

"کون ہو بھائی؟" وہی آواز پھر ابھری۔

"سوگئے تم لوگ؟" میں نے انگلش میں پوچھا۔

"نہیں۔" جواب ملا۔

"بھوکے ہو؟" میں نے پھر پوچھا۔ اور کوئی جواب نہ ملا---- "اگر بھوکے ہو تو اٹھو۔ کچھ کھالو۔ ہم تمہارے لیے کھانا لائے ہیں۔"

"ایڈی---- ایڈی---- جلدی کرو---- میرے اوپر سے اٹھو---- بہت زور کی بھوک لگ رہی ہے۔" ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"خیمے کا دروازہ کس دو بھائی۔ ہمارے بدن پر لباس نہیں ہیں' ہوا براہ راست بدن کو لگ رہی ہے۔" ایک نوجوان کی آواز سنائی دی۔

"سردارے خیمہ بند کردو۔" اور سردارے نے ایسا ہی کیا۔ تب وہ اٹھ بیٹھے۔ خیمے میں زیادہ روشنی تو نہیں تھی۔ لیکن ان کے سفید برہنہ بدن تقریباً نظر آرہے تھے۔ ان کے برہنہ ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی۔ لباس اتنے مختصر تھے کہ فرداً فرداً ایک لباس اس کے بدن کو گرم کرنے کے لیے ناکافی تھا۔ اس لیے انہوں نے سارے کپڑے اتار لیے تھے اور ایک دوسرے کے بدن سے چمٹ کر مشترکہ طور پر انہیں اوڑھ لیا تھا۔ اس طرح کچھ کام بن گیا ہوگا۔

سردارے اور میں نے کھانا ان کے ہاتھوں میں تھما دیا اور وہ مربھکوں کی مانند اس پر ٹوٹ پڑے۔ عجیب جانوروں کے انداز میں کھا رہے تھے۔ نہ جانے کب سے بھوکے تھے کمبخت۔

ہم خاموشی سے انہیں دیکھتے رہے---- انہوں نے کھانا فوری طور پر چٹ کر ڈالا اور پھر وہ ہمارا شکریہ ادا کرنے لگے۔ ان میں سے کسی نوجوان نے کہا۔

"شکریہ پر ہی گزارہ کرو دوست---- پیسے تو ہمارے پاس ہیں نہیں۔"

"مگر تم کون ہو۔ اور اس سخت سردی میں تم نے ہمارے اوپر یہ احسان کیوں کیا ہے۔"

"مصیبت سے بچنے کے لیے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"کیسی مصیبت؟"

"اگر تم صبح کو مردہ پائے جاتے تو تمہاری لاشیں ہمیں ہی ٹھکانے لگانی پڑتیں۔"

"صورت حال تو کچھ ایسی ہی تھی دوست۔ بدن سرد تھے۔ اور پیٹ میں بھی سردی ہی بھری تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں معدے میں چکرا رہی تھیں ممکن تھا کوئی مر ہی جاتا۔" نوجوان نے مانے بغیر کہا۔

"اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟" سردارے نے پوچھا۔

"ضرورت---- انسان کی ساری ضرورتیں کبھی پوری ہوئی ہیں؟" نوجوان نے کہا۔

"ارے تم اس سردی میں بھی فلسفہ بگھار سکتے ہو؟" سردارے نے دانت پیس کر کہا۔

"فلسفہ سردی میں ہی بگھارا جاتا ہے دوست۔ جو گرم ہوتے ہیں' فلسفی نہیں ہوتے۔" نوجوان نے جواب دیا۔

"چرس پیو گے؟"

"ہائے۔ اس رات کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ مل سکے گی؟"

"ہاں۔ مل سکے گی۔" سردارے نے جواب دیا۔ اور میں چونک کر سردار[ے کی] طرف دیکھنے لگا۔ پھر مجھے یاد آگیا کہ ہمیں سرحد کے خوش اخلاق افسر نے تھوڑی سی چر[س دی] تھی۔

سردارے نے تھوڑی سی چرس اور سگریٹوں کا پیکٹ نکالا۔ اور وہ سب ہمار[ے پاس] اس طرح آ بیٹھے جیسے ہم فرشتے ہوں اور آسمان سے اترے ہوں! ان کی برہنگی بہرحال ہ[...] انداز تھی۔ خاص طور سے لڑکیاں جو دونوں کی دونوں ہمارے بالکل نزدیک بیٹھی ہوئی تھ[یں] اچھے بدن کی مالک تھیں۔ لیکن اس وقت اپنی برہنگی سے بالکل لاپرواہ معلوم ہوتی تھیں۔

مردوں نے چرس بھری اور پھر اجازت طلب نگاہوں سے ہماری طرف دیکھ[ا]

تب سردارے نے ماچس جلا کر ان کی سگریٹیں سلگا دیں۔ دیا سلائی کی ننھی سی روشنی میں [میں] نے ان کے چہرے دیکھے۔ اس غیر متوقع امداد سے ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔ پھر چرس کے دم ---- انہوں نے بڑے شوق سے لگائے۔

"تم بھی لو۔" ایک لڑکی مجھ سے بولی۔

"ہم پی چکے ہیں ---- یہ تمہارا حصہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اوہ شکریہ۔ شکریہ۔ ایسا لگتا ہے جیسے تمہیں آسمان سے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔" لڑکی میرے شانے سے سر ٹکاتے ہوئے بولی۔

"دو چار کش اور لگا لو۔ اس کے بعد تمہیں ہمارے بدن پر، لمبے لمبے پر بھی نظر [آنے] لگیں گے۔" سردارے نے کہا۔

"ہائے ---- تمہارا کوٹ کتنا گرم ہے۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں تم سے لپٹ جاؤں؟" لڑکی نے پوچھا۔

"اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟" سردارے جلدی سے بول پڑا۔

"اوہ۔ تھینک یو۔ تھینک یو۔" لڑکی بولی۔ اور پھر وہ تقریباً میری گود میں آ بیٹھی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے، میں تمہاری شان میں ایک نظم پڑھوں۔" نوجوان چرس کا کش لگا کر بولا۔

"وہ بھی پڑھ لو۔" سردارے بولا۔

"لیکن اس سے پہلے ہمارا تعارف تو ہو جائے ایلس۔" دوسرے نوجوان نے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ غیر متوقع خوشی مل جانے سے انسان کس قدر بدحواس ہو جاتا ہے؟ اخلاقیات بھی بھول جاتا ہے۔ میرا نام ایلس ہے دوست! یہ میرا دوست مائیکل ہے۔ یہ مائیکل کی بیوی ایڈی ہے۔ اور یہ میری بیوی لوسیا ہے۔" ایلس نے اس لڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا

[جو میری] گود میں بیٹھی ہوئی تھی۔

"خوب۔ میں پنٹو ہوں۔ اور یہ میرے دوست سیسرو۔" سردارے پھر بول پڑا۔

"بڑی مسرت ہوئی۔ بڑی خوشی ہوئی۔" چاروں بیک وقت بولے۔

"ہاں تو وہ میری نظم۔" ایلس نے کہا۔

"ہو جائے۔ ہو جائے۔" سردارے جھوم کر بولا اور پھر ایڈی کی طرف جھک کر بولا۔

"کیا تمہیں گرم کوٹ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے خاتون ایڈی۔"

"اوہ۔ کیوں نہیں۔ مگر تمہاری اجازت سے۔" دوسری لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"واہ۔ انسانی ہمدردی کی بات ہے۔ اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔" سردارے نے جلدی سے کہا اور ایڈی بھی لوسیا کی مانند سردارے کی گود میں جا بیٹھی۔ میں سردارے کی باتوں سے کافی محظوظ ہو رہا تھا۔ سردارے نے جلدی سے چرس کی ایک اور گولی مائیکل کو دے دی تھی اور مائیکل نے شکریہ کے ساتھ اسے قبول کر لیا۔

ویسے دوسرے آوارہ گردوں کی طرح انہیں بھی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ ان کی بیویاں کہاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مجھے تو ان کا بخوبی تجربہ تھا۔ لیکن سردارے نے ناتجربے کاری میں ایک گولی ضائع کی تھی۔

تب ایلس نے اپنی نظم شروع کر دی۔

"سردیوں کی ٹھٹھرتی رات میں۔"
جب تارے کہر سے ماند پڑ جاتے ہیں۔
آسمان کے نقرئی دروازے سے، دو فرشتے جھانکے۔
دیکھا انہوں نے زمین کی جانب۔
زمین ---
جو محرومیوں کا ڈھیر ہے۔
زمین۔
بے بسی کا گہوارہ۔ نہ دیکھا گیا ان سے۔ آئے۔ اور اپنے پر پھیلا دیئے۔
اے کمزورو۔ آؤ۔ ان پروں کی چھاؤں میں زندگی پالو۔
صبح ہو جائے گی۔
سورج نکل آئے گا۔
شاید تمہاری بے بسی کے خاتمے کے لیے۔
اے فرشتو۔ تمہارا آسمان کیسا ہے؟
کیا وہاں کی فضا بھی اسی قدر سرد ہے؟
نہیں ---- تو تمہارے دل میں انسان کا درد کیوں جاگا؟"

"بتاؤ اے استاد۔" سردارے نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ اور میں مگر
نہ رہ سکا۔

"فضول باتیں مت کرو سردارے۔" میں نے کہا۔ ایلس چرس کے دم لگا رہا تھا اور
ہو رہا تھا اور نظم الاپ رہا تھا۔ مائیکل اس کی نظم پر تال دے رہا تھا۔ تب لوسیا نے میر
میں سرگوشی کی۔

"تمہارا کوٹ کافی ڈھیلا ہے۔"

"ہو۔ شاید۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"ناگوار نہ ہو تو میں اس کے بٹن کھول لوں ۔۔۔۔۔ اس طرح میرے بدن
اور کھلے ہوئے حصے گرمی پا سکیں گے۔" اس نے کہا اور میرے بدن میں چیونٹیاں رینگنے
لوسیا کے نرم بدن کا لمس' سردی کے احساس کو فنا کر رہا تھا ۔۔۔۔۔ میں نے خشک ہونٹوں
زبان پھیرتے ہوئے گردن ہلا دی۔ اور لوسیا ذرا سی کھسکی اور اس نے میرے کوٹ کے
کھول دیئے۔ ڈھیلی ڈھالی پوستین درحقیقت اتنی بڑی تھی کہ اس کے بدن کو چھپالے' اس
پوستین اتارنا پڑی تھیں اور لوسیا کے بدن کی ٹھنڈک' میرے گرم سینے میں جذب ہونے
خود لوسیا چرس کے دم لگا رہی تھی۔ اس کی پوری توجہ چرس کے سگریٹ پر ہی تھی ۔۔۔
بہرحال عجیب سی پوزیشن ہو گئی تھی۔ لڑکیوں کے سگریٹ ختم ہو گئے ہم نے انہیں دوبارہ
اور سگریٹ فراہم کیے۔ اور وہ ہمارے گن گاتی رہیں۔ سردارے نے بھی میرے والی حرکت
عمل کیا تھا اور ایڈی اس کی پوستین میں غروب ہو گئی تھی۔ مائیکل اور ایلس اب ماحول کو
چکے تھے۔ ایلس کی طویل نظم نہ جانے کب تک جاری رہتی تھی۔ تب لوسیا کی آخری سگریٹ
بھی ختم ہو گئی۔

اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ لیکن بظاہر وہ نشے میں نہیں تھیں۔ البتہ اسے
اسے میرے بدن اور پوستین کی اہمیت کا احساس ہوا تھا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ کسمائے
میرے بدن کی پیمائش کرنے لگے۔

"کیا تم واپس جاؤ گے سیسرو؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"اس سخت سردی میں کیسے ممکن ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن افسوس ۔۔۔۔۔ ہم تمہارے لیے معقول بستر کا بندوبست نہیں کر سکیں گے۔"

"معقول گرمی کا بندوبست تو ہو سکے گا؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور لوسیا میری
بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگی اور پھر سمجھ کر مسکرا دی۔

"کیوں نہیں ڈارلنگ۔" اس نے اپنے خوبصورت لیکن چرس آلود ہونٹ میرے
ہونٹوں میں پیوست کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کا بوسہ کافی طویل اور پرجوش تھا۔

مائیکل اور ایلس اب سردی کھائے ہوئے بلی کے بچوں کی مانند گھٹنوں میں

گھیڑے اونگھ رہے تھے۔ لاکھ نشے میں تھے لیکن اس سردی میں نیند آنے کا سوال ہی نہیں
پیدا ہوتا تھا۔

"سنو۔ کیا تم لوگ باہر جانے کی ہمت رکھتے ہو؟" میں نے ان سے پوچھا۔

"کیوں مسٹر؟ ویسے اندر اور باہر میں بہت معمولی سا فرق ہے۔"

"دوسرا خیمہ تمہارے لیے بیکار ہے۔ اسے اکھاڑ لاؤ۔ اور اس کو تہہ کر کے اوڑھنے
کے کام میں لاؤ۔"

"ایں؟" دونوں اچھل پڑے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی۔

"کیسی آسان بات تھی۔"

"اور کتنی عمدہ۔"

"لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"ارے تو اب اٹھو۔ رات کافی طویل ہے۔ پیٹ بھی بھر گیا ہے۔ نشہ بھی پورا ہو گیا
اور اب شاید بدن بھی کسی حد تک گرم ہو جائیں۔ چلو ایلس تھوڑی سی سردی برداشت کرنا
پڑے گی۔ آہ۔ مگر۔ یہ چیتھڑے تو بدن سے لپیٹ لو۔ ورنہ۔" اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔

ان لوگوں کی حالت واقعی قابل رحم تھی۔ سرد ملک کے باشندے تھے اس لیے اس حد
تک سردی برداشت کر گئے تھے۔ ورنہ اگر ہمارے ملک کے ہوتے تو کبھی کے اکڑ کر مر چکے
ہوتے ۔۔۔۔۔! بہرحال لوسیا کو ان حالات کی زیادہ پرواہ نہیں تھی۔ پوستین کی گرمی' اور
میرے بدن کی گرمی سے اس کا جسم بھی گرم ہو گیا تھا۔ اور پھر دو جسموں کے ملاپ سے جو گرمی
پیدا ہوتی ہے۔ سردارے بھی قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ لیکن بہرحال سردی کی وجہ سے کھل
کھیلنے میں دقت ہو رہی تھی تاہم یار لوگ اپنی سی کوشش میں مصروف تھے۔ پھر جب ایلس اور
مائیکل خیمہ اکھاڑ لائے! تو پھر کام ہی بن گیا۔ انہوں نے اپنے اپنے لباس بدن کے نیچے بچھائے۔
جو کچھ چیتھڑے گوڈے تھے۔ وہ سب گدے کے کام آئے اور خیمے کو بدن پر اوڑھ لیا گیا۔

چھوٹے سے خیمے میں ہم سب سمائے ہوئے تھے۔ اس سے انوکھی سچویشن کبھی زندگی
میں نہیں آئی تھی۔ لیکن فراخ دل نوجوانوں نے غور بھی نہیں کیا تھا کہ ان کی بیویاں کہاں
ہیں۔ یا پھر غور کیا بھی ہو گا تو ان کے نزدیک یہ سب کچھ معیوب نہیں تھا۔ ظاہر ہے انہیں
آسائشیں مہیا کرنے والے فرشتے تو نہیں تھے۔

دوسری صبح ہم دونوں تو جلدی سے جاگ گئے۔ ہماری بغلوں میں سوئی ہوئی لڑکیاں
بے خبر سو رہی تھیں۔ انہیں اٹھائے بغیر پوستین نہیں نکالی جا سکتی تھیں۔ اس لیے انہیں جگانا
پڑا۔

لوسیا نے آنکھیں کھولیں اور میری شکل دیکھنے لگی۔ شاید وہ مجھے پہچاننے کی کوشش کر
رہی تھی۔ اور پھر مجھے پہچان کر وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"اوہ۔ اوہ۔ ڈارلنگ۔ سیسرو۔ تم۔ تم کتنے شاندار ہو۔ تم۔"

"اٹھو لوسیا۔ صبح ہوگئی۔" میں نے کہا۔

"ہونے دو میری جان۔ ہمیں کون سا کسی کی ملازمت پر جانا ہے۔" اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر مجھے خود پر گھسیٹتے ہوئے کہا۔ سردارے کھانسنے لگا تھا۔ تب لوسیا نے اس کی جانب دیکھا اور مسکرا دی۔

"تمہارا ساتھی؟" اس نے کہا۔

"ہاں۔"

"تم لوگ اتنی صبح کیوں اٹھ گئے۔"

"ہمیں جانا ہے۔"

"کہاں ڈیئر؟"

"ظاہر ہے پوری زندگی تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتے۔"

"کیا حرج ہے۔" لوسیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لڑکی واقعی خوبصورت تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ غربت۔ اور آوارہ گردی نے اس کی شکل بگاڑ دی تھی۔

"سوری لوسیا۔ یہ ممکن نہیں ہے۔"

"پھر بھی کچھ دیر اور سہی۔"

"اب نہیں ----- کیا تم لوگ آج رکو گے؟"

"دراصل ----- ہمارے پاس کچھ نہیں ہے ----- مجبوری کی حالت میں قیام کیا تھا۔ برگ میں کچھ مل بھی نہیں سکتا۔ اس لیے جلد از جلد برن پہنچ جانا چاہتے ہیں تاکہ فاقوں سے نجات مل سکے۔"

"دل چاہے تو آج اور رکو ----- ہم بھی برن جائیں گے۔ ممکن ہے کل ہی۔ ممکن ہے ایک آدھ دن کے بعد۔"

"اوہ ----- ٹھیک ہے ----- ساتھ رہے گا ----- ویسے تم لوگ مالی طور پر مضبوط معلوم ہوتے ہو۔"

"بس ٹھیک ہے ----- اچھا تو اب ہم چلتے ہیں ----- اور ہاں سنو ----- یہ کچھ کرنسی رکھ لو ----- تھوڑی دیر کے بعد مسز فورک کے پاس آجانا۔ کرنسی دینا اور ناشتہ طلب کرلینا۔ لیکن خبردار ----- یہ نہ بتانا کہ تمہیں ہم نے کچھ دیا ہے۔"

"اوہ ----- اوہ ----- مہربان انسان۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔" لوسیا نے تشکرانہ انداز میں کہا۔ سردارے نے بھی ایڈی کو کچھ دیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے اپنی اپنی پوستینیں پہنیں اور پھر لڑکیوں کے الوداعی بوسے لے کر چل پڑے۔

باہر سردی کا وہی عالم تھا۔ سردارے حسب معمول کانپنے لگا! پھر راستے میں اس نے

مجھے مخاطب کیا۔ "استاد؟"

"ہوں؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"گناہ کی ابتداء بھی اذیت ناک ہوتی ہے۔ اور انتہا بھی۔"

"عمدہ بات ہے سردارے۔"

"مسز فورک کا مکان کتنی دور سرک گیا ہے۔"

"ہاں۔ وہ نیکیوں کا گھر ہے۔ گناہ سے دور۔"

"لیکن استاد۔ گناہ کی لذت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔"

"نہ ہو۔ تو انسان اس کی جانب راغب کیوں ہو؟"

"کیسی انوکھی بات ہے استاد۔"

"کیا؟"

"ہم احساس گناہ کے شکار ہیں۔ لیکن کیا اس سے توبہ کرلیں گے؟"

"انسان کی فطرت یہی ہے سردارے۔"

"ہاں۔ شاید۔" سردارے نے کہا اور خاموش ہوگیا ----- کافی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر سردارے نے کہا۔ "شکریہ مرد کیسے ہوتے ہیں استاد۔"

"یہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

"بعض اوقات بڑے عجیب عجیب خیالات آتے ہیں۔"

"مثلاً -----"

"جیسے یہ لڑکیاں۔"

"کیا خاص بات تھی ان میں۔"

"کوئی خاص بات نہیں تھی ----- میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ اپنے جسموں سے اتنا کماسکتی ہیں ان کے پیٹ آسانی سے بھر جائیں۔ اس کے برعکس ان کے مرد نکمے ہوتے ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ ان کی ذات سے کسی کو دلچسپی نہیں ہوسکتی۔ ایمانداری سے کہو استاد۔ مسز فورک کی دوسری بات ہے۔ اس کے جذبہ انسانی نے جوش مارا تو اس نے ان کے کھانے کے بارے میں سوچا۔ لیکن اگر صرف مرد ہوتے تو کیا ہم ان کے لیے کھانا لے کر آتے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"گویا ہمارے جذبات لڑکیوں کے لیے تھے۔"

"یقیناً۔"

"پھر یہ بات لڑکیاں کیوں نہیں سوچتیں۔ وہ ان نکموں کا بوجھ اٹھائے کیوں پھر رہی ہیں۔ جبکہ وہ ان کے کسی کام نہیں آسکتے۔"

"مقصد کیا ہے۔ کیا لڑکیوں کو مستقلاً ہتھیانا چاہتے ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے

پوچھا۔

"ارے نہیں----- توبہ کرو استاد۔ میں تو ان پر مستقلاً" تھوکنا بھی نہیں چاہتا۔"

"پھر؟"

"بس میں سوچ رہا تھا۔"

"معمولی سی بات ہے سردارے----- عورت کسی بھی ملک کی ہو۔ کسی بھی نیچر کی ہو----- عورت ہوتی ہے----- خود کو کمزور سمجھنے کی عادی----- سہاروں کی متلاشی، اور مستقل سہارے بہرحال بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ مرد ان کے سہارے اور ان کے لیے ضروری ہیں۔"

"کیا مرد کو کسی مستقل سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی استاد؟"

"شاید----- ہوتی ہو۔ شاید نہ ہوتی ہو۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"مزے کی بات ہے استاد----- ہم خود اپنا تجزیہ نہیں کرسکتے----- ویسے یہاں کب تک قیام کا ارادہ ہے؟"

"کل نکل چلیں گے----- زیادہ دیر رکنے سے کیا فائدہ۔"

"ٹھیک ہے----- اور یہ لوگ ہمارے ساتھ ہوں گے؟"

"کیا حرج ہے۔"

"حرج نہیں----- بہت اچھی بات ہے۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"ایڈی کیسی تھی؟"

"بہت پرجوش----- پورا پورا تعاون کرنے والی۔"

"گڈ-----!"

"اور تمہارے والی استاد؟" سردارے دانت نکال کر بولا۔

"عورتیں سب یکساں ہوتی ہیں----- لیکن ایک مخصوص وقت میں۔"

"اچھا ہوا تم نے تصحیح کردی۔" سردارے ہنس کر بولا اور پھر جلدی سے کہنے لگا۔ "مگر استاد----- مادام الیورا سے کیا کہو گے؟"

"کیا مطلب؟"

"رات کی کہانی۔"

"ان سے تو کہہ دیا تھا۔"

"پوری رات کی بات تو نہیں ہوئی تھی۔"

"اونہہ----- چھوڑو----- بوڑھی عورت بہت نیک ہے۔ بے حد مہربان ہے۔

ہم ان کے کون ہوتے ہیں۔ کل آگے بڑھ جائیں گے اور اس کے بعد کچھ یاد نہ رہے

"ہاں----- یہ بھی ٹھیک ہے----- کسی سے محبت کرنے سے کیا فائدہ۔"

"سنو سردارے----- ان لوگوں کو بازار لے جاکر کچھ خریداری کرا دینا۔ کمبل ہمارے پاس موجود ہیں۔ تم ان کا بندوبست بھی کردینا۔"

"بہت مال خرچ کر رہے ہو استاد۔"

"مال کی کمی نہیں ہے سردارے----- اور پھر میرا کون بیٹھا ہے جس کے لیے جمع ں گا۔ کاغذ کے یہ ردی ٹکڑے جو انسان کی سانسوں پر مسلط ہوگئے ہیں----- اگر کسی کام آجائیں تو کیا حرج ہے؟"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ اور پھر چونک کر "ارے----- یہ نیک خاتون کیا کررہی ہیں؟" میں نے بھی نگاہیں اٹھا کر سامنے دیکھا۔ لیزارا حسب معمول لمبا برش لیے فرش صاف کر رہی تھی۔ اس نے بھی ہمیں دور آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لیکن گردن جھکائے اپنے کام میں مشغول رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہم اس کے قریب پہنچ گئے۔

"ہے----- لیزارا؟" سردارے نے اسے پکارا۔

"ہیلو مسٹر رینٹو-----"

"صبح بخیر-----" سردارے نے کہا اور لیزارا نے گردن ہلا دی، اس کے چہرے صاف پتہ چلا رہا تھا کہ وہ کبیدہ خاطر ہے۔ نہ جانے کیوں؟ سردارے نے میری شکل

"مسٹر فورک کہاں ہیں مس لیزارا۔" میں نے پوچھا۔

"اندر ہیں۔"

"کیا بات ہے----- تم اداس ہو؟"

"نہیں کوئی بات نہیں ہے جناب۔" لیزارا نے جواب دیا۔ اور فرش صاف کرتی ---- میں نے شانے ہلائے اور پھر ہم دونوں اندر داخل ہوگئے۔ مسٹر فورک حسب ت تھے اور اپنا پائپ دانتوں میں دبائے، بڑے فخر سے اکڑے بیٹھے تھے۔ مسز فورک پُرخلوص مسکراہٹ سے ہمارا استقبال کیا۔ جولیسا البتہ موجود نہیں تھی۔

"بڑے عجیب بچے ہو تم----- رات اس سخت سردی میں گزار دی۔"

"اوہ----- ممی----- ویری سوری، بس-----"

"میں رات کو جاگ جاگ کر تمہاری دستک کا انتظار کرتی رہی۔"

"ارے ممی----- پھر تو بہت ہی شرمندگی ہے۔ لیکن وہ لوگ ہمارے شناسا نکلے۔

بڑا اصرار کیا انہوں نے رکنے پر---- مجبوراً رکنا پڑا۔" میں نے معذرت کرتے ہوئے شناسا تھے تو یہاں کیوں نہ بلا لائے۔"

"اوہ---- آپ کو کہاں پریشان کرتے ممی۔"

"تمہارے شناساؤں سے ہم پریشان نہ ہوتے سیسرو۔ خیر۔ تم لوگ ٹھیک تو ہو پانی گرم ہے' غسل کرلو اور پھر ناشتے کی---- تیاریاں کرو۔"

"اوکے ممی۔! میں نے کہا۔

"تت۔ تو کیا سچ غسل کرو گے؟" سردارے ہکلا کر بولا۔

"کیوں---- تم نہیں کرو گے؟" میں نے بھی اردو میں پوچھا۔

"مرجائیں گے یار۔" سردارے گھگھیایا۔

"بکواس مت کرو۔ غسل کرنا ضروری ہے۔ اور پھر پانی بھی گرم ہے۔"

"گناہ کے بعد کی زندگی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔" سردارے کراہتا ہوا

بہرحال یکے بعد دیگرے ہم دونوں نے غسل کیا اور پھر ناشتے کے لیے آبیٹھے۔ ناشتے پر اور لیزارا بھی موجود تھیں۔ لیکن دونوں کے منہ پھولے ہوئے تھے۔

"ارے۔ ان دونوں کو کیا ہوگیا ہے ممی؟" میں نے انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں بولیں گے۔ ہم دونوں طے کرچکے ہیں کہ آپ سے نہیں بولیں گے سیسرو۔" جولیسا نے کہا۔

"ارے۔ مگر کیوں؟"

"آپ نے رات ان خیموں میں کیوں گزاری؟" "کیوں لیزارا؟"

"فضول باتیں مت کیا کرو جولیسا۔" لیزارا خشک لہجے میں بولی۔

"ارے واہ۔ کیسی چالاک ہو تم۔ خود ہی تو مجھ سے کہا تھا کہ ان دونوں سے نہیں کریں گے۔ اور اب میری باتیں فضول ہوگئیں۔" جولیسا آنکھیں نکال کر بولی۔

"کیا بکواس ہے جولیسا۔" لیزارا غصے سے کھڑی ہوگئی۔

"ارے ارے کیوں لڑنے لگیں تم لوگ۔ لیزارا بیٹھ جاؤ۔" جولیسا تم خاموش جاؤ۔"

"اوکے ممی۔ لیکن۔"

"بس میں کہتی ہوں خاموش ہو جاؤ۔" مادام اولیورا سخت لہجے میں بولیں۔ اور خاموش ہوگئی۔ میں نے بھی اس کے بعد اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

پھر ہم ناشتے سے فارغ ہوگئے۔

تب مسز فورک نے نرم لہجے میں کہا۔ "لیزارا۔ جلدی سے کچھ اور ناشتہ تیار کرو آوارہ گرد ان لوگوں کے شناسا نکل آئے۔ جاؤ۔ ہری اپ۔"

"نہیں ممی۔ آپ ہماری وجہ سے ان کے اصول نہ توڑیں۔"

"بیکار باتیں نہ کرو بچو۔ بچوں کے دوستوں کا خیال کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"لیکن ممی۔"

"پلیز سیسرو۔ خاموش ہو جاؤ۔ جاؤ جولیسا' تم لیزارا کی مدد کرو۔"

"یس ممی۔" دونوں لڑکیاں کمرے سے نکل گئیں۔ مسٹر فورک جلدی جلدی پائپ میں تمباکو بھر رہے تھے۔ پھر وہ کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بولے۔

"شاید آج دھوپ نہ نکلے۔"

"ہاں۔ بادل ہیں۔"

"دھوپ میں بیٹھ کر تمباکو نوشی کا جو لطف آتا ہے۔ وہ بادلوں میں نہیں۔ آج باہر نہ بیٹھ سکیں گے۔" مسٹر فورک بولے۔

"پھر بھی باہر کا موسم زیادہ سرد نہیں ہے۔" اولیورا نے کہا۔

"آؤ بھئی دیکھیں۔"

"سردارے۔ تم ذرا انجن گرم کرلو۔" میں نے کہا اور سردارے گردن ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ میں بھی مسٹر فورک اور مسز فورک کے ساتھ باہر نکل آیا۔ تب ہم نے دور سے اپنے شناساؤں کو آتے دیکھا۔ میلے کچیلے لباس میں ملبوس۔ وہ سردی سے کانپتے چلے آرہے تھے۔

"چلو اچھا ہوا---- یہ لوگ ادھر ہی آرہے ہیں۔" مدام فورک نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد مائیکل اور ایلس وغیرہ ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔

"آہ۔ خوش نصیبو۔ صبح کا سلام قبول کرو۔" ایلس نے دور سے ہی آواز لگائی۔ اور پھر جلدی سے آگے بڑھ کر بولا۔

"اوہ مادام---- اس وقت ہمارے پاس پیسے موجود ہیں۔ رات کے خیموں کے بل کی ادائیگی بھی ہوسکے گی۔ اور اس وقت کے ناشتے کی بھی۔ ناشتہ ضروری ہے۔ تاہم اگر آپ پسند نہ کریں گی تو ہم دوپہر کے کھانا کا بندوبست شہر سے کرلیں گے۔"

"ہوں---- کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس؟" مسز فورک نے پوچھا۔

"جو آپ طلب کریں۔" ایلس نے جواب دیا۔

"تم سیسرو کے دوست ہو؟"

"سیسرو عظیم انسان ہے۔ بے حد عظیم۔ آسمان کی مانند۔"

"کیوں نئیں۔ کیوں نئیں۔ اس نے تمہیں کرنسی دی ہے۔ ٹھیک ہے۔ تم ناشتہ کرو۔ کھانا کھاؤ۔ لیکن آج ادھر سے چلے جاؤ۔" جہاندیدہ عورت شاید صورت حال سمجھ گئی تھی۔

"ہم کل مسٹر سیسرو کے ساتھ جائیں گے مادام۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"کس کے ساتھ؟" مسز فورک چیخی۔

"مسٹر سیسرو کے ساتھ مادام۔" ایلس نے جواب دیا۔

"غلط۔ بکواس۔ سیسرو نہ تو کل جائے گا' نہ تمہارے ساتھ جائے گا۔" مادام الیورا نے کہا اور پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولیں "کیوں سیسرو۔ میں نے غلط کہا؟" -

"نہیں ممی۔ بھلا آپ غلط کہہ سکتی ہیں۔"

"شکریہ میرے بیٹے-----" بوڑھی عورت کے چہرے پر انبساط پھیل گیا۔ اور میرے ذہن میں پھر بھنور اٹھنے لگے۔ نہیں نہیں۔ مجھے کسی کی محبت درکار نہیں ہے۔ یہ محبت اب مل رہی ہے جب مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا کرسکوں گا میں اس بوڑھی عورت کے لیے۔ کیا دے سکوں گا اسے۔ اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ مجھ سے انسانیت کے سارے زیور چھین لیے گئے ہیں۔ اب میں کسی کے قابل نہیں ہوں۔ میں کسی سے فریب نہیں کرسکتا۔

"جاؤ۔ جاؤ۔ ناشتہ کرو۔ لیزارا' ان کے لیے ناشتہ لے آؤ۔" مادام الیورا نے اندر منہ کرکے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے لیے ناشتہ آگیا۔ سب کے سب ناشتے میں مصروف ہوگئے تھے۔ پھر انہیں پیٹ بھر کر کافی دی گئی آوارہ گرد اس طرح ناشتہ کر رہے تھے جیسے اپنی سسرال میں آئے ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ ناشتے سے فارغ ہوگئے۔ تب ان میں سے ایک نے رات کی بچائی ہوئی چرس کی گولی نکالی اور اس کے ساتھ ہی مسز فورک چیخ پڑی۔

"اے۔ اے۔ تم یہاں چرس نہیں پیو گے۔"

"اوہ۔ اچھا مادام۔ لیکن۔ آج رات ہم یہاں گزار سکتے ہیں؟"

"تمہارے پاس کرنسی موجود ہے۔"

"اس وقت کچھ پیش کیا جائے مادام؟" مائیکل نے پوچھا۔

"نہیں۔ بھاگ جاؤ۔" مادام اولیورا نے کہا۔ لڑکیاں میری طرف دیکھ رہی تھیں۔ میں نے انہیں بھی اشارہ کردیا۔ اور وہ سب واپس چل پڑے۔

"گندے' کمینے کہیں کے۔" مسز فورک بولی۔

"ممی وہ-----" میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

"تم چپ رہو سیسرو-----اگر تم صرف چرس پینے ان کے پاس گئے۔ تھے تو وہ میں تمہیں یہاں مہیا کردوں گی۔ وہ تمہارے قابل نہیں ہیں بیٹے۔ تم میں اور ان میں فرق ہے۔"

"نہیں ممی۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"بس کوئی بات نہیں ہے-----کیا تم سچ مچ ان کے ساتھ جاؤ گے؟"

"نہیں ممی۔ جیسا آپ کہیں گی۔"

"تھینک یو میرے بیٹے----- میں تمہاری شکرگزار ہوں۔" جولیسا اور لیزارا

...ی تھیں۔ پھر لیزارا مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

"کیا آج سیر کرنے نہیں چلیں گے مسٹر سیسرو۔"

"آج نہیں بے بی۔ پھر سہی۔" میں نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ رات بھر ان لوگوں کے ساتھ جاگتے رہے ہو۔ اب آرام کرو۔" مسز... نے کہا۔ اور ہم دونوں کان دبائے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل پڑے۔

گرم بستر میں لیٹنے کے بعد سردارے بولا۔ "استاد۔"

"بول بھائی۔"

"یہ مادام لیزارا کیوں بگڑی ہوئی تھیں؟"

"لڑکیاں جہاں بھی ہوتی ہیں-----پاگل ہوتی ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"یہ پاگل پن خطرناک نہ ہو جائے استاد۔"

"اس سے قبل نکل چلیں گے یہاں سے۔"

"استاد بڑا عمدہ چانس نکل رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"لڑکیاں ایک آدھ ہفتے تو چل سکتی ہیں۔ اور پھر ان کے ساتھی نہایت سعادت مند

"مطلب کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ارے وہ بڑی بی گڑبڑ کر رہی ہیں نا؟"

"میں نے ایک پروگرام بنایا ہے سردارے۔"

"کیا استاد؟"

"رات کو ہم برگ چھوڑ دیں گے۔"

"رات کو۔" سردارے اچھل پڑا۔

"ہاں۔ مسز فورک کو ہماری روانگی کے بارے میں پتہ نہیں چلنا چاہیے۔"

"اوہ۔ سمجھ گیا استاد۔ انہیں بھی لے چلو گے نا؟" سردارے خوش ہو کر بستر پر بیٹھ

"ہاں۔"

"زندہ باد۔ بڑی بی خواہ مخواہ گڑبڑ کر رہی ہیں۔"

"بہت پیاری عورت ہے۔ ہمارے جانے کا اسے بہت دکھ ہوگا۔ لیکن اس کے بغیر کیا ہے۔ ہم کسی کی محبت کو فروغ دینے کے قابل نہیں ہیں۔"

"ہاں۔ بوڑھی عورت بہت مہربان ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"بہرحال آج رات کو روانگی۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"اوکے باس۔" سردارے مستعدی سے بولا۔ اور میں خاموش ہوگیا۔ کافی وقت گزر
گیا۔ پھر دوپہر کے کھانے کا وقت آگیا۔ اور جولیسا ہمیں بلانے آگئی۔

"ارے واہ۔ یہ اچھی بات ہے۔ راتوں کو جاگتے ہو اور دن کو سوتے ہو، اُدھر
سب تمہاری وجہ سے بھوکے بیٹھے ہیں۔"

"ارے۔ واقعی یہ تو بڑی بات ہے۔ تم جیسی پیٹو لڑکی بھوکی ہے۔ چلو جلدی چلو۔"
میں نے کہا اور جولیسا بچوں کی مانند ہنس پڑی۔ پھر وہ ہمارے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔

"مسٹر سیسرو۔" اچانک اس نے کہا۔

"ہوں۔ کیا بات ہے جولیسا؟"

"مسٹر سیسرو۔ مجھے معاف کردیں۔ مجھے آپ کی ذاتیات میں مداخلت نہیں کرنی
چاہیے۔ لیکن میرا ایک مشورہ ہے۔"

"ارے ارے کیا مشورہ ہے؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"وہ لوگ آج رات بھی رکیں گے۔"

"کون؟"

"ارے وہی آوارہ گرد۔ جنہوں نے خیمے لگائے ہیں۔"

"ارے۔ ہاں۔ پھر؟"

"آپ ان لوگوں میں کیسے گزار لیتے ہیں؟"

"کیوں؟"

"وہ تو بڑے بے حس ہوتے ہیں۔ بڑے گندے سے۔ ان کے ساتھ وقت گزارنا
بہت مشکل کام ہے اور پھر وہ نشہ باز ہوتے ہیں۔ مسٹر سیسرو نشہ اچھی چیز تو نہیں ہوتا۔"

"آگے بولیے بڑی بی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس یہی کہہ رہی تھی۔ وہ آپ کے قابل نہیں ہیں۔ آپ ان میں نہ جائیں۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔ "ایک بات بتائیں مس جولیسا؟"

"پلیز۔ سیریس نہ ہوں------ یہ صرف ایک مشورہ ہے۔"

"مشورہ سر آنکھوں پر۔ لیکن ہم آپ کے یہاں کتنے دن کے مہمان ہیں۔ ہم یہاں
سے چلے جائیں گے اس کے بعد نہ جانے ہمارا واسطہ آپ جیسے لوگوں سے پڑے یا نہ
پڑے------ ممکن ہے ہمیں ان سے بھی زیادہ خراب لوگ ملیں۔"

"اوہ------ مسٹر سیسرو۔ آپ شادی شدہ ہیں؟"

"نہیں۔ کیوں؟"

"مسٹر پینٹو کی شادی ہو چکی ہے۔"

"ان کے خاندان میں کسی کی نہیں ہوئی۔ لیکن اچانک تمہیں ہماری شادی کا

یوں آگیا؟"

"پھر بتاؤں گی۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ کے والدین آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے؟"

"نہیں جولیسا۔"

"بہن بھائی۔"

"وہ بھی نہیں۔"

"پھر آپ بلاوجہ مارے مارے کیوں پھر رہے ہیں۔ کیا فائدہ اس آوارہ گردی سے۔
آپ یہاں برگ میں رہیں۔ کوئی کاروبار کریں۔ آپ سسٹر لیزارا سے شادی کرلیں۔ میں مسٹر
پینٹو سے شادی کرلوں گی۔ ہم یہاں اپنے چھوٹے چھوٹے مکان بنائیں گے۔ ہمارے چھوٹے
چھوٹے خوبصورت بچے ہوں گے۔ پھر ہم سب آپ کی گاڑی میں اپنے اپنے کوٹ پہن کر سیر کو
جایا کریں گے۔ ہم اپنے بچوں کے لیے بھی عمدہ اون کے لباس تیار کریں گے تاکہ انہیں سردی
نہ لگے۔ آپ بتائیے مسٹر پینٹو۔ کیا وہ زندگی خوبصورت نہیں ہوگی؟"

"نخ۔ خدانخواستہ مادام۔" سردارے نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں بھی یہی کہہ رہی تھی۔ خدانخواستہ وہ زندگی خراب تو نہیں ہوگی۔"

"نہیں جولیسا------ نہیں------ تم تو ہماری بہن ہو------ کہیں بہنیں،
بھائیوں سے شادی کرتی ہیں؟"

"اوہ------ آپ ہمیں بہن سمجھتے ہیں؟" جولیسا نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

"ہاں۔ یقیناً۔"

"تب چلیے۔ ہم شادی نہیں کریں گے۔ یہاں برگ میں دوسری بہت سی لڑکیاں ہوں
گی، ان سے ہم آپ کی شادی کرادیں گے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ سوچیں گے۔" میں نے کہا، اور پھر ہم دونوں نے تیزی سے
قدم آگے بڑھادیئے۔ تاکہ اس معصوم لڑکی کی باتوں کا سلسلہ ختم ہو جائے۔

کھانے کے کمرے میں سب ہمارے منتظر تھے۔ کھانا خاموشی سے شروع ہوا اور خاموشی
ہی سے ختم ہوگیا۔ لیزارا بھی کھانے میں شریک تھی۔ کھانے کے بعد ہم تھوڑی دیر تک آوارہ
گردی کرتے رہے۔ پھر میرے اشارے پر سردارے نے گاڑی ٹھیک ٹھاک کی۔ پیٹرول کی ٹنکی
بھری اور خالی ڈبے دور پھینک دیئے بظاہر روانگی کی تیاریاں نہیں معلوم ہوتی تھیں۔ لیکن
اصل ہمارا ارادہ چوروں کی طرح فرار ہونے کا تھا۔

میں نے البتہ مسٹر فورک کی رائٹنگ ٹیبل سے ایک کاغذ اور بال پوائنٹ نکال لیا تھا۔
اس کے بعد میں نے سردارے کو ایلس کی طرف بھیج دیا۔ میں نے اسے کرنسی دی تھی۔ لیزارا
وغیرہ لوگ کوئی اندازہ نہیں لگا پائے تھے۔ سردارے کو میں نے ضروری ہدایات دے

دی تھیں۔

سردارے کافی دیر میں واپس آیا۔ اس نے آکر مطمئن انداز میں گردن ہلا دی۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی اور جولیسا نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔

"کیا خیال ہے سیسرو۔ کھانا لگوایا جائے؟"

"ضرور ممی۔" میں نے محبت سے کہا۔

اور پھر ہم کھانے کی میز پر پہنچ گئے۔ نہایت لذیذ کھانا تھا۔ ہر چیز موجود تھی۔ کھانے کے دوران مسز فورک نے پوچھا۔

"تم نے ان لوگوں کو کتنی رقم دی تھی سیسرو؟"

"کسے ممی؟" میں نے انجان بنتے ہوئے کہا۔

"ارے انہی آوارہ گردوں کو؟"

"اوہ----- ممی----- کچھ زیادہ نہیں۔"

"فضول خرچی مت کیا کرو بیٹے----- بری چیز ہے----- کبھی بھی نقصان سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ممی----- آئندہ خیال رکھوں گا۔"

"بہت ہی پیارے انسان ہو۔ کاش تم ہمیشہ ہمارے پاس رہ سکتے۔"

"ہاں ممی----- کاش میں ہمیشہ آپ کے پاس رہ سکتا۔"

"برگ بری جگہ نہیں ہے بیٹے۔"

"ہاں ممی----- اس اچھی جگہ پر میرے جیسے برے لوگوں کی گنجائش نہیں ہے۔"

"بیکار بات----- تم برے نہیں ہوسکتے۔"

"شکلوں سے دھوکہ کھانا چھوڑ دیں ممی۔"

"میری بینائی ایسی کمزور بھی نہیں ہے میرے بچے۔ اور نہ تم میرے تجربے کرسکتے ہو۔" مسز فورک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کاش ممی----- آپ میرے بارے میں صحیح اندازہ لگا سکتیں۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو----- بس یہ خیال دل کو اداس کر دیتا ہے کہ بالآخر----- ایک نہ ایک دن تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔"

"یہ گزرگاہ ہے ممی----- ہر ایک سے محبت نہ کیا کریں۔"

"ہر ایک سے محبت نہیں ہوتی بیٹے۔" مسز فورک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئیں۔

تھوڑی دیر کے لیے ماحول سوگوار ہوگیا تھا۔ میرے ذہن میں بھی اداسیاں رینگ آئی تھیں۔ اور پھر ذہن کے آخری گوشے سے وہی نفرت ابھری۔ جو میرے دل میں بیدار ہوا کرتی تھی۔ وہی تنفر آمیز حرارت جو میرے پورے بدن کو سلگا دیتی تھی-----

خونخوار نگاہوں سے بوڑھی عورت کو دیکھا۔ تو وہی ہے' عورت----- جس نے میری زندگی اجیرن کردی تھی۔ جس نے سوتیلی ماں کی شکل میں' مجھے موت کے عمیق گڑھوں میں دھکیل دیا تھا----- اور آج۔ میری بدلی ہوئی شکل دیکھ کر تو مجھ سے الفت کا اظہار کر رہی ہے۔

کاش----- تو راجہ نواز اصغر کو اس وقت سہارا دیتی' جب وہ----- سرزمین پنجاب کا ایک بھولا بھالا نوجوان تھا۔ جب اس کا قوی ہیکل بدن زمین کا سینہ چیر کر لہلہاتی فصلیں اگا سکتا تھا۔ جب وہ فوج میں شامل ہو کر وطن کی سرحدوں کی حفاظت کر سکتا تھا۔ اپنے ملک و قوم کی بہبود کے لیے کوئی بھی کام کر سکتا تھا----- لیکن----- اس وقت تیری بے اعتنائی' تیری دشمنی نے راجہ نواز اصغر کی زندگی کو جہنم کی بھٹی بنادیا تھا۔ اور جب اس کا پورا بدن جلس کر چٹخنے لگا۔ جب نواز اصغر نے اپنی گردن اپنے ہاتھوں گھونٹ کر ایک نئی شکل میں جنم لیا تو تو اسے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہے۔

تیری آنکھوں میں مکاری ہے بوڑھی عورت----- میں اب کسی آنکھ سے متاثر نہیں ہوسکتا۔

کھانا ختم ہوگیا تھا----- میں خاموشی سے اٹھ گیا۔ سردارے بھی میری خاموشی کو محسوس کرکے کچھ متاثر سا تھا۔ سب لوگ خاموش ہوگئے تھے۔

"کافی کہاں پیو گے بیٹے؟" مسز فورک نے پوچھا۔

"باہر دے دیں ممی۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔

"ارے اس وقت باہر کیا کرو گے----- سخت کہر پڑ رہی ہے۔ شاید رات کو بارش ہو جائے۔" مسٹر فورک بولے۔

"میں کافی باہر ہی پیوں گا ممی۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ اور شاید اس سرد لہجے کو سب نے ہی محسوس کیا تھا۔ میں خاموشی سے باہر نکل آیا تھا۔

سردارے میرے موڈ کی وجہ سے تذبذب میں پڑ گیا تھا----- اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میرے ساتھ جائے یا رک جائے۔ اور جب اس نے میری طرف سے کوئی توجہ نہیں پائی تو وہ خود ہی رک گیا۔

میں باہر نکل آیا----- اور پھر مکان کے بیرونی حصے میں پتھروں کے فرش پر ایک ستون سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوگیا----- دماغی کیفیت کچھ درست نہیں تھی۔ میں نے بیزاری سے سوچا۔ آخر یہ تاثرات کب تک میرے ضمیر کو کچوکے دیتے رہیں گے۔ ان سے نجات ضروری ہے۔ میں کب تک اپنی ذات کا مضحکہ اڑاتا رہوں گا۔ مجھے یہ زندگی دل سے قبول کرلینی چاہیے۔ ہاں' سارے خیالات نکال پھینکنے چاہئیں۔ سب فضول ہے۔ سب بکواس ہے۔ بیکار باتیں----- زندگی جس طور سے گزر رہی ہے۔ اسی طور گزرنی چاہیے۔ محبت اور حماقت ایک مفہوم کے دو الفاظ ہیں----- بیکار۔ بالکل بیکار۔

"مسٹر سیمرو۔" پشت سے لیزارا کی آواز سنائی دی اور کافی کی سوندھی خوشبو ناک میں گھسنے لگی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ لیزارا ہاتھوں پر کافی کی ٹرے لیے کھڑی تھی۔

میں نے اس سے کچھ نہ کہا۔۔۔۔۔ خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔

لیزارا چند قدم آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔ اس کی سفید آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے بھی اس کے بعد منہ سے کچھ نہ کہا اور خاموشی سے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی۔

موٹے، معمولی۔۔۔۔۔ لیکن گرم کپڑے کے اسکرٹ میں ملبوس۔ سر پر سردی سے بچاؤ کے لیے باریک کپڑے کا مخصوص انداز کا سکارف باندھے، وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

میں نے ایک نگاہ اس کے پورے بدن پر ڈالی۔ اونی کپڑے کے نیچے چھپے ہوئے بدن کو تصور کی نگاہوں سے دیکھا۔ دودھ کی طرح سفید۔ نرم۔ اور گداز بدن۔ گرم گرم۔ جس سے نگاہیں پھسل جائیں، تب مجھے احساس ہوا کہ لیزارا تو ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ اس کے حسین جسم کی لطافتیں ٹھکرانا کفران نعمت ہے۔

اور میرے قدم بے اختیار اس کی طرف بڑھ گئے۔

تب احساس ہوا جیسے عقب سے گردن میں کوئی موٹی زنجیر آ پھنسی۔ ہو۔ گردن پیچھے کی جانب کھنچنے لگی تکلیف ہونے لگی اور میرے منہ سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔

لیزارا نے منہ سے کچھ کہے بغیر کافی کی ٹرے آگے بڑھادی۔ لیکن میرے ہاتھ نہ اٹھے۔ میری گردن بدستور کھنچ رہی تھی۔ کچھ نادیدہ ہاتھوں نے مجھے روک لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ ان ہاتھوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ "غیر مرئی ہاتھ صرف میرا احساس ہیں۔

اور پھر میرے کانوں میں سرگوشیاں گونجیں۔

نواز۔۔۔۔۔ راجہ نواز اصغر۔۔۔۔۔ میں زندہ ہوں۔۔۔۔۔ ابھی میں زندہ ہوں اور تو خود کو بھول گیا ہے۔ میں تجھے نہیں بھولا ہوں۔۔۔۔۔ میں تجھے نہیں بھولوں گا۔ تو نے خلوص دل سے اسے بہن کہا ہے۔۔۔۔۔ کیا یہی شان ہے مردوں کی۔۔۔۔۔ کیا صرف اتنی وسعت ہے تیری شخصیت میں؟

اور میرے بدن میں سردی دوڑ گئی۔ میرا پورا وجود کانپ اٹھا۔ اوہ۔ میں کیا سوچ رہا تھا۔ کیا ہوگیا تھا مجھے۔۔۔۔۔ ماتا بھری آنکھوں میں بے بسی تھی۔ آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آنکھیں لٹی ہوئی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔

"غلطی میری ہے لیزارا۔ بھول مجھ سے ہوئی ہے۔ تو بے قصور ہے۔۔۔۔۔ میں نے۔۔۔۔۔ میں نے اسے اچھا انسان سمجھا تھا۔ لیکن وہ۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔"

"مسٹر سیمرو۔" لیزارا کی لرزتی آواز ابھری۔

"ہاں۔" میں چونک پڑا۔

"کیا سوچ رہے ہیں مسٹر سیمرو؟"

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔ کچھ نہیں لیزارا؟"

"کافی لیجئے۔"

"ایں ہاں۔۔۔۔۔" میں نے کافی کی پیالی اٹھائی۔

"دیکھ لیجئے۔۔۔۔۔ ٹھنڈی تو نہیں ہوئی۔"

"نہیں۔۔۔۔۔" میں نے جلدی جلدی کافی کے کچھ گھونٹ بھر لیے۔

لیزارا خاموش کھڑی رہی۔۔۔۔۔ پھر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔۔۔۔۔ اور پھر وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"مسٹر سیمرو۔"

"کیا بات ہے لیزارا؟"

"آپ۔۔۔۔۔ آج رات بھی وہاں جائیں گے؟"

"کہاں؟"

"خیموں میں۔۔۔۔۔ آوارہ گردوں کے پاس؟"

"ہاں۔"

"کیوں؟"

"اں لیزارا۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ تم سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔۔ اتنی جلدی اپنی عادتیں تو ترک نہیں کرسکتے۔" میں نے سنبھلتے ہوئے کہا۔ میری جذباتی کیفیت ختم ہوتی جارہی تھی۔

"سنئے مسٹر سیمرو۔"

"ہوں۔"

"آپ وہاں نہ جائیں۔"

"آخر کیوں؟"

"میں آپ کے لیے چرس یہاں بھی لادوں گی۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد۔۔۔۔۔ اور پاپا سو جائیں گے، تب میں چپکے سے۔۔۔۔۔ بالکل چپکے سے کسی کو پتہ بھی نہ چل سکے گا۔"

"تم مجھے چرس دے سکتی ہو لیزارا؟" میں نے پوچھا۔

"جتنی تمہیں ضرورت ہو۔" لیزارا بچوں کے سے انداز میں خوش ہو کر بولی۔

"تمہارے پاس کہاں سے آگئی؟"

"ممی سے چھپا کر رکھی ہے۔"

"آئی کہاں سے؟"

"نشے میں ڈوبے ہوئے ایک آوارہ گرد کے پاس سے گر گئی تھی۔ میں نے کی
نہیں۔"

"اوہ ۔۔۔۔۔ تو لاؤ ۔۔۔۔۔"

"ابھی لائی ۔۔۔۔۔" لیزارا اندر کی طرف دوڑ گئی ۔۔۔۔۔ اور پھر اس نے وا
آنے میں بھی دیر نہیں لگائی۔ اس کے ہاتھوں میں چرس کا ایک بہت بڑا ڈھیر تھا۔ کم از کم
پاؤ ۔۔۔۔۔

"اوہ ۔۔۔۔۔ بہت خوب۔ سب لے لوں؟"

"لے لو ۔۔۔۔۔" اس نے خوشی سے کہا اور میں نے چرس لے کر لباس میں چھ
پھر میں آہستہ سے بولا۔

"لیزارا۔"

"یس مسٹر سیسرو۔"

"سنو ۔۔۔۔۔ میں اس چھت کے نیچے چرس نہیں پیوں گا۔"

"ایں؟" لیزارا چونک پڑی۔

"ہاں ۔۔۔۔۔ میں نے ممی سے وعدہ کیا تھا۔"

"لیکن ۔۔۔۔۔ لیکن ممی تو اب سو جائیں گی۔"

"ہاں ۔۔۔۔۔ لیکن ان کا اعتماد جاگتا رہے گا۔"

"پھر مسٹر سیسرو؟"

"مجھے ان کے پاس جانے دو لیزارا۔"

"نہیں ۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں ۔۔۔۔۔ آپ سمجھتے نہیں ۔۔۔۔۔ میں کل پوری رات
سو نہیں سکی۔"

"آخر کیوں؟"

"ارے ان کے ساتھ عورتیں بھی ہیں۔"

"تو پھر؟"

"وہ ۔۔۔۔۔ وہ اچھی عورتیں نہیں ہوتیں مسٹر سیسرو۔" لیزارا نے کہا۔

"لیکن میں کچھ نہیں کر سکتا ۔۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔۔ میں ۔۔۔۔۔"

"تم وہاں نہیں جا سکتے ۔۔۔۔۔ سمجھے ۔۔۔۔۔ تم وہاں نہیں جا سکتے۔" لیزارا کا لہجہ
جانے کیا ہو گیا۔ لیکن میں اس کے جذبات سے مشتعل ہو گیا۔

"بکو مت ۔۔۔۔۔ لو ۔۔۔۔۔ لے جاؤ اپنی سوغات ۔۔۔۔۔ لو ۔۔۔۔۔" میں
چرس نکال کر پھینک دی۔ "لے جاؤ اسے ۔۔۔۔۔ گیٹ آؤٹ۔" اور لیزارا ساکت رہ گئی
میری آواز کافی تیز تھی۔ تب میں نے دیکھا۔ لیزارا کی آنکھوں سے آنسو امنڈ پڑے تھے

امنڈے ہی آ رہے تھے۔ وہ چند ساعت کانپتی رہی۔ پھر اس نے چرس کا ڈھیلا اٹھایا ۔۔۔۔۔
اسے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر آگے بڑھی۔ اور دونوں ہاتھ میرے سامنے کر دیئے۔

"آئی ایم سوری مسٹر سیسرو ۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری ۔۔۔۔۔ آئی ایم ویری
سوری۔" اس نے ڈھیلا میری جیب میں ڈال دیا اور پھر وہ تیزی سے واپس مڑ گئی ۔۔۔۔۔ اور
چند ساعت کے بعد میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ مجھے اس کی اس کیفیت سے کوئی دلچسپی
نہیں تھی۔ کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ یہ لوگ ایسے انسانوں پر اپنا حق کیوں سمجھنے لگتے ہیں جو ان
کے کوئی نہیں ہوتے، جن کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔۔۔۔۔ خود ان کی اپنی حماقت
ہے ۔۔۔۔۔ کسی کا کیا قصور؟

اونہہ ۔۔۔۔۔ جگہ جگہ فضول لوگوں سے ٹکراؤ ہوتا ہی رہتا ہے ۔۔۔۔۔ کس کس کو
سہارا دیا جائے۔ کس کس کو ذہن میں جگہ دی جائے۔ سب کی اپنی اپنی کہانیاں ہوتی
ہیں ۔۔۔۔۔ سب کے اپنے افسانے ہوتے ہیں ۔۔۔۔۔ نکل چلنا چاہیے۔ یہاں سے فوراً نکل
چلنا چاہیے۔ یہ سردارے کہاں رہ گیا؟

میرا دل چاہا کہ زور سے آواز دے کر سردارے کو بلا لیا جائے۔ لیکن یہ بدتمیزی
تھی ۔۔۔۔۔ میں واپس اندر کی طرف مڑ گیا ۔۔۔۔۔ لیکن دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی
ٹھٹھک گیا۔

لیزارا مسز فورک کے شانے سے لپٹی ہوئی سسک رہی تھی اور مسز فورک اس کے سر
پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اس کے گال بھی آنسوؤں سے تر تھے ۔۔۔۔۔ مجھے دیکھ کر وہ چونک
پڑی ۔۔۔۔۔ اور پھر بھاری آواز میں بولی۔

"آؤ ۔۔۔۔۔ آؤ میرے بچے ۔۔۔۔۔ آؤ سیسرو۔"

"پنٹو کہاں ہے ممی۔" میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"وہ ۔۔۔۔۔ وہ مسٹر فورک سے باتیں کر رہا ہے ۔۔۔۔۔ وہ ۔۔۔۔۔" لیکن میں
نے بوڑھی کی پوری بات نہیں سنی، اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ذہن میں سخت جھنجلاہٹ
تھی۔ اسی انداز میں مسٹر فورک کے کمرے میں پہنچا، جہاں مسٹر فورک اور سردارے کے علاوہ
جولیسا بھی موجود تھی ۔۔۔۔۔ تینوں کسی بات پر ہنس رہے تھے ۔۔۔۔۔ میں نے دانت پیستے
ہوئے سردارے سے کہا۔ "کیا تم یہیں قیام کرو گے؟" "اوہ ۔۔۔۔۔ نہیں استاد ۔۔۔۔۔
کیوں خیریت؟" سردارے بولا۔

"میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔ فوراً چلو۔"

"اوہ ۔۔۔۔۔ سوری استاد ۔۔۔۔۔ سوری مسٹر فورک ۔۔۔۔۔ اب اجازت
دیں۔"

"ارے کہاں چل پڑے؟" مسٹر فورک اچھل پڑے۔

"دریا کے کنارے ----- میرے دوست کا نشہ اکھڑ رہا ہے۔ شاید۔" پنٹو نے جواب دیا۔

"ہوں ----- تو آج پھر چرس پی جائے گی۔" جولیسا لڑاکا عورتوں کے انداز میں بولی۔

"سردارے۔" میں غرایا ----- اور سردارے حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر وہ مسٹر فورک اور جولیسا کو آنکھ مار کر میرے ساتھ باہر نکل آیا۔

"چلیں استاد؟" اس نے پوچھا۔ لیکن میں نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں باہر نکل آیا۔ اور پھر میں نے لینڈ روور سنبھالی اور اسے اسٹارٹ کر دیا۔ سردارے پھرتی سے لینڈ روور پر لٹک گیا تھا۔ ورنہ وہ یہیں رہ جاتا۔ بہرحال وہ خاموشی سے دروازہ کھول کر اندر آ بیٹھا تھا۔

اور میں تیزی سے خیموں کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا جہاں اولیورا۔ جولیسا اور مسٹر فورک حیران کھڑے، دور ہوتی ہوئی لینڈ روور کی عقبی روشنیوں کو دیکھ رہے تھے۔

چند ساعت کے بعد ہم خیموں کے نزدیک پہنچ گئے، لوسیا، ایلس، مائیکل اور ایڈی لینڈ روور کی آواز سن کر ہی باہر نکل آئے تھے، ان کے حلئے بدلے ہوئے تھے۔ سب کے جسموں پر لباس تھے۔ گرم کپڑے تھے۔ ایڈی اور لوسیا کافی خوبصورت نظر آ رہی تھیں۔ جونہی ہم گاڑی سے اترے وہ ہماری جانب لپکیں۔ اور پھر انہوں نے پچھلی رات کی ترتیب سے ہماری گردنوں میں بانہیں ڈال کر ہمارے کئی طویل بوسے لیے۔ مائیکل اور ایلس بھی ہمارے قریب پہنچ گئے تھے۔

"اوہ۔ مسٹر سیسرو۔ آپ نے ہمارے اوپر اتنے احسانات کئے ہیں کہ اب شکریے کے الفاظ ناکافی ہیں۔" ایلس نے کہا۔

"ناکافی ہیں تو آپ ادا کیوں کرتے ہیں۔" میں نے موڈ بدلنے کی کوشش کی۔

"ہاں ----- یہ بھی ٹھیک ہے۔" مائیکل ہنس پڑا۔

"آیئے ----- آیئے مسٹر سیسرو۔" لوسیا نے میرا بازو پکڑ کر خیمے کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"آپ کی گاڑی بہت شاندار ہے۔" ایڈی بولی۔

"خود مسٹر سیسرو کم شاندار ہیں؟"

"لیکن آپ نے ہمارے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے۔" وہ بکواس کرتے رہے اور میں مسکراتا رہا۔ بہرحال ہم خیمے میں پہنچ گئے تھے۔

"ایک مشکل پیش آ گئی ہے مسٹر سیسرو۔" مائیکل بولا۔

"کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پورے برگ کے بازار چھان مارے۔ بیشتر لوگوں سے پوچھا۔ لیکن چرس کہیں دستیاب نہیں ہوئی۔"

"اوہ -----" میں نے مسکراتے ہوئے کہا ----- ان لوگوں میں آ کر میرا موڈ بحال ہو رہا تھا۔ ذہن سے اداسی کی کیفیت ڈھلتی جا رہی تھی۔

"اور برگ کی کہر آلود رات میں ----- چرس کے بغیر زندگی کتنی دشوار ہوگی۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں؟"

"یقیناً۔"

"پھر اس مشکل کا کوئی حل ہے آپ کے پاس؟"

"ہاں۔"

"کیا مطلب -----" ایلس اور دوسرے لوگ چونک کر بولے۔ اور میں نے لیزارا کا تحفہ نکال کر ایلس کی طرف اچھال دیا۔

ایلس نے چرس کی گیند لپک لی تھی اور پھر اس کا وزن دیکھ کر ایلس کا ہارٹ فیل ہوتے ہوتے بچا۔ "میرے ----- میرے خدا۔ میرے خدا۔"

"کیا ہے ایلس؟" مائیکل نے پوچھا۔

"دیکھو ----- دیکھو ----- یہ دیکھو -----" ایلس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ دونوں عورتیں ایلس کے گرد جمع ہو گئیں۔ وہ سب اس طرح چرس کے ڈھیلے کو دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی بڑا عجوبہ ہو۔ پھر ایلس نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اعتراف کیا۔

"بلاشبہ مسٹر سیسرو ----- ہم نے اپنی پوری زندگی میں چرس کا اتنا بڑا ذخیرہ کبھی نہیں حاصل کیا۔"

"عیش کرو۔" میں نے شاہانہ انداز میں کہا اور ان سب نے میرے نام کے نعرے لگائے۔ سگریٹوں کے پیکٹ اور پائپ بھی خرید لیے گئے تھے۔ چنانچہ سب مست ہو گئے۔

میں نے سردارے کو ہدایت کی۔ "رات کے آخری پہر چلنا ہے، یہ لوگ اتنے مست نہ ہو جائیں کہ انہیں چھوڑ کر چلنا پڑے۔"

"اوہ استاد ----- میں انہیں ہدایت کر دوں؟"

"جیسی تمہاری مرضی۔"

"ہے ----- ایڈی ----- لوسیا مائیکل ادھر آؤ۔ بات سنو؟" اور سب کے سب کتوں کی طرح دم ہلاتے ہوئے ہمارے سامنے پہنچ گئے۔ "تمہیں معلوم ہے آج رات ہم برگ چھوڑ دیں گے؟"

"آج رات؟" لوسیا حیرت سے بولی۔

"ہاں۔"

"لیکن رات کو کیوں مسٹر پنٹو؟" ایڈی نے سوال کیا۔

"مسٹر سیسرو کی یہی ہدایت ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم سب تیار ہیں۔" مائیکل بولا۔

"چنانچہ تم چرس اتنی استعمال کرو گے کہ ہوش میں رہو۔"

"آپ فکر نہ کریں مسٹر پنٹو۔" ایلس نے کہا۔

"کھانا کھالیا تم لوگوں نے؟"

"ہاں۔"

"بس ٹھیک ہے عیش کرو۔" میں نے کہا اور وہ سب گردن ہلانے لگے۔۔۔۔۔ پچھلی رات گرایا جانے والا خیمہ بھی آراستہ کرلیا گیا تھا۔ چرس کی اتنی زیادہ مقدار تھی کہ ان لوگوں کو سردی کا احساس باقی نہ رہا۔ سردارے بھی ان کے ساتھ شریک ہوگیا تھا' اور وہ خیمے کے عقب میں کھلی جگہ پر پہنچ گئے۔

مجھے البتہ کچھ اور کام کرنے تھے۔ چنانچہ میں لینڈروور میں جابیٹھا۔ اندر کی بتی جلائی اور پھر وہ کاغذ اور بال پوائنٹ نکال لیا' جو میں نے مسٹر فورک کی ٹیبل سے نکالا تھا۔

اور پھر میں نے مسز فورک کے نام خط لکھا۔

"ممی۔"

خاموشی سے جارہے ہیں۔ آپ جانتی ہیں ہم چور نہیں ہیں۔ محبت بڑی قیمتی چیز ہے ممی اور وہ بھی ماں کی محبت!

ہم آوارہ گرد۔۔۔۔۔ اس محبت کے اہل نہیں ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے پاس اس پیار کی قیمت نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہم اس پیار کے تقدس کا احترام کرنے کے قابل نہیں ہوتے ممی۔۔۔۔۔ یہ ہماری پہنچ سے بالاتر ہے۔۔۔۔۔ آپ نے غلط لوگوں کو یہ قیمتی دولت دے ڈالی۔ ممی ہم تو معاشرے کے ناسور ہوتے ہیں۔ ہمارے لیے تو وہی نگاہیں مناسب ہیں جو کیمپوں میں قیام کرنے والے دوسرے آوارہ گردوں کے لیے مخصوص ہیں۔ آپ نے ہمیں دوسرا مقام دے دیا تھا۔ وہ مناسب نہیں تھا ممی۔۔۔۔۔ آپ' مسٹر فورک۔ جولیسا اور لیزارا۔۔۔۔۔ آپ بہت نیک لوگ ہیں۔ خدا آپ کو غموں سے آشنا نہ کرے۔

خاموشی سے اس لیے جارہے ہیں ممی۔۔۔۔۔ کہ آپ کی محبت ہمیں بھی خود غرض نہ بنادے۔۔۔۔۔ ہم کہیں سچ مچ خود کو اس محبت کا حقدار نہ سمجھ بیٹھیں۔

ہمیں معاف کردیں۔۔۔۔۔ ہم آپ کے پیار کی شدت کے قابل نہ تھے۔

آپ کا۔۔۔۔۔ سیسرو۔"

"خط لکھنے کے بعد میرے دل میں کوئی غم نہ تھا۔ کوئی جذباتی احساس نہ تھا۔ یہ خط

تم کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ بوڑھی عورت کی تسلی کے لیے یہ فضول باتیں لکھ دی تھیں

دربیں۔ گاڑی سے اتر کر' خط کو خیمے میں' ایک نمایاں جگہ رکھ کر۔ میں نے جیبوں سے کرنسی کی دو بڑی گڈیاں نکالیں اور خط کے ساتھ رکھ دیں۔۔۔۔۔ ابھی کافی رقم موجود تھی۔۔۔۔۔ ضرورت بھی ہو جاتی تو برن سے لی جاسکتی تھی۔

پھر اس خیمے کا دروازہ بند کرکے میں باہر نکل آیا۔ خیمے کے عقب میں دم لگ رہے تھے۔ غم مٹ رہے تھے' سردارے کی دلچسپ باتیں جاری تھیں۔ میں اس طرف نہ گیا۔ کئی منٹ تک ایک جگہ کھڑا رہا پھر نہ جانے ذہن میں کیا سمائی۔ میں نے گاڑی کے عقب سے گٹار نکال لیا۔ اور پھر گاڑی کی پشت سے ٹک کر میں نے گٹار کے تار چھیڑ دیئے۔

لیکن۔۔۔۔۔ میں نے سر اونچے نہ ہونے دیئے۔۔۔۔۔ اگر مسٹر فورک کے مکان تک آواز پہنچ گئی تو۔۔۔۔۔ ممکن ہے۔۔۔۔۔! گٹار سے ایک نغمہ پھوٹا اور یہ میرے دل کی آواز تھی۔

وہ آواز۔۔۔۔۔ جسے میں کانوں تک نہیں پہنچنے دیتا تھا۔ وہ الفاظ جنہیں میں ذہن میں جگہ نہیں دیتا تھا۔ نہ جانے گٹار کے تاروں میں یہ آواز کیوں سما گئی تھی۔ میری انگلیاں میرے خلاف سازش کر رہی تھیں۔ ہاں۔ وہ میرے خلاف سازش کر رہی تھیں۔

اور میں ماحول سے بے خبر تھا۔۔۔۔۔ بالکل بے خبر۔

نغمہ جاری رہا۔ کہر ساکت ہوگئی۔ ہوائیں رک گئیں۔ ماحول خاموش خاموش سا ہوگیا۔ شاید یہ نغمے کا اثر تھا۔ میرے دل کا غبار دھلتا رہا۔ ایک سکون کا سا احساس ہوا' وہ جلن ختم ہوگئی' جو کئی گھنٹے سے سینے میں ہو رہی تھی۔ شاید دل کی بھڑاس نکل گئی تھی۔ شاید سکون کو زبان مل گئی تھی۔

"اور پھر۔۔۔۔۔ آہستہ آہستہ ذہن جاگ اٹھا۔۔۔۔۔ آنکھیں کھل گئیں اور میں نے چونک کر ماحول کو دیکھا۔۔۔۔۔ تب پانچ سائے نظر آئے جو میرے گرد ساکت کھڑے تھے۔

یہ سردارے اور دوسرے لوگ تھے۔۔۔۔۔ جو نہ جانے کب میرے پاس آکھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چرس بھرے سگریٹ نہ تھے۔ انہیں سردی کا احساس بھی نہ تھا۔ وہ سب خاموش کھڑے تھے۔ پتھر کے بے جان مجسموں کی طرح۔

تب سحر ٹوٹا۔ اور لوسیا میرے قریب آگئی۔

"سیسرو۔" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "کیا سچ مچ یہ تم ہی ہو سیسرو۔۔۔۔۔ کیا یہ تم ہی ہو سیسرو۔" اور میں مسکرانے لگا۔ میرا دل مسکرانے کو چاہ رہا تھا۔ اب میں اداس نہ تھا۔

"کیوں؟" تمہیں یقین نہیں آرہا؟" میں نے پوچھا۔

"سیسرو------ یہ واقعی تم ہو؟"
"اچھی طرح ٹٹول کر دیکھ لو۔ کوئی اور تو نہیں ہے؟"
"یہ نغمہ تمہارے پاس کہاں سے آیا------؟ بتاؤ کہاں سے لائے یہ نغمہ------؟" لوسیا بولی۔
"چوری نہیں کیا ہے------؟"
نغمے چرائے نہیں جاتے۔ سیسرو۔ یہ تو ٹوٹے دلوں کی پکار ہوتے ہیں------ محبت کے ماروں کی کہانیاں سناتے ہیں۔ تمہیں کیا غم ہے سیسرو------ تمہیں کیا غم ہے؟"
"صرف ایک غم۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
"کیا غم ہے سیسرو------ مجھے بتاؤ۔"
"یہ کہ تم مجھے سیسرو سمجھنے پر تیار نہیں ہو۔"
"آہ------ تم کونسی دنیا سے آئے ہو سیسرو------ یقین کرو۔ تمہاری انگلیوں میں ساری دنیا کا سحر ہے۔ تم دنیا کے سب سے بڑے جادوگر ہو۔ جب تمہاری انگلیاں گٹار کے تاروں پر چل رہی تھیں تو لگ رہا تھا کہ ستاروں کے غول سے کوئی ستارہ ٹوٹ کر زمین پر آ گرا ہے۔ تڑپ رہا ہے۔ اپنوں کے لیے۔ پھر اپنی دنیا میں واپس جانے کے لیے--- آہ------ وہ بے بس ہے۔ وہ رو رہا ہے۔"
"آؤ لوسیا------ سب بیکار باتیں ہیں۔"
"ایک نغمہ اور نہیں سناؤ گے سیسرو۔" ایڈی نے کہا۔
"اب نہیں ایڈی۔"
"پلیز سیسرو------ پلیز۔" سب بیک وقت بولے اور میں ہنس پڑا۔
"لیکن دھیمی آواز میں۔" میں نے کہا۔
"کیوں؟"
"میں نہیں چاہتا کہ گٹار کی آواز مسٹر فورک کے مکان تک پہنچے۔"
"اوہ------ وہ کنجوس بوڑھا------ کیا وہ؟"
"نہیں------ میں ان کی وجہ سے نہیں چاہتا۔"
"آخر کیوں؟"
"یہ فضول سوال ہے------ جس کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔"
"ٹھیک ہے------ پھر سناؤ۔" ایڈی بولی۔ اور میں گٹار کے تار چھیڑے۔ لیکن نغمہ پہلے نغمے سے بالکل مختلف تھا۔ اس میں آنسو تھے' جو دلوں کا درد دھوتے تھے اور نغمہ------ یہ خوشی کی کہانی تھی جس پر روتے ہوئے ہنس پڑتے تھے۔ اور------ ماح

ترا اٹھا------ دلوں میں خوشیاں مچلنے لگیں۔
وہ سب خاموش کھڑے تھے۔ تحسین آمیز نظروں سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر یہ ختم ہو گیا۔ تب سب کے سب آگے بڑھے اور مجھ سے لپٹ گئے۔
"آہ۔ تم گٹار کے جادوگر ہو------ تم ماحول پر قادر ہو۔ کتنے بڑے فنکار ہو تم۔" ایکل نے مجھے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "تم دلوں سے کس طرح کھیلے ہو۔" لوسیا اور ایڈی نے میرے کئی بوسے لے ڈالے تھے۔
"تمہارے ساتھ گزرنے والی زندگی کس قدر خوشگوار ہے سیسرو۔"
"بس اب تھوڑی دیر آرام کرلو۔ اس کے بعد روانگی۔" میں نے گٹار گاڑی میں رکھتے ہوئے کہا۔
"ایک دور اور چلے گا دوستو۔" ایلس بولی۔
"کیا حرج ہے۔ تم نہیں پیو گے سیسرو؟"
"نہیں دوستو۔ میرا موڈ نہیں۔"
"تھوڑا سا سیسرو------ تھوڑا سا------" ایڈی نے کہا۔
"سوری ایڈی۔"
"اسے مجبور مت کرو ایڈی------ وہ فنکار ہے۔ فنکار کو اس کی مرضی پر چلنے دو۔" مائیکل نے کہا اور ایڈی خاموش ہو گئی۔ بہرحال وہ سب خیمے میں گھس گئے۔ میں گاڑی میں جا بیٹھا اور پھر گاڑی کی پشت سے ٹیک لگا کر میں غنودہ ہو گیا۔
"رات کے کسی حصے میں سردارے نے ہی جگایا تھا۔
"اوہ سردارے۔ کیا وقت ہو گیا؟"
"واہ استاد۔ خود ہی سو گئے۔"
"ہاں یار------ سوری------ کیا وقت ہوا ہے؟"
"ساڑھے تین بجے ہیں استاد۔"
"دوسرے لوگوں کی کیا پوزیشن ہے؟"
"سو رہے ہیں سب۔"
"زیادہ تو نہیں چڑھا گئے؟"
"میں نے نگرانی رکھی تھی۔"
"رات کیسی گزری؟"
"ٹھیک نہیں استاد------ زیادہ تر تمہاری باتیں ہوتی رہیں۔"
"تم فضول آدمی ہو۔ جاؤ انہیں جگادو۔"

"اوکے باس۔" سردارے نے کہا اور چلا گیا۔---- میں نے اپنے ذہن کو نیز
بوجھ سے آزاد کیا۔---- اور تیاریاں کرنے لگا۔ سردارے کو واپسی میں خاصی دیر
تھی---- بہرحال وہ آیا تو اس کے ساتھ سب موجود تھے۔

"ہیلو سیسرو----" ایلس اور مائیکل نے کہا۔

"ہیلو----۔"

"چلیں؟"

"ہاں مائیکل۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ خاموشی سے ہی نکل چلنا ہے۔"

"ہم تیار ہیں سیسرو۔"

"تم میں سے کسی کو ڈرائیورنگ آتی ہے؟"

"میں اور مائیکل دونوں فرسٹ کلاس ڈرائیور ہیں۔" ایلس نے جواب دیا۔

"ویری گڈ---- لیکن تم اس پوزیشن میں ہو ایلس؟"

"اوہ مسٹر سیسرو۔ رات کو تو صرف خون گرم کیا تھا۔ پی کہاں تھی؟"

"تب ٹھیک ہے۔ میں عقبی سیٹ پر سوؤں گا۔"

"اوکے چیف---- میں تمہارے لیے بستر لگادوں۔" سردارے نے پوچھا۔

"نہیں---- بس کمبل کافی ہے۔"

"میں ٹھیک کئے دیتی ہوں----" ایڈی جلدی سے بولی۔ اور پھر پچھلی
درست کرنے کے بہانے وہ خود بھی پچھلی سیٹ پر ہی رہ گئی۔ سردارے نے مسکرا کر مجھے
مار دی تھی۔ بہرحال سفر کرنے کا یہ انداز برا نہیں تھا۔ سردارے نے بھی بندوبست کرا
دونوں آوارہ گرد یا تو احمق تھے۔ یا پھر چالاک۔ دونوں ڈرائیورنگ سیٹ پر تھے۔ ان کے
کی سیٹ پر سردارے اور لوسیا۔ اور عقبی سیٹ پر میں دراز تھا۔ میرے برابر ایڈی میرے
کمبل میں بیٹھی تھی۔

ایلس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اور پھر بولا۔ "چلیں مسٹر سیسرو؟"

"چلو----" میں نے بھاری آواز میں کہا اور ایلس نے گاڑی آگے بڑھادی۔
نے تھوڑی سی گردن اچکا کر مسز فورک کے مکان کی روشنی دیکھی اور ایک ٹھنڈی سانس
کر پھر لیٹ گیا۔

ہماری جیپ بڑی سڑک پر پہنچ گئی۔ ایلس اور مائیکل کسی موضوع پر گفتگو کر ر
تھے۔ سردارے کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ اس کے نزدیک موجود لوسیا نہ جانے کس پوزیشن
تھی---- میں بھی آنکھیں بند کئے ہوئے تھا۔ اور ایڈی نے پاؤں سامنے نکا کر گردن
کی پشت سے لگادی تھی۔ جیپ کے سارے شیشے بند تھے۔ اس لیے اندر خوب گرمی ہوگئی

ردی کا زیادہ احساس نہ تھا۔

رات کی وجہ سے ایلس نے رفتار زیادہ تیز نہیں کی تھی اور نہایت آرام وہ سفر ہو رہا
میرا ذہن نیند سے بھاری تھا۔ لیکن پھر بھی بہت سے خیالات آرہے تھے۔ اور
---- وہ شاید میری طرف سے کسی تحریک کی منتظر تھی۔ لیکن جب اس نے مجھے بالکل
یا تو اپنے جاگنے کا احساس دلانے کے لیے بولی۔

"اس سرد ماحول میں---- گاڑی کے اندر کی گرمی کس قدر خوشگوار ہے۔"

"ہونی ہی چاہیے۔" اگلی سیٹ سے سردارے اردو میں بولا۔

"کیا کہا مسٹر پنٹو۔" لوسیا بولی۔

"اونہہ۔ تم سے کچھ نہیں کہا---- تم اپنے کام میں مصروف رہو۔" سردارے
جواب دیا۔ اور میں ہنسی نہ روک سکا۔

"تم بہت سور ہو سردارے۔"

"سوری باس۔"

"کیا گفتگو کرنے لگے تم سیسرو؟" ایڈی نے اپنی بات کا جواب نہ پاکر کہا۔

"اوہ---- کچھ نہیں---- میرا ساتھی پوچھ رہا تھا کہ کیا میں سو گیا۔"

"نیند آرہی ہے سیسرو؟"

"نہیں۔"

"تم کتنے عظیم انسان ہو سیسرو۔ کیسے انوکھے۔ تم رحم دل ہو۔ دولت مند ہو۔ تم نے
اوپر بے تحاشا رقم خرچ کی ہے۔ درحقیقت ہم سب اپنے حالات سے سخت پریشان تھے۔
ہمیں کتنا بڑا سہارا دیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے ایڈی۔"

"اس کے علاوہ تم کتنے بڑے فنکار ہو---- دل چاہتا ہے تمہاری انگلیاں آنکھوں
الوں۔"

"شکریہ ایڈی----" میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا---- اور ایڈی
اسی کا انتظار تھا۔ اس کے حجاب کے بند ٹوٹ گئے۔ اور وہ میری طرف کھسک آئی۔ شاید
پہلا لمس چاہ رہی تھی۔ سیٹ بہت زیادہ کشادہ نہیں تھی۔ لیکن بہرحال کتنی ہی تنگ جگہ
یک مرد کے پاس عورت کے لیے گنجائش نکل ہی آتی ہے۔

ایڈی مجھ سے بھڑ گئی۔

"تمہارا وطن کہاں ہے سیسرو؟"

"آسمان پر۔"

"کیا مطلب؟" اس نے اس انداز میں اپنا ہاتھ سرکایا جیسے صرف اتفاق ہو۔ میرے بدن میں چنگاریاں سی دوڑنے لگیں۔ میں نے اس کے بعد کوئی جواب نہیں دیا۔ ایڈی نے بھی مزید کچھ نہ کہا۔ ہاں وہ اپنا وہ ہاتھ شاید بھول ہی گئی تھی جو میرے بدن میں لہریں دوڑا رہا تھا۔ ایڈی خاموش تھی۔ وہ میری طرف سے کچھ منتظر تھی۔

لیکن لینڈروور میں۔۔۔۔۔ صبح ہونے سے کچھ قبل' میری کوئی حرکت بیکار تھی۔ ایڈی کی حرکت نے مجھے کچھ اور گزرے ہوئے انسان یاد دلا دیئے تھے۔

یہ یادیں۔ یہ حماقتیں۔۔۔۔۔ کاش کوئی میرا برین واش کردے' کاش مجھے اپنا یاد نہ رہے۔۔۔۔۔ کاش مجھے بھول جانے کی کوئی قوت حاصل ہو جائے۔۔۔ کاش۔۔۔۔۔ کاش۔۔۔۔۔

اور پھر ایڈی کے ہاتھ نے کچھ اور جنبش کی۔ اس کی انگلیاں سکڑنے لگیں۔۔۔ اور اب میں بھی برداشت نہ کرسکا! میں نے ایڈی کو خود پر کھینچ لیا اور ایڈی نے اپنے ہونٹ میرے ہونٹوں سے چپکا دیئے۔

ایلس ڈرائیورنگ کرتا رہا۔ پھر جب وہ تھک گیا تو اس نے گاڑی روکی۔ اور اب اس کی جگہ مائیکل نے سنبھال لی۔ دونوں فراخ دل نوجوانوں نے ایک بار بھی اپنی بیویوں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

تب صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور اس کے ساتھ قصبہ گرافن کے آثار۔

سردارے شاید گہری نیند سوگیا تھا۔ لوسیا کی بھی کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ ہم میں اور ایڈی سنبھل گئے تھے۔ میں کمبل لپیٹ کر اٹھ بیٹھا تھا اور بیٹھنے سے مجھے سیٹ دوسری جانب لوسیا اور سردارے نظر آنے لگے تھے' جو ایک دوسرے میں گتھے پڑے تھے نے ہاتھ لٹکا کر سردارے کے شانے میں چٹکی لی۔ اور سردارے اچھل پڑا۔

"یہ کیا بدتمیزی۔۔۔۔۔" اس نے شاید لوسیا سے کہا۔ لیکن لوسیا سو رہی تھی۔ اس نے گردن اٹھائی۔ اور مجھے دیکھ کر سنبھل گیا۔

"معاف کرنا استاد۔" وہ اٹھتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔ اور اٹھنے سے لوسیا کے بدن کا کھل گیا۔ اس کے لباس کے سارے بٹن کھلے ہوئے تھے۔

سردارے نے خوفزدہ انداز میں جلدی سے کمبل اس پر ڈال دیا اور پھر میری دیکھنے لگا۔

"صبح ہوگئی ہے۔" میں نے کہا۔

"یس۔ یس چیف۔"

"ہم لوگ گرافن پہنچ گئے ہیں مسٹر سیسرو۔" اگلی سیٹ سے مائیکل کی آواز سنائی دی

"ہاں۔۔۔۔۔ قصبے میں رک کر ناشتہ کریں گے۔۔ یہاں دھند بہت ہے۔"

"یہ دھند تو بہت دور تک گئی ہے مسٹر سیسرو۔"

"ڈرائیونگ مشکل تو نہیں ہوگی؟"

"کوئی خاص نہیں۔۔۔۔۔ ویسے یہ راستہ زیادہ اچھا نہیں ہے۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔ چلتے رہو۔۔۔۔۔" میں نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد گرافن میں داخل ہوگئے۔۔۔۔۔ قصبے کے وسیع پتھریلے چوک کے کنارے مائیکل نے گاڑی روک لی۔ چھوٹی چھوٹی دوکانیں بند تھیں۔ ہاں قہوہ خانے کھل گئے تھے اور وہاں ... نظر آرہا تھا۔ مائیکل نیچے اتر گیا۔ اور پھر ہم سب اٹھ کر بیٹھ گئے۔

مائیکل قہوہ خانے میں جاکر کافی کا آرڈر دے آیا۔ اس معمولی سے قہوہ خانے کی کافی کے بارے میں' میں نے سوچا تھا کہ بس' کافی ہی ہوگی۔ لیکن کافی پی تو طبیعت خوش ہوگئی۔ ... لذیذ تھی۔ میں نے تین کپ پیئے' سردارے نے چار۔ باقی لوگوں نے دو۔ دو۔۔۔۔۔ مٹن رول ہم نے کھائے جو بہت عمدہ تھے۔ بلاشبہ ہلکا پھلکا۔۔۔۔۔ لیکن بہت عمدہ ناشتہ کافی نے جسموں میں روح پھونک دی تھی۔

تب اسٹیئرنگ سردارے نے سنبھال لیا۔۔۔۔۔ اور ہم گرافن سے نکل آئے۔ قصبے کی دوسری طرف پہاڑوں پر بے پناہ برف تھی۔ پگھلی ہوئی برف کا پانی سڑک پر بہہ رہا تھا۔ ... طرف گہری دھند چھائی ہوئی تھی۔ بہرحال ڈرائیونگ خطرناک تھی' میں سردارے کے ... ہی آبیٹھا۔

"عمدہ جگہ ہے استاد۔۔۔۔۔ ارے یہ کیا۔۔۔۔۔" اچانک سردارے چونک پڑا۔

"کیا ہے؟"

"وہ سرخ نشان۔"

"اور میں نے بھی سرخ نشان دیکھا۔ جو سڑک کے بیچوں بیچ تھا۔

"خطرے کا نشان ہے۔" سردارے بولا۔

"چلو۔۔۔۔۔ دیکھیں تو سہی۔" میں نے کہا اور ہم کچھ اور آگے بڑھ کر نشان کے ... پہنچ گئے۔ تب کسی طرف سے ایک آدمی نکل کر ہماری گاڑی کے قریب آگیا۔

مائیکل اور دوسرے لوگ بھی متوجہ ہوگئے۔۔۔۔۔ آنے والا سپاہی کی وردی میں

"کیا بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"آگے سڑک خطرناک ہے جناب۔" سپاہی نے جواب دیا۔

"کیوں؟"

"رات کو برف کا ایک بہت بڑا تودہ پھسل کر سڑک پر آگرا ہے۔ سڑک بند ہے۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ کوئی اور راستہ ہے آگے جانے کا؟"

"آپ قصبے سے باہر نکل جائیں۔۔۔۔۔ ایک ذیلی سڑک بائیں جانب ملے گی جاکر اس سڑک سے مل جاتی ہے۔ فاصلہ کچھ طویل ضرور ہوگا۔ لیکن وہ راستہ صاف ہے۔"

"چلو۔۔۔۔۔ واپس موڑو۔" میں نے سردارے سے کہا۔ اور سردارے نے ریورس کی۔ پھر اسے ایک مناسب جگہ سے موڑ لیا۔

"بڑی خطرناک جگہ ہے مسٹر سیسرو۔۔۔۔۔ اس سے قبل بھی ہم ایک بار یہاں گزر چکے ہیں۔۔۔۔۔ ہماری نگاہوں کے سامنے ایک خوفناک حادثہ ہوا تھا۔ ایلس تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں۔۔۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار لوگ لقمہ اجل بن گئے تھے۔"

"کہرام مچ گیا تھا۔" لوسیا بولی۔

"کیا حادثہ ہوا تھا؟" سردارے نے پوچھا۔

"بہت سے مزدور سڑک تعمیر کر رہے تھے کہ برف کا ایک عظیم تودہ ان پر آگرا اور وہ سب کے سب برف میں دفن ہوگئے۔ کئی دنوں میں ان کی لاشیں نکالی جاسکی تھیں۔"

"ارے باپ رے۔" سردارے اردو میں بولا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خوفزدہ ہو؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کسی حد تک استاد۔۔۔۔۔ ایسی ان دیکھی موت سے میں بہت ڈرتا ہوں۔"

"موت ہے استاد۔ مرنے کے بعد بھی سردی سے کانپتے رہو۔" سردارے مسخرے انداز میں بولا۔

ایک بار پھر ہم گرافن سے گزرے اور واپس اس سڑک پر پہنچ گئے۔ جس پر آئے تھے۔ ذیلی سڑک کافی آگے جاکر ملی تھی۔ لیکن اس کے کنارے پر بھی برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ کھڑے تھے۔ ڈرائیونگ بے حد خطرناک تھی، لیکن گرافن میں قیام حماقت تھی۔ چنانچہ ہم چلتے رہے۔ ہاں ویسے سب ہی مستعد ہوگئے تھے۔ اس وقت کسی کے ذہن میں کوئی مذاق یا کوئی لطیف بات نہیں تھی۔ سب کی نگاہیں دور دور تک بھٹک رہی تھیں۔ اور ہم ہر لمحہ گرنے والے تودے کے منتظر تھے۔

سردارے انتہائی ہوشیاری سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ گو کہر کی وجہ سے بہت دور تک کی سڑک نہیں نظر آرہی تھی۔ لیکن پھر بھی سردارے نے رفتار کافی تیز کر رکھی تھی۔

دور کہیں دھماکہ سنائی دیا اور سردارے نے بریک لگا دیئے۔

"کیا ہوا؟" ایڈی چونک کر بولی۔

"ضرور کہیں کوئی تودہ گرا ہے۔"

"لیکن آواز عقب سے آئی ہے۔" لوسیا بولی۔

"چلتے رہو پنٹو۔۔۔۔۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" میں نے کہا اور سردارے نے پھر لینڈرروور آگے بڑھادی۔ یوں ہم نے کافی وقت میں یہ۔۔۔۔۔ سڑک طے کی اور پھر چوڑی صاف سڑک پر آگئے۔۔۔۔۔ اس کے آگے کا موسم زیادہ کہر آلود نہ تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد یہ پہاڑیاں بھی برف سے صاف نظر آنے لگیں۔

کہیں کہیں کروکی، سالویا اور اینی مون کے پھلوں کے قطعے نظر آجاتے تھے۔ ماحول سے خوف کی کیفیت ختم ہوگئی تھی۔ دور۔ بہت دور۔۔۔۔۔ سوئزر لینڈ کے سب سے اونچی چوٹی، میٹرہارن نظر آرہی تھی، سیاہ اور دھند میں ڈھکی ہوئی۔ سردارے نے لینڈرروور کی رفتار کافی تیز کردی۔

اور اب ہم برن کے قریب ہوتے جارہے تھے۔۔۔۔۔ جہاں نہ جانے کون کون سے خطرات ہمارے منتظر تھے۔

لینڈرروور کا سفر اب باقاعدگی سے جاری تھا۔ یوں بھی برگ سے برن کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ راستہ نہایت سرسبز و شاداب۔۔۔۔۔ موسم اگر ٹھیک ہو تو سفر کا لطف آجائے۔ میں نے سوچا۔ اور یہ سوچ نہ جانے کہاں جاکر ٹکرائی۔ جوں جوں ہم برگ سے دور ہوتے گئے موسم صاف اور چمکدار ہوتا گیا۔ پتلی سڑک بل کھاتی ہوئی ایک خوبصورت وادی سے گزر رہی تھی وادی کے آخری سروں پر تاحد نگاہ برف پوش پہاڑوں کی قطاریں نظر آرہی تھیں، خوابوں کی دنیا، سوئزر لینڈ شروع ہوچکا تھا۔ نیلی پرسکون جھیلیں، سرسبز میدان، دلکش مناظر کی بہتات تھی۔ سوئزرلینڈ کے بارے میں، میں نے بہت کچھ سنا تھا۔ لیکن اسے اتنے قریب سے دیکھوں گا، تصور بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔ بہرحال قدرتی مناظر کی سرزمین میرے سامنے تھی اور میں اس کے حسن میں کھویا ہوا تھا۔ صرف میں ہی نہیں۔ حسین وادیوں کی دلکشی نے آنکھوں نے سب کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔ سب ہی خاموش تھے۔ ماحول نے ان کی زبانوں پر تالے لگا دیئے تھے۔

وقت کافی تیزی سے گزرا۔ خود ڈرائیونگ کرنے والے کو بھی رفتار کا احساس نہیں ہوا اور پھر برن کی خوبصورت عمارتیں نظر آنے لگیں۔ تب ہم سب چونکے۔

"ارے۔۔۔۔۔ برن آگیا۔۔۔۔۔" یہ ایڈی کی آواز تھی۔ اور اس انکشاف پر ہم چونک پڑے۔

"اوہ۔۔۔۔۔ برن آگیا؟" سردارے حیرت سے بولا۔ اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"فاصلے کا تو اندازہ ہی نہیں ہو سکا۔"

"سوئزر لینڈ کے مضافات ایسے ہی حسین ہیں۔" لوسیا نے کہا۔

"برن میں کہاں قیام کریں گے موسیو؟" ایلس نے پوچھا اور میں اس کی شکل دیکھنے لگا! یہ لوگ مستقل ہمارے ساتھ رہنے کا پروگرام بنا رہے تھے شاید۔ بہرحال ابھی تو بہتر ہے ----- خود سمجھ جائیں گے ----- اس کے علاوہ سردارے سے مشورہ کرنا بھی ضروری ہے۔ ممکن ہے وہ ابھی ان لوگوں کو چھوڑنا پسند نہ کرے۔

"ہم لوگ مشورہ کریں گے۔" میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔ لیکن ان زندہ دل انسانوں نے اس لہجے کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ ایلس پرخیال انداز میں گردن ہلانے لگی۔ دوسرے لوگ خاموش ہی تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہماری گاڑی برن میں داخل ہوگئی۔ برن کے راستے پر خوش آمدید کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ سفید رنگ کی حسین عمارتوں کی قطار دور تک چلی گئی تھی ----- ان کے بارے میں سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیسی عمارتیں ہیں۔ انہیں رہائشی مکانات بھی نہیں کہا جا سکتا تھا' کیونکہ ان کی طرز تعمیر ایسی نہیں تھی۔ نہ ہی کسی قسم کے بورڈ وغیرہ لگے ہوئے تھے جن سے پتہ چلتا کہ کیسی عمارتیں ہیں ----- بہرحال زیادہ تجسس بے سود تھا۔

"کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے رفتار سست کرتے کرتے ہوئے پوچھا۔

"ان لوگوں کے سلسلے میں کیا رائے ہے سردارے؟"

"میں نہیں سمجھا۔"

"دل بھر آیا ----- ابھی انہیں مسلط رکھو گے؟"

"نئی جگہ ہے استاد ----- نہ جانے برن کی لڑکیوں نے ہماری طرف توجہ دی بھی نہیں ----- کیوں نہ ایک آدھ رات۔" سردارے گردن کھجاتے ہوئے مسکرایا۔

"ہوں ----- پھر اس کے لیے کیمپنگ ہی مناسب رہے گا۔ ان لوگوں کو لے کر کسی عمدہ ہوٹل میں جائیں گے تو تماشا بن جائیں گے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"جو استاد کی رائے۔"

"چلو ----- کسی سے کیمپنگ کا راستہ دریافت کرو۔" میں نے کہا اور سردارے نے سعادت مندی سے گردن ہلا دی۔ گاڑی بدستور سست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی اور میں سوئزر لینڈ کے اس حسین شہر کا نظارہ کر رہا تھا۔ تب ہم ایک پیٹرول پمپ پہنچ گئے! سردارے نیچے اتر گیا تھا اور پھر وہ پیٹرول پمپ کے ملازم سے گفتگو کرنے لگا۔

"کیا گفتگو کر رہے تھے تم لوگ؟" لوسیا نے پوچھا۔

"اوہ ----- میں اپنے ساتھی سے مشورہ کر رہا تھا کہ کہاں قیام کیا جائے؟"

میں نے جواب دیا۔

"کیا کہا اس نے؟"

"بس وہ کیمپنگ کا پتہ معلوم کرنے گیا ہے۔"

"تم لوگ کونسی زبان میں گفتگو کرنے لگتے ہو موسیو۔ ہم نے بہت کوشش کی' لیکن ہم تمہاری زبان کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکے۔" مائیکل نے بہت دیر کے بعد لب کشائی کی۔

"ہم دنیا کی بہت سی زبانوں سے واقف ہیں۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔ ان احمقوں کو زیادہ منہ لگانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ نہ جانے کیوں یہاں آنے کے بعد ان سے طبیعت بیزار سی ہوگئی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد سردارے آگیا۔

"کیا رہا؟"

"پتہ معلوم ہوگیا ہے ----- لیکن بڑی مشکل سے۔"

"کیوں؟"

"وہ شریف آدمی انگریزی ٹھیک سے نہیں بول سکتا۔ چنانچہ پہلے تو ہم دونوں اپنی اپنی زبان میں گفتگو کرتے رہے جو دونوں میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اس کے بعد پھر انٹرنیشنل لینگویج استعمال کی تب کہیں پتہ چل سکا۔"

"انٹرنیشنل لینگویج؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں نواز صاحب ----- وہ زبان جو زمانہ آدم سے آج تک بولی جا رہی ہے۔ یعنی اشاروں کی زبان -----" سردارے نے گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور ہنس پڑا۔ "جب ہم دونوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو میں نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ پھر بیڑی پینے کے انداز میں دم لگایا۔ پھر خیمہ بنا کر دکھایا اور آخر میں' میں اسے دس کا پہاڑہ سنانے لگا۔ تب کہیں جا کر بات اس کی سمجھ میں آسکی۔" سردارے نے کہا۔

"ہاں ----- تم ان معاملات میں ماہر ہو۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے اس کی زبان کیسے سمجھی؟"

"جس طرح خود اسے سمجھائی ہوگی؟"

"کیا یہ مشکل کام نہیں ہے؟"

"تمہارے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔" میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ اور سردارے نے فخر سے سینہ پھلا لیا۔ وہ سینہ پھلائے پھلائے ڈرائیونگ کرتا رہا۔

"ہوشیاری سے۔ یہ لاہور کا مال روڈ نہیں ہے' میں نے کہا۔

"نام نہ لو استاد لاہور کا۔" سردارے تڑپ کر بولا۔

"کیوں؟"

"بس لاہور' لاہور ہے۔ اس مصنوعی حسن کا وہاں کے قدرتی حسن سے مقابلہ----- یا پھر اپنا حسن نگاہ کہیں----- سچ استاد وہاں کے گلی کوچے یاد آتے ہیں تو ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے۔ دیکھیں خدا پھر وہاں لے جاتا ہے یا نہیں۔" سردارے کی آواز میں عجیب سی حسرت تھی۔ مجھے افسوس ہونے لگا۔ میں نے کیوں یہ ذکر چھیڑ دیا----- بہرحال اس کے بعد سردارے دائیں بائیں مڑتا رہا----- اور ہم دونوں خاموش ہوگئے۔

ایک چھوٹے سے پتلے دریا کے کنارے ٹورسٹ کیمپنگ تھا۔ لیکن اس دریا کیمپنگ کو دیکھ کر ہماری آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ اتنے بڑے علاقے میں ہم نے کوئی کیمپ ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ چاروں طرف خیموں کے شہر آباد تھے۔ خوبصورت ہوٹل اور قہوہ خانے بکھرے ہوئے تھے' موسیقی کی دھاریں پھوٹ رہی تھیں----- ہم لوگ دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ تب میں نے ایلس وغیرہ سے کہا۔ "تم لوگ خیموں کا انتظام کرو۔ ہم ذرا کیمپنگ کا ایک چکر لگالیں۔"

"بہت بہتر مسٹر سیسرو۔" مائیکل اور ایلس جلدی سے بولے میں نے تھوڑے سے سوئس نوٹ اس کے حوالے کردیئے جنہیں اس نے شکریہ کے ساتھ قبول کرلیا۔

"ہم آپ کے ساتھ چلیں مسٹر سیسرو؟" ایڈی نے پوچھا۔

"میرے خیال میں اس وقت تم اپنے ساتھیوں کی مدد کرو۔ ہم مل کر یہاں پر سیر کریں گے۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ سردارے منہ کھول کر رہ گیا تھا۔ شاید وہ انہیں لے جانے کے لیے تیار تھا۔ لیکن میری بات سن کر خاموش ہوگیا تھا۔ لڑکیاں بھی خجل ہوگئی تھیں۔ انہوں نے سوچا ہوگا' کہ یہاں بھی عیش کریں گی اور معزز بیگمات کی طرح خرید و فروخت کریں گی۔

بہرصورت وہ بھی گاڑی سے اتر گئیں۔ اور سردارے نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ "تم انہیں ساتھ لے جانے کے حق میں تھے؟" تھوڑی دور نکل کر میں نے کہا۔

"ہاں----- میں نے سوچا کیا حرج ہے۔" سردارے نے جواب دیا۔

"نہیں یار----- کسی کو ضرورت سے زیادہ سر پر چڑھانے سے نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا----- آج رات کے بعد انہیں چھوڑ دیں گے۔ یہی اصول مناسب ہے۔ یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے پیارے----- اس نسخے کو گرہ میں باندھ لو۔"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد----- لیکن کمبخت دل بڑی عجیب شے ہے فیصلے کرتا ہے اور پھر خود ہی بھول جاتا ہے۔"

"چھوڑو۔ ادھر دیکھو۔ دیکھو یہاں جمگھٹ میں۔" میں نے کہا اور سردارے ہپیوں کے غول دیکھنے لگا۔ مرد نما عورتیں' عورت نما مرد' بڑی مشکل سے تخصیص ہوتی تھی۔ عمدہ شکلیں نظر آرہی تھیں۔ یہاں کچھ زیادہ ہی آبادی تھی۔

"واہ استاد----- یہاں تو-----"

"اور تم جانتے ہو یہ دسترس سے باہر نہیں ہوتیں۔"

"تو پھر رہے گی۔"

"ہاں----- لیکن ابھی نہیں----- کچھ وقت باہر گزاریں گے۔ اور پھر سوئزر لینڈ اور اس کے نواح نہیں دیکھو گے؟"

"ضرور دیکھیں گے استاد----- تمہارے ساتھ رہ کر تو زندگی ہی بدل گئی ہے۔" سردارے مسرت سے بولا۔ ہم کیمپنگ میں دور تک چلے گئے۔ گاڑی پاس تھی اس لیے کوئی دقت نہ ہوئی۔ درحقیقت ہپیوں کا بہت بڑا اجتماع تھا یہاں----- میرے خیال میں اتنی تعداد گوری کے کنارے بھی نہیں تھی۔ نہ ہی ایسی سہولتیں وہاں مہیا تھیں۔ ایک اور خاص بات یہ تھی کہ یہاں قلاش اور بھکاری ٹائپ کے لوگ کم نظر آرہے تھے' یا تو یہاں آکر ان کی حالت سدھر جاتی تھی یا پھر اس ٹائپ کے لوگ یہاں رکتے ہی نہیں تھے۔ بڑی بڑی حسین شکلیں نظر آئیں اور سردارے انہیں دیکھ دیکھ کر چٹخارے بھرتا رہا۔ پھر ہم واپس چل پڑے۔ سردارے سست رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا۔

"آپ نے کچھ وقت باہر گزارنے کے لیے کہا تھا استاد؟"

"ہاں۔"

"باہر سے کیا مراد تھی؟"

"کیمپ سے باہر۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ ضروری ہے استاد؟"

"ہاں۔ دو وجوہات کی بنا پر۔"

"وہ کیا؟"

"بس کچھ کام کرنے ہیں۔ میرا مطلب ہے اپنے کام کے سلسلے میں اور پھر ان لوگوں سے چھٹکارہ بھی ضروری ہے۔"

"ان سے کہہ کر چلو گے استاد؟"

"کیا ضروری ہے۔" میں نے بیزاری سے کہا۔ اور سردارے گردن ہلاتا ہوا خاموش ہوگیا۔" میں کہہ چکا ہوں سردارے ان کی دنیا الگ ہوتی ہے' انہیں جتنا سر چڑھاؤ گے چڑھ جائیں گے۔ مجھے ان کا تجربہ ہے۔"

"سوری استاد----- آئندہ خیال رکھوں گا۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"میں جانتا ہوں سردارے----- ہم خود کو کتنا ہی بہلانے کی کوشش کریں۔ لیکن

ہم اپنے ضمیر سے محبت کا وہ عنصر نہیں نکال سکتے' جو ہماری خاصیت ہے۔ لیکن نکالنا پڑے گا میرے دوست۔ یہ دنیا کھلونوں کی دنیا ہے----- انسانوں سے کھیلنا شروع کردو' ورنہ دوسرے تم سے کھیلیں گے اور چور چور کردیں گے۔ خود کو کھلاڑی بناؤ ورنہ کھلونا بن جاؤ گے۔"

سردارے گردن ہلاتا رہا----- ہماری نگاہیں مائیکل وغیرہ کو تلاش کر رہی تھیں۔ کیمپ کا چکر لگانے میں میں کافی دیر ہو گئی تھی۔ یقیناً وہ خیمہ حاصل کرکے لگا چکے ہوں گے۔ اور پھر سردارے کو ایلس نظر آگیا۔

ایلس نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ وہ گاڑی کی طرف دوڑا۔ اور ہمارے قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ گاڑی پر چڑھ آیا۔ "کافی----- کافی دیر سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں۔" وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ بولا۔

"کام ہوگیا؟" میں نے پوچھا۔

"مکمل۔" ایلس نے جواب دیا۔ اور پھر وہ ہمیں خیمے کی طرف گائڈ کرنے لگا۔ تین خوبصورت ٹراپن تھے۔ ظاہر ہے کافی رقم میں ملے ہوں گے ان میں کینوس کے پلنگ اور اسٹول بھی موجود تھے۔ یہاں بس سہولتیں تقسیم تھیں' جتنی قیمت ادا کرو۔ اتنا آرام حاصل کرلو۔"

"مسٹر سیسرو----- یہاں تو بڑے آرام سے ملتی ہے۔" ایلس نے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

"ہر چیز----- مارفین----- پیتھڈین----- چرس----- ہیروئن' افیون ہر چیز مسٹر سیسرو----- ہمیں باقاعدہ فہرست دی گئی ہے۔ جس میں قیمتیں بھی درج ہیں۔ خاصا سائنٹفک انتظام ہے۔"

"ہوں-----" میں نے گردن ہلائی----- ایڈی' لوسیا اور مائیکل بھی خیموں سے نکل کر ہمارے پاس پہنچ گئے تھے۔ پھر مائیکل نے گاڑی اسٹارٹ کرکے خیموں کے عقب میں کھڑی کردی۔

ہم اندر آکر ایک خیمے میں بیٹھ گئے----- میں ان تین خیموں پر غور کر رہا تھا۔

"فہرست کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔ اور ایڈی نے ایک خوبصورت کارڈ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں کارڈ لے کر غور سے دیکھنے لگا۔ اچھا انداز تھا۔ ان لوگوں کے لیے کافی دلکش تھا جن کی جیب میں کافی رقم ہو۔ لیکن جگہ جگہ کی بات تھی۔ ہر جگہ یہ سسٹم کام نہیں کرسکتا تھا۔ اس سے گرفت ہوتی تھی۔ میں نے کارڈ واپس کردیا۔

دفعتاً ایڈی بول پڑی۔ "مسٹر سیسرو۔ کیا آپ کوئی مشہور انسان ہیں؟"

"کیوں؟" میں نے پوچھا۔

"ویسے ہی پوچھ رہی ہوں----- کیا آپ پی گوڈے کیمپ میں بھی رہے ہیں؟"

ایڈی کے دوسرے سوال پر میں چونک پڑا۔ میں نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔ یہ سوال انوکھا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ایڈی" میں نے ایڈی کو گھورتے ہوئے کہا۔ براہ کرم اس سوال کا مقصد بتاؤ۔"

"ارے مسٹر سیسرو۔ اس میں سنجیدگی کی کیا بات ہے۔ میں نے خیمے حاصل کرنے کے لئے آپ کا نام لکھوایا تو بکنگ کرنے والے کے نزدیک کھڑے ہوئے دو افراد چونک پڑے۔ خیموں کی بکنگ کے بعد جب میں وہاں سے ہٹی تو دونوں میرے قریب آگئے اور انہوں نے بڑے پر اخلاق اور مہذب انداز میں مجھ سے پوچھا۔ خاتون۔ کیا آپ مسز سیسرو ہیں؟' نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے مسٹر سیسرو کونسے ہیں؟' اس نے ایلس اور مائیکل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ کوئی نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ تب انہوں نے ایک گہری سانس لی۔ پھر وہ آپ کے بارے میں بہت سے سوالات کرتے رہے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ کیا آپ پی گوڈے والے سیسرو ہیں۔ اب مجھے اس بارے میں معلوم تھا۔ میرے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ آپ تو بڑے مشہور انسان ہیں۔"

ایڈی نے معصومیت سے یہ سب کچھ بتایا تھا۔ لیکن میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ وہ بھی خاموش تھا۔

"لیکن مسٹر سیسرو۔ اس میں سنجیدہ ہونے کی کیا بات ہے؟" ایڈی نے پھر پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ایڈی۔ بس میں سوچ رہا تھا کہ وہ کون لوگ ہو سکتے ہیں۔ دراصل میرے کچھ دوست بچھڑ گئے ہیں۔ شاید وہی مجھے تلاش کر رہے ہوں۔"

"اوہ۔" ایڈی نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی۔ تب میں نے ایلس سے پوچھا۔

"ایلس۔ تمہارے پاس کرنسی کی کیا رپورٹ ہے؟"

"تقریباً ختم۔!" ایلس نے جواب دیا۔

"لو یہ رکھ لو۔ اور عیش کرو۔!" میں نے پھر کچھ نوٹ اسکی جانب بڑھا دیئے اور ایلس نے جلدی سے انہیں لپک لیا۔

"درحقیقت۔ اس کیمپنگ کا جائزہ لینے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ یہاں اگر مناسب پیسے نہیں ہیں تو زندگی بھی نہیں ہے۔" مائیکل نے ہنستے ہوئے کہا۔

کاغذ کے پرزوں نے ان کی آنکھوں میں پھر زندگی دوڑا دی تھی۔ کتنا گہرا تعلق ہے ان کاغذ کے پرزوں سے انسانی زندگی کا۔ کیسے انوکھے مسیحا ہیں۔ آنکھوں کی چمک' ہونٹوں کی

مسکراہٹ' چہرے کی سرخی۔ ان کے لمس سے کس طرح پیدا ہو جاتی ہیں۔!

بہرحال میں اور سردارے ایک خیمے میں چلے گئے۔ باقی جوڑے الگ الگ خیموں میں۔!

اپنے خیمے میں پہنچتے ہی سردارے پھوٹ پڑا۔ "کیا خیال ہے استاد۔؟"

"کس بارے میں۔؟"

"ارے تم نے ایڈی کی بات پر غور نہیں کیا۔؟"

"کیا ہے سردارے۔؟"

"کیا ہمارا پہچان لیا جانا مناسب ہے۔؟"

"پہچان لینے والے کون ہو سکتے ہیں سردارے۔؟" میں نے سوال کیا۔

"تھامپسن کے ساتھی بھی۔"

"اگر وہ تھے۔ تو میرے خیال میں کیمپنگ چھوڑ کر چلے گئے ہوں گے۔" میں نے لاپرواہی سے کہا۔

"کیا ہمیں اسی طرح مطمئن رہنا چاہیے استاد۔؟" سردارے پر خیال انداز میں بولا۔

"ہوشیار رہیں گے۔ لیکن خوف کی حد تک بھی نہیں۔"

"خوف کی بات نہیں ہے استاد۔ میرے خیال میں ایک بات تمہارے ذہن سے نکل رہی ہے۔"

"کیا۔؟"

"تھامپسن زندہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ارے تو ہو۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ایکبار پھر سہی۔" میں نے لاپرواہی سے کہا اور سردارے مسکرانے لگا۔

"ہاں۔ یہ بات ٹھیک ہے استاد۔ بس میرا یہ خیال تھا کہ ہوشیار رہا جائے۔" اس نے کہا۔

"ہاں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ان بلاؤں کے بارے میں کیا خیال ہے۔؟"

"آخری رات۔!" سردارے نے کہا۔

"سردارے۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔

"استاد۔"

"یہ رات ان کے لئے مناسب نہ ہوگی۔"

"کیا مطلب استاد۔؟"

"تم ہوشیار رہنے کی بات کر رہے ہو۔ اور اس کے بعد ان کے ساتھ رات بھی گزارنے کے خواہشمند ہو۔"

"اوہ تو استاد۔"

"ہاں۔ کم از کم یہ رات نہیں۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ مگر آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑیں گی۔"

"دیکھا جائے گا!" میں نے جواب دیا اور سردارے خاموش ہو گیا۔ اور بات درست ہی تھی۔ ایڈی' لوسیا' ایلس اور مائیکل قلاش تھے۔ ان کے پاس ایک رات کے کھانے کے پیسے بھی نہیں تھے۔ لیکن اب ہماری بدولت وہ عیش کر رہے تھے۔ اس عیش کو وہ آسانی سے کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ چنانچہ رات تک وہ کچھ بھی آوارہ گردی کرتے رہے ہوں۔ رات کو وہ واپس آ گئے۔ ایڈی میرے پاس پہنچ گئی تھی۔ شاید انہوں نے انجکشن وغیرہ لئے ہوں لیکن وہ ہوش میں ہی تھی۔

"ڈارلنگ۔!" وہ آہستہ سے بولی۔ اور میں سوالیہ نگاہوں سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"تم دنیا کے خوبصورت ترین مرد ہو۔!" وہ پر ہوس نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

لیکن بدبخت تھی۔ ان الفاظ کا جو رد عمل ہونا چاہیے تھا وہ میرے چہرے پر نہ مل سکا۔ میں اس بکواس سے متاثر ہونے والوں میں سے نہیں تھا۔ میں سپاٹ نگاہوں سے اسے گھورنے لگا۔

"میں۔ میں ہمیشہ کے لئے تمہارا قرب چاہتی ہوں سیمرو۔ میں ساری زندگی تمہارے ساتھ گزار دینا چاہتی ہوں۔"

"اوہ۔!" میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور مجھے ہنسی آنے لگی' تاہم میں نے سنجیدہ رہ کر پوچھا۔ "کیا تم سچ کہہ رہی ہو ڈارلنگ۔!"

"ہاں۔ سچ۔ اس سیاہ رات کی مانند۔!" وہ میرے بالکل قریب آ گئی۔

"لیکن مجھے وہ سچ پسند ہے جو سورج کے اجالے کی طرح ہو۔"

"میں نہیں سمجھی۔" ایڈی نے کہا۔

"مائیکل کا کیا ہوگا۔؟"

"جہنم میں جائے کمینہ۔ ناکارہ کہیں کا۔ اسے تو بھیک مانگنا بھی نہیں آتا۔" ایڈی نفرت سے بولی۔

"گویا تم اسے چھوڑ دو گی۔"

"بالکل۔ ہمیشہ کے لئے۔" ایڈی بڑے پر اعتماد انداز میں بولی۔ اور میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔ "ہم لوگ خاموشی سے یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ کون ہمیں تلاش کرے گا۔ اور پھر یہ

مائیکل- یہ تو سدا کا ناکارہ اور بزدل انسان ہے' یہ ہمیں تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔"

"تمہیں یقین ہے ایڈی۔؟"

"ہاں- سو فیصدی-" ایڈی نے جواب دیا۔

"کیا میں اپنے ساتھی کو بھی چھوڑ دوں؟"

"میری خاطر سب کو چھوڑ دو سیمرو ڈیئر- میں تمہیں بے پناہ چاہتی ہوں۔"

"لیکن میرا ساتھی بھی مجھے بہت چاہتا ہے۔"

"تو- اسے بھی لے چلو۔!" ایڈی نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اسمیں بھی ایک مشکل ہے ایڈی۔"

"وہ کیا۔؟"

"میرا ساتھی- میرا ساتھی تو تمہارے اوپر جان دیتا ہے- وہ تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔"

"اوہ- گولی مارو اس کی پسند کو- میں تو تمہیں پسند کرتی ہوں۔" ایڈی نے گردن جھٹک کر کہا۔

"بڑی مشکلات پیش آئیں گی ایڈی۔!" میں نے فکرمندی سے کہا۔

"کیا۔؟"

"ہمیں سب کچھ چھوڑنا پڑے گا! یہ سارے تعیشات' میرے ساتھی کی وجہ سے ہیں- وہ میرے وطن کا بے حد مالدار آدمی ہے- اسی کی وجہ سے میں عیش کر رہا ہوں- یہ لینڈ روور اور یہ سارا سامان' سب اسی کا ہے- ہمیں یہ سب کچھ چھوڑنا پڑے گا۔"

اور ایڈی پر جیسے بجلی گر پڑی- وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے میری شکل دیکھتی رہ گئی- جیسے اسے اس بات پر یقین ہی نہ آ رہا ہو۔! کئی منٹ تک وہ حیرت کے عالم میں کھڑی رہی- پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔

"لیکن سیمرو- آج تک تو ہم نے یہی محسوس کیا ہے کہ جیسے تم خود اس کی کفالت کرتے ہو- ساری کرنسی وغیرہ تمہارے پاس ہی رہتی ہے؟"

"میں نے بتایا نا- کہ وہ مجھے بے حد چاہتا ہے- وہ مجھے احساس نہیں ہونے دینا چاہتا کہ میں قلاش ہوں- سارے کام میرے ہی ہاتھوں کراتا ہے- بس یہ اس کی محبت ہے۔"

"اوہ-" ایڈی آہستہ سے بولی- میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا- بیچاری سخت کشمکش میں گرفتار تھی- اس وقت تو پھنس جانے والی بات تھی' بہرحال میں نے خود ہی اس کی مشکل حل کر دی!

"تاہم ایڈی- مجھے سوچنے کا موقع دو- میں ایک آدھ دن میں فیصلہ کر لوں گا۔"

"او کے سیمرو-" ایڈی نے مردہ سی آواز میں کہا اور خیمے سے باہر نکل گئی- اس کے جاتے ہی میں ہنس پڑا۔

سردارے کہیں آوارہ گردی کر رہا تھا- میں خیمے میں کینوس کے پلنگ پر لیٹ کر غور کرنے لگا۔! وہ لوگ کون تھے۔؟ بات صرف پی گوڈے تک ہی محدود تھی- اس لئے یہ سوچا جا سکتا تھا- یا تو وہ عام سیاح ہوں گے- جنھوں نے پی گوڈے میں قیام کیا ہوگا- یا پھر' تھامپسن کے آدمی۔! اور ممکن ہے سردارے کا یہ خیال درست ہی ہو کہ تھامپسن زندہ ہو اور یہاں ہو- ایسی صورت میں۔؟ ایسی صورت میں ہوشیار رہنا ضروری ہے- تھامپسن اپنی ساری طاقت میرے اوپر صرف کر دے گا- ظاہر ہے اسے میرے ہاتھوں جو نقصان اٹھانا پڑا ہے اس کی تلافی تو کسی طور ممکن ہی نہیں ہے۔

کافی دیر تک میں خیمے میں لیٹا رہا- پھر ایک طویل سانس لے کر اٹھ گیا- یہاں پڑے رہنے سے کیا فائدہ۔؟ باہر کے حالات دیکھے جائیں- کیمپنگ کا ماحول بہت خوبصورت تھا- اس خوبصورت ماحول میں' خیمے کے اندر رہنا تو بڑی حماقت تھی- میں نے جوتے پہنے اور ابھی باہر ہی ہوا تھا کہ خیمے کا پردہ سرکا کر سردارے اندر داخل ہوگیا۔

"کیا ہو رہا ہے چیف۔؟" اس نے دلچسپ انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں سردارے۔؟" میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

"تب پھر باہر آؤ- یہ جگہ تو پی گوڈے سے بھی زیادہ حسین ہے۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا اور مجھے سردارے پر پیار آگیا- بڑا نفیس انسان تھا- اس کی یہ ادا مجھے بہت پسند تھی- ابھی تھوڑی دیر قبل اس نے تھامپسن کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا تھا- لیکن اب اسے اس کی بالکل پرواہ نہیں تھی- یہ بات اس کی بے جگری کا ثبوت تھی- وہ کسی بات کی زیادہ پرواہ نہیں کرتا تھا۔!

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔!

بلا شبہ کیمپنگ میں اتنا خوبصورت ماحول اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا- سب نے اپنی اپنی دنیا الگ الگ بنا رکھی تھی- موسیقی' رقص' گیت- ہر شخص آزاد تھا- کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی- دولت ہو- ہر شے دستیاب۔!

"میں ایک پرابلم میں پھنس گیا ہوں استاد-" سردارے نے چلتے چلتے کہا۔

"کیا۔؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ایڈی ہے نا۔"

"ہاں۔!"

"بمشکل تمام اس سے جان چھڑائی ہے۔"

"کب۔؟"

"ابھی تھوڑی دیر قبل۔ میرے ساتھ تھی۔"

"اوہ۔ ویری گڈ۔" میں نے بے پناہ دلچسپی سے پوچھا۔ "کیا کہہ رہی تھی۔؟"

"اسے اچانک مجھ سے شدید عشق ہوگیا ہے۔"

"خوب۔ اچانک کیوں۔؟"

"میرا مطلب ہے پہلے وہ صرف مجھ سے متاثر تھی۔"

"اور اب؟"

"اور اب اس کا خیال ہے کہ وہ میرے بغیر زندہ نہیں رہ سکے گی۔"

"تشویش کی بات ہے۔" میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ بڑی سنجیدہ تھی استاد۔ رو بھی رہی تھی کمبخت۔ اب تم بتاؤ میں اسے گلے سے کیسے باندھ سکتا ہوں۔"

"کیا حرج ہے سردارے۔ لیکن کہہ کیا رہی تھی۔ کیا چاہتی ہے۔؟"

"اس کا خیال ہے کہ ہم شفق کے اس پار چل پڑیں۔ سب کچھ چھوڑ دیں۔ بس پیار کی راہیں اپنالیں۔ وہ میرے لئے مائیکل وغیرہ کو چھوڑنے پر تیار ہے۔"

"ہا۔ واقعی بڑی نیک اور محبت کرنے والی بچی ہے سردارے۔ تم تو خوش نصیب ہو ورنہ آج کل ایسی عورت کہاں ملتی ہے جو محبت کے لئے سب کچھ چھوڑنے پر آمادہ ہوجائے۔"

"لاحول ولا قوۃ۔ مگر میں تو اسے سر سے نہیں باندھ سکتا استاد۔ میں بھلا اسے کہاں لے جاسکتا ہوں۔ اور پھر مجھے اس سے اتنی دلچسپی بھی نہیں ہے" سردارے نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تم نے اسے کیا جواب دیا سردارے۔؟"

"بس جان چھڑانے کے لئے کہہ دیا کہ سوچ کر جواب دوں گا۔ جس پر اس نے مجھے بہت سی دھمکیاں دی ہیں کہ وہ چرس پینے کا پائپ چبا کر خودکشی کرلے گی وغیرہ وغیرہ۔"

"سردارے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ اور سردارے سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔ "میرا خیال ہے اب وہ لوگ اس قابل بھی نہیں رہے کہ ہم مزید ایک دن بھی ان کے ساتھ گزار سکیں۔"

"بالکل استاد۔ لیکن۔"

"اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات اور سنو۔! تمہارے پاس جانے سے قبل وہ میرے پاس آئی تھی۔ اس نے مجھے بھی یہی پیشکش کی تھی۔"

"یعنی۔ یعنی۔؟" سردارے چلتے چلتے رک گیا۔

"چلتے رہو۔ چلتے رہو۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے آگے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"استاد۔ استاد۔!" سردارے شدید حیرت سے بولا۔

"تم جانتے سردارے۔ میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا استاد۔ لیکن مجھے تفصیل تو بتاؤ۔"

"وہ میرے پاس خیمے میں آئی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے بے پناہ چاہتی ہے۔ میرے زندہ نہیں رہ سکتی۔ میرے ساتھ یہاں سے نکل جانے کی خواہشمند ہے۔ تب میں نے اس سے کہا کہ باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن میرے ساتھی کا کیا ہوگا جو مجھے بے پناہ چاہتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اس کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا جائے۔ بہرحال میں نے اس سے نیم رضامندی کا اظہار کر دیا' لیکن اس کے ساتھ ایک الجھن بھی پیش کر دی۔ میں نے اسے بتایا کہ اپنے ساتھی کو چھوڑنے کے بعد میں قلاش ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میری کفالت وہ کرتا ہے۔ اس پر اسے حیرت ہوئی۔ اس نے کہا کہ بظاہر تو میں سب کچھ کرتا معلوم ہوتا ہوں۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ یہ میرے ساتھی کی محبت ہے۔ ورنہ سب کچھ اس کا ہے۔"

"بس کرو استاد۔ اس سے آگے کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ الوکی پٹھی کہیں کی۔"

"اب کیا پروگرام ہے۔؟" میں نے پوچھا۔

"ارے میں اسے پکڑ کر اتنے جوتے لگاؤں گا کہ اس کا دماغ درست ہوجائے گا!؟" سردارے غصیلے انداز میں بولا۔

"میں اس کی اجازت نہیں دوں گا سردارے۔"

"تو پھر۔؟"

"گھاس ہی مت ڈالو۔ بلکہ میں بتاؤں۔ اس سے کہو کہ تم اس کے مقابلے میں اپنے ساتھی سے۔ یعنی مجھ سے مشورہ ضرور کرو گے! بس پھر کام بن جائے گا۔"

"خوب گھسوں گا الو کی پٹھی کو۔ سمجھتی کیا ہے خود کو۔ ہونہہ۔ دو کوڑی کی عورت۔" سردارے نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا اور پھر وہ ..... قریب سے گزرتی ہوئی دو لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔ نشے میں جھومتی ہوئی جا رہی تھیں۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا۔

"استاد۔"

"ہوں۔!"

"بری نہیں ہیں۔؟"

"ہاں۔!" میں نے مختصراً" کہا۔

"نشے میں بھی ہیں۔" سردارے چند منٹ پہلے کی گفتگو جیسے بالکل ہی بھول گیا۔

"تو پھر۔؟" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"چلیں۔؟"

"چلتے رہو۔ لیکن میری طرف سے ایک اطلاع وصول کرو۔" میں نے کہا۔

"اطلاع۔؟"

"ہاں۔ دو شریف آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

"ہا۔" سردارے کے منہ سے ہلکی سی غراہٹ نکل گئی۔ لیکن اس نے پلٹ کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"کس طرف ہیں استاد؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"عقب میں ہی ہیں۔ میں نے کافی دیر کے بعد اندازہ لگایا ہے شروع سے ہمارے ساتھ چل رہے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے گڑبڑ ضرور ہے۔"

"ممکن ہے۔"

"پھر استاد۔ لے چلیں اندھیرے میں۔" سردارے نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کیا خیال ہے۔ خود شروع کر دیں۔؟"

"اوئے تے ایہدے وچ سوچن والی کی گل اے۔" سردارے نے کہا۔

"آؤ پھر۔ لیکن دقت یہ ہے کہ سنسان جگہ کہاں تلاش کی جائے۔" میں نے چار طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بس استاد۔ آگے سے بائیں سمت چل پڑیں گے۔ جہاں کیمپ کا اختتام ہو" سردارے نے جواب دیا۔ وہ بہت زیادہ مستعد نظر آنے لگا تھا۔ ویسے میں نے تعاقب کرنے والوں کو دیکھا تھا' اور مجھے یقین تھا کہ مجھے دھوکا نہیں ہوا ہے۔ وہ لوگ یقیناً" ہمارے پیچھے آ رہے تھے۔ لمبے قد۔ اور لمبے سنہرے بالوں والے۔ چست پتلونوں اور جیکٹوں میں ملبوس ویسے ان کی تعداد دو ہی تھی۔ اور ہم ان سے بخوبی نپٹ سکتے تھے۔ ہم نے اسی رخ کیا جہاں سے ہم تاریکی میں پہنچ سکتے تھے۔ ہاں اس کے لئے راستہ طویل طے کرنا پڑا تھا۔ مبالغہ تقریباً" ایک میل کا سفر طے کرنا پڑا تھا تب جا کر کیمپنگ کا آخری مکان بھی نگاہوں سے معدوم ہو سکا۔ ہمارا تعاقب کرنے والے شاید پریشان ہو گئے تھے۔ ویسے انہوں نے کیمپ کے نشان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اور وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔ کیمپ سے کچھ فاصلے پر' جس جگہ ہم تھے ایک چھوٹی جھیل تھی۔ جس کو درختوں نے گھیرا ہوا تھا۔

ہم جھیل کے قریب پہنچ گئے۔!

"رک گئے ہیں استاد۔؟" سردارے نے کہا۔

"ہاں۔ شاید ادھر آنے کی ہمت نہیں کر پا رہے۔"

"پھر اب۔؟"

"انتظار کر لو تھوڑا سا۔"

"واپس نہ پلٹ جائیں۔" سردارے نے تشویش کا اظہار کیا۔

"واپس پلٹے تو پھر ہم ان کے پیچھے ہوں گے۔" میں نے جواب دیا اور سردارے ہلانے لگا۔

ہم جس جگہ تھے وہاں سے ان لوگوں کو نظر نہیں آ سکتے تھے' لیکن ہم انہیں بخوبی دیکھ ے۔ اور پھر ہم نے دیکھا' وہ ہماری طرف آ رہے تھے۔ "سردارے۔" میں نے سرگوشی

"شکار آ رہا ہے استاد۔" سردارے کے لہجے میں بھیڑیئے کی سی غراہٹ تھی۔ میں ے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ دونوں پریشان نظر آ رہے تھے۔ وہ حیران تھے کہ ہم کہاں یہاں تک کہ وہ ہمارے قریب پہنچ گئے۔ میں اور سردار تیار تھے۔ اور پھر ہم دونوں نے ت انہیں چھاپا تھا۔

وہ بری طرح اچھل پڑے۔ دونوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئی تھیں۔

"ادھر رخ مت کرو۔ ورنہ لاشیں ٹھکانے لگانے میں بھی دقت نہیں ہو گی۔" میں نے ہے میں کہا۔ انہوں نے جلدی سے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔!

میں نے اور سردارے نے سب سے پہلے ان کی جیبوں کی تلاشی لی۔ دونوں کی بغلوں لسٹر موجود تھے۔ ہم نے ان کے پستول نکال کر قابو میں کر لئے۔ اور پھر...... انہیں کر دیا۔

"ہیلو۔!" سردارے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ۔ یہ۔ کک۔ کیا ہے۔ کیا چاہتے ہو تم۔؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہوں۔" میں غرایا۔ "یہ تم بتاؤ گے۔"

"ہم۔ ہم تو سیر کرتے ہوئے ادھر نکل آئے تھے۔" اسی شخص نے کہا۔ اور میں نے اہ کر جوتے کی ٹھوکر پوری قوت سے اس کی پنڈلی پر رسید کر دی۔ اس کی دلخراش چیخ را ماحول گونج اٹھا تھا۔ دوسرے نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی' لیکن سردارے نے اس ے بال پکڑ لئے تھے اور پھر وہ اسے جھکاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لمبے بالوں والا زمین پر گر !

"کیا میں اسے قتل کر دوں ماسٹر۔؟" سردارے نے انگلش میں پوچھا۔

"ابھی نہیں۔" میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔ سردار نے گرے ہوئے آد
کے سینے پر جوتا رکھ دیا تھا۔

"کیوں تعاقب کر رہے تھے۔؟" میں نے اپنے شکار سے پوچھا۔ جواب بھی اد
پکڑے کراہ رہا تھا۔

"ہڈی۔ ہڈی ٹوٹ گئی ہے میری۔" اس نے جواب دیا اور میں نے اس کے ر
ایک زور دار ٹھوکر رسید کر دی۔ مقصد اسے بے ہوش کرنا تھا اور اس میں مایوسی نہیں ہوئی۔
اس کی کراہیں بند ہو گئی تھیں۔

"مم۔ مم مار ڈالا۔" سردارے کے پاؤں کے نیچے دبے ہوئے آدمی نے ہذیانی انداز
میں کہا اور اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن سردارے نے اس کی پسلیوں پر ٹھوکر رسید کر دی تھی۔

"ہوشیاری سے سردارے۔ بے ہوش نہ ہونے پائے۔" میں نے جلدی سے ارد
میں کہا' اور پھر میں بھی اس کے قریب پہنچ گیا۔ میں نے اس کا گریبان پکڑ کر اسے کھڑا کیا اور
اس کا کوٹ پشت پر کھسکا کر اسے پریس کر دیا۔!

"کیا میں تمہیں بھی تمہارے ساتھی کے پاس پہنچا دوں۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ تم۔ تم درندے ہو۔" وہ چیخا۔

"جن لوگوں نے تمہیں میرے تعاقب میں بھیجا تھا انہوں نے یہ بات تمہیں نہیں بتا
تھی۔؟" میں نے زہریلے انداز میں کہا۔

"تعاقب۔!" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔

"کس نے بھیجا ہے تمہیں۔؟" میں نے کہا۔

"یقین کرو۔ ہم تمہارے تعاقب میں نہیں آ رہے تھے۔"

"اٹھاؤ اسے۔" میں نے سردارے سے کہا' اور سردارے نے حیرت انگیز طاقت
مظاہرہ کرتے ہوئے اسے کندھے پر اٹھا لیا۔ "جھیل میں ڈال دو۔" میں نے دوسرا حکم دیا۔

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ اور بری طرح مچلنے لگا۔ سردار
نے اسے زمین پر ڈال دیا تھا۔ اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ اور وہ دہشت
نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

"بتاؤ۔ کیوں تعاقب کر رہے تھے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم۔ جیکسن نے ہمیں تمہارے
لگایا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ہم تمہاری حرکات و سکنات پر نگاہ رکھیں۔"

"جیکسن کون ہے؟"

"ڈریم بار کا مالک۔"

"ڈریم بار۔ یہ کہاں ہے؟"

"اس طرف۔ وہ جس کے حروف چمک رہے ہیں۔"

"سچ بول رہے ہو۔؟"

"ہاں۔ بالکل سچ۔ یقین کرو بالکل سچ۔"

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے۔؟"

"تنخواہ دیتا ہے۔"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"زورچ۔ پاسکل زورچ۔"

"جیکسن کو ہم سے کیا دلچسپی ہے۔؟"

"میں نہیں جانتا۔ میرا ساتھی بھی نہیں جانتا تھا۔"

"ہوں۔" میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے جھک کر اس کی کنپٹیاں دبانے
اس نے تھوڑی دیر ہاتھ پاؤں مارے اور پھر بے ہوش ہو گیا۔ سردارے ہاتھ جھاڑتا ہوا
اہو گیا۔

"جیکسن۔!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ کیا شے ہے باس۔؟"

"دیکھنے سے ہی معلوم ہو گا۔"

"چلیں۔؟"

"میرا خیال ہے ابھی نہیں۔ ابھی تو یہاں کئی روز تک قیام کریں گے۔" میں نے
ب دیا۔

"اوکے چیف۔ جو حکم۔!" سردارے نے اٹینشن ہو کر کہا۔ اور میں ہنسنے لگا۔

"ویسے لطف آ رہا ہے چیف۔" سردارے بھی ہنستے ہوئے بولا۔

"ہاں۔ معلوم ہوتا ہے کہ برن میں بھی خاصی دلچسپیاں ہماری منتظر ہیں۔ بہرحال
مگے یہاں کیا کیفیت رہتی ہے۔ آؤ واپس چلیں۔" اور ہم جھیل سے واپس چل پڑے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم واپس روشنیوں میں آ گئے تھے۔ ہمارا رخ اپنے خیموں کی
ر تھا۔ چاروں طرف سے شور و غل کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ رات پوری طرح جاگ
ی تھی۔ لیکن ہم رات کی کہانی میں شریک نہیں ہوئے اور اپنے خیموں کی طرف بڑھتے
ے۔ یہاں تک کہ ان کے قریب پہنچ گئے خیموں کے باہر ہی لوسیا مل گئی۔ وہ جھومتی ہوئی
ا طرف آئی تھی۔

"اوہ سیسرو ڈارلنگ۔ کہاں چلے گئے تھے۔؟"

"خیریت۔؟" میں نے پوچھا۔

"بالکل نہیں۔ بالکل نہیں۔ آؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ نشے میں دھت تھی۔ نہ جانے اس نے کونسا نشہ کیا تھا۔

"نیند آ رہی ہے تو اپنے خیمے میں جاکر سو جاؤ۔" میں نے کہا۔

"اکیلی۔؟ تنہا۔؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑنے کی کوشش کی۔ لیکن نشے سے جھکی ہوئی آنکھیں پوری طرح کھل بھی نہیں رہی تھیں۔!

"کیوں۔ ایلس کہاں ہے۔؟"

"نہ جانے کہاں ہے۔ میں نہیں جانتی۔ ہم ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اور جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے تم میرے پاس ہو۔ میں تمہیں جانتی ہوں۔ کیا تمہارا جان لینا کافی نہیں ہے۔" وہ شرابیوں کے سے انداز میں ہنسی اور پھر سردارے کی طرف رخ کر کے بولی۔ "کیوں پنٹو۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔؟"

"ارے۔ تم تو مجھے بھی جانتی ہو۔؟" سردارے نے حیرت زدہ ہونے کی اداکاری کی۔

"تم بھی خوب ہو پنٹو۔ آؤ۔ تم ہی آجاؤ۔" وہ سردارے کی طرف بڑھی۔

"توبہ توبہ۔" سردارے جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور پھر بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "چیف۔ سنبھالو اس مصیبت کو۔!"

"تم ہی سنبھالو سردارے۔ ویسے بھی وہ دوسری مصیبت کہاں ہے۔؟" میں نے کہا۔

"اوہ۔ سمجھا۔ تم آج اسے سنبھالو گے۔ یہ بات ہے تو ٹھیک ہے چیف۔ آیئے کر مصیبت۔ سردارے نے لوسیا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور خیمے کی طرف بڑھ گیا۔ لوسیا لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔!"

تب میں دوسرے خیمے میں داخل ہوگیا۔ لباس تبدیل کرکے میں کینوس کے بستر پر لیٹ گیا۔ نہ جانے ایڈی، مائیکل اور ایلس کہاں چلے گئے تھے۔؟ میں نے سوچا۔ لیکن دوسرے لمحے میرے ذہن نے خود ہی میرے اس سوال کا جواب دے دیا۔ یہ بھی کوئی سوچنے کی بات ہے کہ وہ کہاں گئے۔ ظاہر ہے برن کے اس عظیم الشان کیمپنگ میں کسی کے بارے میں یہ سوچنا حماقت ہے کہ وہ کہاں گیا۔؟ لیکن یہ ڈریم بار کا مالک جیکسن۔! کون ہے آخر۔؟

اور پورے غور و خوض کے بعد ایک ہی بات ذہن میں آتی تھی تھامپسن۔ ظاہر ہے اس کا گروہ کافی بڑا تھا۔ ممکن ہے جیکسن اس کے خاص آدمیوں میں سے ہو اور یہاں بار چلا رہا ہو۔ ایسی شکل میں اسے میرے بارے میں معلوم ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ممکن ہے گوڈے کے کچھ آوارہ گرد ادھر آئے ہوں اور انہوں نے مجھے پہچان لیا ہو۔!

...اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اس جیکسن کے لئے کرنا کیا چاہیے۔؟ بھڑ... ہیں اس سے۔؟ یا...... اور پھر مجھے مقامی..... ایجنٹوں کا خیال آیا۔ کیوں نہ پہلے ان سے ... کرلی جائے۔ یہاں کے بارے میں ان سے مکمل معلومات حاصل ہو جائیں گی، اس کے ... جیکسن کو بھی دیکھ لیا جائے گا۔

میں نے کروٹ بدل لی۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔! سردارے نے موقع سے ... پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ ان معاملات میں وہ بہت تیز تھا۔ لیکن وہ کمبخت ایڈی کہاں مرگئی۔؟ ... جاتی تو.....

میں سوچتا رہا۔ نہ جانے کتنی رات گزر چکی تھی۔ باہر کے ہنگاموں میں کوئی کمی نہیں ... تھی۔ کیوں نہ ایڈی کو تلاش کیا جائے۔؟ ایڈی نہ سہی، کوئی اور سہی۔ اور۔ نہ جانے کیوں۔ شاید میری چھٹی حس نے میرے ذہن کو چونکا دیا۔ میں نے ان دونوں کو کیوں نظرانداز کر دیا جو مرے نہیں تھے اور جنہیں ہم جھیل کے کنارے چھوڑ آئے تھے۔!

اوہ۔ وہ ہوش میں آگئے ہوں گے۔ اور جیکسن کو ان کی ناکامی کی اطلاع ضرور مل گئی ہوگی۔!

تو پھر۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جیکسن کوئی دوسرا فوری اقدام کرے۔! نہ جانے کیوں یہ خیال میرے ذہن پر اس قدر مسلط ہوا کہ میں بجلی کی سی سرعت سے اٹھ گیا۔ دوسرے لمحے میں خیمے کے دروازے پر آیا۔ بڑے محتاط انداز میں باہر جھانکا۔ اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔!

اب سردارے کا مسئلہ تھا۔ اسے کس طرح ہوشیار کیا جاتا۔ ظاہر ہے اس وقت اس کے خیمے میں گھسنا ایک ناشائستہ حرکت تھی، لیکن اس خطرے کے پیش نظر سب کچھ جائز تھا، ... میں تیزی سے اس کے خیمے کے دروازے پر پہنچ گیا۔!

"سردارے۔!" میں نے زور سے آواز دی۔ لیکن جواب نہ ملا۔ "سردارے۔" ... بار میں نے اور زور سے آواز دی۔

"استاد۔!" اندر سے سردارے کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"باہر آؤ۔" میں نے کہا۔

"ابھی آیا استاد۔!" سردارے کا جواب سنائی دیا۔ اور پھر چند ہی ساعت کے بعد وہ خیمے کے دروازے پر تھا۔

"خیریت استاد۔؟" اس نے گریبان کے بٹن بند کرتے ہوئے پوچھا اس کے ہاتھ میں پستول بھی دبا ہوا تھا۔

"ہاں خیریت ہے۔ بس میں نے سوچا تمہاری خیریت معلوم کر لوں۔" میں نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھ گیا۔" سردارے بھی مسکرایا۔ اس بیچارے نے اس وقت کی مداخلت کا بھی برا نہیں منایا تھا۔

"کیا سمجھ گئے۔؟" میں نے اسے گھورا۔

"ایڈی نہیں آئی نا۔؟"

"ہاں۔!" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "ایڈی نہیں آئی۔ لوسیا کیا کر رہی ہے۔؟"

"انٹا غفیل ہے استاد۔ جگانے کی کوشش کروں۔؟" سردارے نے پوچھا۔

"نہیں' ایسے ہی اٹھالاؤ۔! کندھے پر ڈال کر۔"

"کیا مطلب۔؟" سردارے حیرت سے بولا۔

"وقت نہ ضائع کرو۔!" میں نے اندر گھستے ہوئے کہا۔

"وہ۔ وہ استاد۔" سردارے شرمائے ہوئے انداز میں بولا۔

"کیوں۔؟"

"میں۔ میں ابھی لاتا ہوں اسے۔ وہ۔ دراصل' وہ...."

"چلو ٹھیک ہے۔ جلدی کرو۔!" میں نے سردارے کی ہچکچاہٹ کی وجہ سمجھتے ہوئے کہا اور سردارے جلدی سے اندر چلا گیا۔ پھر دو تین منٹ کے بعد وہ مدہوش لوسیا کو کندھے پر ڈالے باہر نکل آیا۔! لیکن اس کے چہرے پر حیرت منجمد تھی۔

"کہاں لے چلوں استاد۔؟" اس نے پوچھا۔

"آجاؤ۔" میں نے خیموں کے بائیں سمت بڑھتے ہوئے کہا۔ اور سردارے میرے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا۔ خیموں کی ایک دیوار کے عقب میں رک کر میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور سردارے نے لوسیا کو زمین پر ڈال دیا۔! اور پھر وہ میری شکل دیکھنے لگا۔ شاید وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ یہ دورے کی کونسی قسم ہے۔؟

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا سوچ رہے ہو سردارے۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سوچ نہیں۔ سمجھ رہا ہوں استاد۔" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"کیا سمجھے۔؟"

"یہی بات ہے۔ عقل ساتھ نہیں دے رہی۔" سردارے نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"عقل کی کوئی بات نہیں ہے۔ بس میں نے سوچا خیموں میں رات گزارنے سے کیا فائدہ۔ کیوں نہ کھلے آسمان کے نیچے جائے پناہ بنائی جائے۔" میں نے جواب دیا۔

"خوب۔ خوب استاد۔ اچھا ہی ہوا۔" سردارے ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"ویسے تم بھی سوچ چکے تھے۔؟"

"کسی حد تک استاد۔ مگر یہ ایڈی کہاں مرگئی۔ کیا اس نے ہم دونوں کا پروگرام کینسل کر دیا ہے۔" سردارے نے کہا لیکن اس سے قبل کہ میں اسے کوئی جواب دیتا۔ فضاء اسٹین گن کی آواز سے گونج اٹھی۔ میں اور سردارے اچھل پڑے۔!

قرب و جوار میں پھیلی ہوئی روشنیوں کے سائے میں ہم نے چند افراد کو دیکھا' جو ہمارے خیموں کے گرد تھے۔ خیموں پر باہر سے ہی گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔ اسٹین گن کے علاوہ پستول بھی استعمال ہو رہے تھے شاید باہر والے کوئی رسک لئے بغیر اندر موجود لوگوں کو چھلنی کر دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے تینوں خیموں میں جالیاں بنا دیں۔ اور پھر شاید دستی بم بھی استعمال کئے گئے۔!

چاروں طرف ہاہاکار مچ گئی تھی۔ خیموں میں آگ لگ گئی تھی اور پھر حملہ آور فرار ہوگئے۔

سردارے پتھر کے بت کی مانند کھڑا تھا۔ اور میرے ہونٹوں پر خود بخود مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ویسے اس وقت کی کیفیت کچھ قدرتی ہی تھی۔ اچانک ہی میرے ذہن میں خیال آیا تھا۔ اور فوراً ہی میں نے اس پر عمل کر ڈالا تھا۔

خیمے دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ اور قرب و جوار کے لوگ آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف ہوگئے تھے۔ لیکن ہم اطمینان سے' جلتے ہوئے خیموں کو دیکھ رہے تھے۔!

"استاد۔" بالآخر سردارے نے میرے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔"

"اگر ہم ان خیموں میں ہوتے تو کیا ہوتا۔؟"

"روسٹ۔" میں نے سکون سے جواب دیا۔

"پتہ کیسے چلا استاد۔؟"

"کس بات کا۔؟"

"اسی کا۔ کہ تھوڑی دیر کے بعد یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔"

"کچھ پراسرار قوتیں میرے قبضے میں ہیں۔ انہوں نے اطلاع دے دی تھی۔"

"نہیں' سنجیدگی سے استاد۔ میں واقعی حیران ہوں۔"

"تمہارے خیال میں کیا ذریعہ ہو سکتا ہے سردارے۔؟"

"میری عقل کام نہیں کر رہی استاد۔"

"عورت کا قرب عقل چھین لیتا ہے۔ اگر تمہاری طرح میری آغوش میں بھی عورت

ہوتی تو شاید میں اس معاملے پر غور بھی نہ کرتا۔ تنہائی تھی' نیند نہیں آ رہی تھی چنانچہ عقل نے کام شروع کر دیا۔ میں نے ان لوگوں کے بارے میں سوچا جنہیں ہم جھیل پر چھوڑ آئے تھے اور پھر یہ خطرہ ذہن میں آ گیا۔ لیکن اگر دیر ہو جاتی تو مارے جاتے۔"

"سچ ہے استاد۔ عورت عقل و دانش چھین لیتی ہے۔" سردارے نے گردن ہلائی۔

"سوچنے کی بات اب دوسری ہے سردارے۔"

"کیا استاد۔؟"

"جیکسن۔! ہمارا اتنا بڑا دشمن ہے۔ دن کی روشنی میں کیا کیا جائے۔؟"

"کیوں نہ ہم بھی رات ہی میں کام شروع کر دیں استاد۔"

"جلد بازی مناسب نہیں ہو گی۔ ہم یہاں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پہلے پوزیشن معلوم کی جائے اس کے بعد کام شروع کیا جائے۔ جیکسن خاصی جاندار شے معلوم ہوتا ہے۔ کام کرنے کا یہ انداز معمولی نہیں ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے استاد۔ مگر....."

"ہاں۔ مگر کیا۔؟"

"کچھ نہیں۔ میں پوچھ رہا ہوں' پروگرام کیا ہے اب۔؟"

"وہی سوچ رہا ہوں۔!" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ "دن کی روشنی میں وہ ہمیں آسانی سے تلاش کر سکتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں یہاں جیکسن کی حیثیت کیا ہے۔ اور کتنے آدمی اس کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے استاد۔ میں تم سے متفق ہوں۔ میرے ذہن میں ایک اور خیال ہے۔"

"کیا۔؟"

"کیوں نہ ہم کیمپنگ سے نکل چلیں۔ شہر میں قیام کریں اور پھر تیاریاں کر کے ان سے نپٹیں۔؟"

"یہی مناسب ہے سردارے۔" میں نے پر خیال انداز میں کہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے' بلاوجہ تیس مار خانی نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔!

"تب پھر سوچنا کیا استاد۔! چلو۔" سردارے نے کہا۔

"اس کا کیا کرو گے۔؟" میں نے لوسیا کی طرف اشارہ کیا۔

"پڑا رہنے دو۔ صبح کو خود ہوش میں آ جائے گی۔" سردارے نے لاپرواہی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"ہوں' ہوں۔ کہاں شہزادے۔ کہاں۔؟" میں نے اسے شانے سے پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔؟"

"کہاں جا رہے ہو۔؟"

"گاڑی لے آؤں۔" سردارے بولا۔

"رہنے دو۔ رہنے دو۔" میں نے اسے چمکارتے ہوئے کہا۔ "تمہارے ذہن پر ابھی تک عورت کا خمار موجود ہے۔"

"میں نہیں سمجھا استاد۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ لینڈ روور بھی ان کی نگاہ میں ہو گی۔ اور وہ بھی ہمارے فرار کے امکان سے غافل نہ ہوں گے۔" میں نے سردارے کی پشت سہلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔" سردارے کی آنکھوں میں خجالت کے آثار نظر آئے۔ "عورت کی بات نہیں ہے استاد۔ معاملہ ذہانت کا ہے۔ سردارے جیسے لوگ سوچتا تباہ نہیں کرتے۔ سردارے جیسے لوگ حالات پر حکمرانی نہیں کرتے۔" اس نے کہا۔ "اس کے لئے تمہارے جیسے دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اب چلیں گے کیسے۔؟"

"پیدل۔"

"ہم اس علاقے سے ناواقف ہیں۔"

"روشنیاں رہنمائی کریں گی۔ آؤ۔؟" میں نے کہا اور سردارے گردن جھٹکنے لگا۔ وہ گہری سوچ کا عادی تھا اور شاید اتنی قیمتی گاڑی اور سامان چھوڑنے پر اسے دکھ ہو رہا تھا۔ لیکن مجھے ان معمولی معمولی چیزوں کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی' میں لاپرواہی سے چل پڑا۔ سردارے بھی میرے پیچھے آ رہا تھا۔ ہم دونوں نے کیمپنگ کے بائیں کنارے کا رخ کیا اور نشے میں ڈوبے ہوئے آوارہ گردوں کی مانند لڑکھڑاتے ہوئے چلنے لگے۔ گو ہم لڑکھڑا رہے تھے۔ لیکن اسکے باوجود ہماری رفتار بہت تیز تھی۔ اور اس طرح ہم کیمپنگ سے باہر نکل آئے۔ شہر کی روشنیاں معاون تھیں۔ شہر کی طرف رخ کر کے ہم چل پڑے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ پیدل چلنا کب تک مقدر تھا۔!

سردارے بھی میرے ساتھ گھسٹ رہا تھا۔ ہم تکان سے بے نیاز چل رہے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں کی یہ طویل خاموشی اکتاہٹ پیدا کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔ "سردارے۔؟"

"استاد۔" سردارے مستعدی سے بولا۔

"کس سوچ میں ڈوبا ہوا ہے یار۔؟"

"کچھ نہیں استاد۔ رب دی سوں۔ کوئی گل نئیں اے۔" سردارے خوش دلی سے

"بور مت ہونا یار۔ اپنا کام بھی ایسا ہے۔ عیش و آرام بھی ہے اور صحرانوردی بھی۔"

"یہی تو زندگی ہے استاد۔ تمہارے کام کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس میں فطرت پر جمود نہیں ہے۔ ایسی رواں دواں زندگی بہت کم خوش نصیبوں کو حاصل ہوتی ہے۔"

"بہت آگے بڑھ گیا سردارے۔"

"کیوں استاد۔؟"

"ہماری زندگی رواں دواں ضرور ہے۔ لیکن اتنی خوبصورت نہیں جتنی کھیت میں ہل چلانے والوں کی ہوتی ہے۔"

"مجھے تمہاری اس بات سے اختلاف ہے استاد۔!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہم نے کھیت میں ہل چلانے کی کوشش نہیں کی۔ اور ان راستوں پر نکل آئے۔ جو کام ہم نے نہیں کیا اس کے بارے میں کیوں سوچیں۔ قسمت نے جب ہمارے لئے ایک راستے کا انتخاب کر دیا ہے تو ہم بار بار دوسرے راستوں کا ذکر کیوں کریں۔ جو کچھ ہم نہیں کر سکے اسے بھول جانا چاہئے استاد۔ اور جو کچھ کر رہے ہیں اس سے مخلص رہنا ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہی کہہ رہے ہو سردارے۔ گندی نالی کے کیڑے بہرحال نالی ہی کے ایک سوراخ میں گھس جاتے ہیں اور اسے گوشہ عافیت سمجھتے ہیں۔"

سردارے نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں سوچنے لگا کہ اس قسم کی گفتگو طبیعت میں مزید اضمحلال پیدا کرے گی۔ بلاوجہ بیچارے سردارے کو بھی بور کرنے سے کیا فائدہ۔! چنانچہ میں نے فوراً موضوع بدل دیا۔

"میرا خیال ہے شہر زیادہ دور نہیں ہے سردارے۔؟"

"ہاں استاد۔ لیکن ہوٹل 'کیمپنگ کے فوراً' بعد ہی نہ ہوگا۔" سردارے نے کہا۔

"کیا وقت ہوگیا۔؟"

"ساڑھے چار بجے ہیں۔"

"کیا ٹیکسیاں نہیں چل رہی ہوں گی۔؟"

"میرے خیال میں چل رہی ہوں گی۔" سردارے نے جواب دیا۔

"تب آؤ۔ ہم کسی مناسب جگہ رک کر ٹیکسی تلاش کریں۔"

"وہ شاید پٹرول پمپ ہے استاد۔" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا۔ یہاں ایک خوبصورت نیون سائن میں ایک تیل کمپنی کا نام جگمگا رہا تھا۔ "شاید۔ آؤ۔ اسی طرف چلیں۔" میں نے کہا۔ اور ہم دونوں نے رفتار تیز کر دی۔ دور سے ہی پتہ چل گیا کہ وہ پٹرول پمپ ہے' اور ہماری رفتار تیز ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم پٹرول پمپ پر پہنچ گئے۔ پٹرول پمپ کے

ے اٹینڈنٹ نے کہا۔

"آپ کی گاڑی خراب ہوگئی ہے شاید۔؟"

"نہیں۔ وہ۔!"

"اوہ۔ پیٹرول ختم ہوگیا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ ہمارے پاس پلاسٹک پیکنگ موجود ہ آپ پیٹرول لے جاسکتے ہیں لیکن صرف ایک گیلن۔ آپ اسے استعمال کرکے گاڑی یہاں ئیں اس کے بعد جتنا پیٹرول ضرورت ہو لے لیں۔"

"پوری بات تو سن لو بھائی۔" میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"یس۔ یس سر۔"

"ہماری گاڑی ایک گہرے کھڈ میں گر کر بالکل تباہ ہوگئی ہے' اور اب ہمیں شہر پہنچنے لئے کسی ٹیکسی کی ضرورت ہے۔"

"اوہ۔ کیسے ہیں آپ لوگ۔ اول تو اتنی رات میں ڈرائیونگ کرنے کی ضرورت ہی ہے۔ اور پھر ڈرائیونگ کرنی ہی تھی تو اس قدر پینے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے ان لوگوں خت چڑ ہے جو بہت زیادہ پی کر ڈرائیونگ کرتے ہیں۔"

"میرے بھائی۔ میرے بھائی۔ ہم دونوں میں سے کسی نے نہیں پی رکھی۔ منہ سونگھ لو تم لے لو۔ لیکن ٹیکسی۔!"

"ٹیکسی ابھی مل جائے گی۔ کوئی نہ کوئی آتی ہوگی۔ لیکن پھر تم یہ بتاؤ کہ آخر کسیڈنٹ...."

"استاد۔" اچانک سردارے نے میرا شانہ دبوچ لیا۔

"کیا ہوا۔؟" اس کے اس انداز سے میں چونک پڑا۔

"وہ دیکھو۔" سردارے بولا اور میں اس کے اشارے کی سمت دیکھنے لگا۔ کافی کی لگی ہوئی تھی اور یقیناً سردارے اسی کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

"وہ کافی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں۔؟" اٹینڈنٹ نے تعجب سے پوچھا۔

"غالباً پی جاتی ہے۔؟" میں نے بے بسی سے کہا۔

"ارے۔ تم نے کافی نہیں پی کبھی۔؟" اٹینڈنٹ حیرت سے بولا۔

"ہرگز نہیں۔ مگر آج پینا چاہتے ہیں۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"انتہائی حیرت ہے۔ ٹھہرو۔ میں لاتا ہوں۔" اس نے کہا' اور مشین کی طرف بڑھ ب سردارے نے گہری سانس لی۔

"یہ آدمی ہے یا بولنے کی مشین۔ اتنی دیر میں کتنے سارے الزامات لگا ڈالے اس نے

ہمارے اوپر۔"

"یہاں کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی سردارے۔ اس قسم کے کیسز اس بچارے کے پاس آتے رہتے ہوں گے۔ بہرحال' شکر کرو کہ ہمیں یہاں ٹیکسی مل جائے گی۔ ہم دن آرام کرتے ہوئے گزاریں گے۔"

"خدا کرے۔!" سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

پیٹرول پمپ کا ملازم کافی کے تین مگ لئے آ رہا تھا۔ اس نے دو مگ ہمارے سامنے دیئے اور ایک خود تھام لیا۔ اور پھر وہ کافی کا سپ لیتے ہوئے بولا۔

"بہرحال مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساتھ حادثہ پیش آیا۔ ارے ہاں۔ تم لوگوں کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔؟"

"نہیں ہم ٹھیک ہیں۔"

"اور گاڑی تباہ ہو گئی۔؟"

"ہاں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔؟"

"اوہ۔ بھئی اس کے بریک فیل ہو گئے تھے اور وہ ڈھلان پر تھی۔ ہم نے اس کی امکانی حد تک ست کرکے اس سے چھلانگیں لگا دیں۔"

"اوہ۔ اوہو۔ تو میرے سارے اندازے غلط تھے۔ بہرحال مجھے افسوس ہے۔"

"دقت کی بات یہ ہے کہ ہم برن میں اجنبی ہیں۔"

"کہاں سے آ رہے ہو۔؟"

"وینس سے۔"

"آہا۔ پانیوں کے شہر سے۔ بڑی خوبصورت جگہ ہے مگر تمہارے ساتھ پیش آیا حادثہ۔ میں ایک بار پھر اظہار افسوس کرتا ہوں۔"

"ہم ایک بار پھر تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ برن میں ہم کہاں کریں۔؟" میں نے پوچھا۔

"رقم ہے جیب میں؟"

"ہاں۔ قلاش نہیں ہیں۔"

"معاف کرنا۔ دراصل تمہارا لباس آوارہ گردوں کا سا ہے۔ اس لئے پوچھ رہا ہاں اگر رقم ہے تو میرا خیال ہے راک گیلے' میں قیام کرو۔ خوابوں کی جنت کی طرح ہے۔"

"راک گیلے۔؟"

"ہاں۔ مارک گالے پر ہے۔ ٹیکسی ڈرائیور تمہیں پہنچا دے گا۔"

"مگر ٹیکسی۔؟" میں نے کہا۔

"تم کافی پیو۔ میں ٹیلیفون کرکے بلوا دیتا ہوں۔" اس نے کہا اور اپنا مگ لئے ہوئے اندر چلا گیا۔

"ونڈر فل۔ کام کا آدمی ثابت ہوا۔" سردارے نے شانے ہلاتے ہوئے کہا۔

"کافی بھی عمدہ ہے۔" میں نے مگ کا آخری گھونٹ لیتے ہوئے کہا اور پھر مگ ایک طرف رکھ دیا۔

اٹینڈنٹ فون کرکے واپس آگیا۔ اور اس نے ہمیں خوشخبری سنائی "ٹیکسی ابھی پانچ منٹ میں پہنچ رہی ہے۔ چل پڑی ہوگی۔"

"بہت بہت شکریہ تمہارا دوست۔! اور ہاں یہ رکھ لو۔" میں نے ایک نوٹ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سنو مسٹر۔ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس پر مجھے انعام ملے۔ ٹپ میں ضرور لیتا ہوں لیکن اس کی کوئی وجہ بھی تو ہو۔!" اس نے کہا۔

"ارے۔ ارے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ رکھ لو دوست۔" میں نے کہا۔

"رہی کافی کی بات۔ تو میں نے خود تمہارے ساتھ پی ہے اور میزبان بن کر پی ہے۔ کیا تم ایک غریب آدمی کے مہمان بننا پسند نہیں کرتے۔؟"

"اوہ۔ یہ بات نہیں ہے دوست۔ کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"ڈیکوب۔ یاد رکھو گے۔؟"

"یقیناً"۔ بے حد بااخلاق انسان ہو۔" میں نے کہا اور اس نے شکریہ ادا کیا۔ پھر ہمیں دور سے ٹیکسی آتی نظر آئی اور چند لمحات کے بعد وہ ہمارے قریب پہنچ گئی۔

"اچھا دوست' اجازت۔؟"

"خوش قسمتی کی دعا کے ساتھ۔!" ڈیکوب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ہم ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ ٹیکسی اسٹارٹ ہو کر چل پڑی۔

"مارک گالے۔" میں نے ڈیکوب کی بتائی ہوئی جگہ کا نام بتا دیا۔

"کسی ہوٹل میں جناب۔؟" ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

"ہاں۔ گیلے۔"

"لیں سر!" اس نے گردن ہلا دی اور ٹیکسی برق رفتاری سے چلتی رہی۔ اعلیٰ درجے کی کار تھی۔ جو شفاف سڑکوں پر پھسل رہی تھی۔ ہم دونوں خاموشی سے سڑک کے دونوں سمت پھیلتی ہوئی روشنی کو دیکھ رہے تھے۔ صبح تیزی سے نمودار ہو رہی تھی۔

راک کیلیے بلا شبہ ایک خوبصورت ہوٹل تھا۔ لمبی لیکن کم اونچی سیڑھیوں پر کھڑے دربان نے جلدی سے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا اور ہم نیچے اتر گئے دربان کو شاید ہمارے سامان کی تلاش تھی۔!

چند منٹ کے بعد ضروری کارروائیوں سے گزر کر ہم کمرے میں پہنچ گئے بے حد خوبصورت کمرہ تھا۔ ٹیلیویژن۔ ٹیلیفون اور دوسری ضروریات اور تعیشات کی چیزوں سے آراستہ۔!

نرم بستر دیکھ کر سردارے مچل گیا۔!

"اب تو جوتے اتارنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا استاد۔" سردارے نے کہا۔

"اتار دے بھائی۔ ویسے ہی ہم ننگوں کی طرح ہوٹل میں داخل ہوئے ہیں۔ یہاں کے لوگ اعتماد کرنے کے عادی ہیں۔ اپنا وطن ہوتا تو پہلے جیبوں کی تلاشی لی جاتی۔ اس کے بعد شجرۂ نسب پوچھا جاتا۔ اور مال پہلے رکھوالیا جاتا۔" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اپنے زیادہ احترام کرتے ہیں۔" سردارے نے کہا۔

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ قصور ان کا بھی نہیں۔ کیا تفصیل میں جانے کی ضرورت ہے۔؟"

"اس وقت کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں ہے استاد۔ سوائے سونے کے۔ مجھے معاف کرنا۔" سردارے نے انتہائی بے تکے انداز میں جوتے اتارے اور بستر میں گھس کر خوبصورت اور نرم کمبل میں منہ چھپالیا۔!

مجھے اس کی جلد بازی پر ہنسی آگئی۔ بہرحال نیند سے میرا بھی برا حال تھا۔ چنانچہ میں نے صرف اتنا کیا کہ جوتے وغیرہ اطمینان سے اتارے اور پھر کوٹ اتار کر بستر پر لیٹ گیا۔ آنکھیں تھیں کہ ایک دوسرے سے چپکی جا رہی تھیں بہرحال سونے میں ذرا سی دیر بھی تو نہیں لگی تھی۔

اس کے بعد کوئی ہوش نہیں رہا۔! کمرے کا دروازہ تک بند نہیں کیا تھا۔! اور شاید یہ اچھا ہی ہوا تھا۔ ورنہ خواہ مخواہ ہماری نیند خراب ہوتی جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ ہوٹل والے ہماری زندگی کے بارے میں ہی تشویش میں مبتلا ہوگئے تھے۔!

پہلے میری ہی آنکھ کھلی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو کچھ یاد ہی نہیں آیا کہ کہاں ہوں۔؟ کمرے کا اجنبی ماحول۔ بدلی بدلی فضاء۔ ذہن پر خوب زور دیا۔ یہاں تک کہ سر دکھنے لگا! تب یاد آیا۔ تب یاد آیا۔ کہ برن کے راک کیلیے میں ہوں۔! دوسرے بستر پر سردارے کو دیکھا۔ اوندھا سو رہا تھا اور ابھی تک بے خبر تھا۔ تب گھڑی دیکھی۔

سات بج رہے تھے۔

کیا مطلب۔ کیا گھڑی بند ہوگئی۔؟ میں نے گھڑی کو کان سے لگایا۔ بھلا آٹو میٹک گھڑی ہو سکتی تھی۔ لیکن ابھی سات ہی بجے ہیں' ہم سوئے کس وقت تھے؟ کوئی اندازہ نہیں زیادہ سے زیادہ ساڑھے پانچ یا چھ بجے ہوں گے۔ اور میں بستر سے اتر آیا۔ بائیں سمت کھڑکی تھی جس پر ایک انتہائی نفیس پلاسٹک کرٹین پڑا ہوا تھا۔

میں نے کرٹین بٹن دبایا۔ اور کھڑکی کھل گئی۔ تب باہر کے منظر نے اور حیران کر دیا۔ ہو رہی تھی' چاروں طرف جگمگاہٹ تھی۔ افوہ۔ کہیں رات کے سات تو نہیں بجے۔؟ کیا ہم دونوں پورا دن سوتے رہے ہیں۔؟

عجیب پراسرار سی کیفیت طاری ہوگئی۔ دل چاہ رہا تھا پھر لیٹوں اور سو جاؤں۔! ایک ادا مسلط ہوگئی تھی۔ یقیناً" پوری رات کی کسر ہم نے پورے دن سو کر پوری کی ہے۔ رہے ہوں گے ہوٹل والے بھی۔

بہرحال اب لیٹنا بے مقصد تھا۔ میں نے کمرے میں چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔ دیوار پر باتھ روم لکھا ہوا تھا۔ لیکن باتھ روم کا دروازہ کہاں ہے۔؟ میں نے سوچا۔ میری نگاہ اس چوڑے سیاہ بٹن پر پڑی جو دیوار میں لگا ہوا تھا۔ اس بٹن پر بھی باتھ روم لکھا

ویری گڈ۔! میں نے دل میں سوچا اور اس دیوار کے نزدیک پہنچ گیا۔!

بٹن دباتے ہی دیوار میں ایک سفید سل اپنی جگہ سے ہٹ گئی۔ اور خلاء نمودار ہوگیا۔ اور ایک باریک گرل آگئی اور رنگین شیشہ چڑھ گیا جس سے اندر سے باہر تو دیکھا جا سکتا باہر سے اندر نہیں۔

خوبصورت۔! میں نے دل میں سوچا۔ اور اندر داخل ہوگیا۔ ایک بار پھر بٹن دبانا پڑا باتھ روم تھا۔ سارے کا سارا سفید۔ درجنوں قسم کے صابن۔ تولیوں کے بنڈل۔ وغیرہ موجود تھیں' چاروں طرف بٹن لگے ہوئے تھے۔ جن کے نیچے پانی کی گرمی کے تفصیل تھی۔ بہرحال گرم پانی کی پھواروں نے رگ رگ سے تھکن اور اداسی شروع کر دی۔ دل چاہ رہا تھا بیٹھا ہی رہوں۔ صابن بھی استعمال کیا اور بدن مہک اٹھا۔!

یہ حقیقت ہے کہ ذہن کی کثافت دور کرنے میں اس غسل نے پوری پوری مدد کی لیکن بدقسمتی سے عمدہ کپڑے موجود نہ تھے۔ بس وہی پہننے پڑے جو بدن پر تھے۔ بہرحال پہن کر میں باہر نکل آیا۔!

باہر ایک دلچسپ منظر میرا منتظر تھا۔! یہ سردارے تھا جو اپنے بستر پر سجدے کی سی حالت میں پڑا تھا۔ اور عجیب نظر آ رہا تھا۔!

"سردارے۔!" میں نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا اور وہ اچھل پڑا۔؟" اس انداز کو

ہی شاید خواب خرگوش کہا جاتا ہے۔ مگر نہ تمہاری دم نظر آ رہی ہے نہ کان۔"

"ہاں۔ مگر اوندھے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں غور کر رہا تھا یار۔"

"کس بات پر۔"

"یہی کہ کس عالم میں ہوں۔ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے۔ کیا سکتے ہو۔؟"

"ایں۔ ارے۔ ارے باپ رے۔ بھوک۔ بھوک۔" سردارے اچھل کر پلنگ نیچے آ رہا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیا تھا۔ "یہی۔ یہی سوچ رہا تھا کہ پیٹ میں شدید تکلیف کیسی ہے مگر ہوا کیا ہے پیارے بھائی۔ عجیب سحر کی سی کیفیت طاری ہے۔"

"ہوا یہ ہے کہ اس وقت صرف سات بجے ہیں۔" میں نے جواب دیا۔

"لعنت ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ نیند پوری نہیں ہوئی۔ میں یہی سوچ رہا ہوں کیوں چکرا رہا ہے۔" سردارے نے دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے کہا۔ اور میں نے بڑھ کر سردارے کا بازو پکڑ لیا۔

"کیا ہے۔؟" اس نے آنکھیں بند کئے کئے پوچھا۔

"آؤ۔ آؤ۔" میں نے کہا اور وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے کئے میرے ساتھ چل پڑا پھر جب میں غسل خانے کے دروازے کے پاس رکا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"جاؤ۔" میں نے کہا۔

"کہاں۔ دیوار میں گھس جاؤں۔؟"

"نہیں۔ یہ باتھ روم ہے۔"

"تمہاری بھی بری حالت معلوم ہوتی ہے پیارے بھائی۔ چلو سو جائیں۔" سردارے واپس لوٹتے ہوئے بولا۔ اور مجھے زور سے ہنسی آ گئی۔ "کیوں' ہنس کیوں رہے ہو" سردارے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"تمہیں بھوک کیوں لگ رہی ہے سردارے۔؟"

"بھوک۔؟" سردارے پھر اچھل پڑا۔ "ارے ہاں بھوک۔" اس نے پھر آنکھیں پھاڑ دیں۔

"بس اب حواس درست کر لو۔ بہت ہو گئی۔ شام کے سات بجے ہیں۔ اور ہم دن سوتے رہیں ہیں۔" میں نے جواب دیا اور سردارے پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو منہ پھاڑے میری شکل دیکھتا رہا پھر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولا۔

"بیڑہ غرق۔"

"۔؟"

"پورا دن سوتے رہے ہیں۔؟"

"ہاں۔!" میں نے جواب دیا۔

"گویا یہ آنکھیں نیند سے نہیں۔ بھوک سے بند ہوئی جا رہی ہیں؟"

"اور اگر تم یہیں کھڑے کھڑے بکواس کرتے رہے تو بھوک سے ہارٹ فیل بھی ہو سکتا

"ارے تو پھر بتاؤ نا۔ کیا کروں۔؟" سردارے روہانسی آواز میں بولا۔

"پہلے غسل۔" میں نے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے بھوک نے تمہاری بینائی بھی متاثر کی ہے۔ محترم راجہ نواز اصغر یہ باتھ روم کا دروازہ نہیں دیوار ہے دیوار۔" سردارے نے کسی قدر جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ بات نہیں ہے سردارے۔ بڑے بڑے رشی منی بھوکے رہ کر کشف حاصل کرتے ہیں۔ میں بھی بھوکا ہوں اس لئے دیوار سے غسل خانہ برآمد کر سکتا ہوں۔" میں نے کہا اور روم کا بٹن دبا دیا۔! تب سردارے حیرت سے غسل خانہ برآمد ہونے کا عمل دیکھنے لگا! اور اس نے ایک گہری سانس لی۔ اور مسخرے انداز میں بولا۔

"تمہیں دو تین دن تک بھوکا نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ تم تو آسمان پر پرواز کر جاؤ۔" اور پھر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ میں واپس آ گیا تھا۔ اور پھر میں نے ویٹر کو بلانے کے بٹن دبایا۔ اس بٹن پر ویٹر لکھا ہوا تھا۔!

دروازہ کھلا۔ اور رنگین خوبصورت ڈیزائن کا لباس پہنے ایک مقامی لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کی ناک سرخ تھی اور آنکھوں سے شرارت ٹپک رہی تھی۔

"تم۔ تم ویٹر ہو۔؟" میں نے پوچھا۔

"جی جناب۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔ ہم ایک مشکل میں پھنس گئے ہیں ڈیئر۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"خیریت جناب۔؟" لڑکی نے جلدی سے سردارے کے بستر کی جانب دیکھا۔ اور پھر روم کی طرف۔

"پریشانی یہ ہے کہ ہم نے صبح کا ناشتہ کیا ہے نہ دوپہر کا کھانا کھایا ہے' نہ شام کی چائے اور بھوک سے قریب المرگ ہیں۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ پہلے صبح کا ناشتہ منگوایا جائے یا ہر کا کھانا۔ اور اگر یہ دونوں چیزیں بیک وقت منگوا لی جائیں۔ تب شام کی چائے اور رات کھانے کا کیا ہوگا۔؟"

"اوہ۔" ویٹرس ہنس پڑی۔ "اس کی آسان سی ترکیب یہی ہے جناب، کہ آپ
چاروں چیزیں بیک وقت منگوالیں۔"

"لیکن اس طرح پیٹ پھٹ جانے کا خطرہ ہے۔"

"ہرگز نہیں۔ پیٹ کی ذمہ داری آپ میرے اوپر چھوڑ دیں۔"

"وعدہ۔!" ویٹرس نے بھی شرارت سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"تب پھر جلدی جاؤ پلیز۔!" میں نے کہا۔ اور وہ تیزی سے واپس مڑ گئی۔ ویٹرس
گفتگو کرنے میں اور لطف آیا تھا۔ بڑی دلچسپ اور شریر سی لڑکی تھی۔!

پھر سردارے اور لڑکی ایک ساتھ ہی دو سمتوں سے داخل ہوئے تھے۔ لڑکی ا
خوبصورت ٹرالی دھکیلتی ہوئی اندر لائی تھی۔ سردارے ٹھٹھک گیا اور پھر اس نے میری جا
دیکھا۔

"استاد۔ ہم نے ہوٹل میں قیام کیا تھا۔؟"

"یہ ہوٹل کی طرف سے صبح کا ناشتہ ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"اوہ۔ خوب ہے استاد۔ رات کے کھانے پر بھی ملے گی۔" سردارے نے لڑکی
گھورتے ہوئے کہا۔

"پہلے ناشتہ تو کرو۔ رات کی بات رات کو۔"

"تم کیا کرو گے استاد۔!" سردارے بدستور لڑکی کو گھور رہا تھا۔

"تم اس لڑکی کو نگل جاؤ۔ جو کچھ یہ لائی ہے میں اس پر گزارہ کر لوں گا۔" میں
ٹرے اپنی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں استاد۔! سوری۔" سردارے اچھل پڑا۔ اور پھر وہ بھی لپک کر میر
پاس ہی آبیٹھا۔ "آپ بھی آجایئے مس۔!" اس نے لڑکی کو بھی دعوت دے ڈالی۔

"شکریہ۔ آپ لوگ صبح سے بھوکے ہیں اس لئے میرا درمیان میں آنا ٹھیک نہ
ہے۔ زندگی کی حفاظت کرنا بھی تو ضروری ہوتا ہے۔" ویٹرس حاضر جواب بھی تھی۔!

"ویری گڈ استاد۔ بولتی بھی ہے۔" سردارے نے اردو میں کہا۔ میں ویٹرس کی با
پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"ویسے ہم لوگوں کو آپ کے جاگ جانے پر سخت حیرت ہے۔" ویٹرس بولی۔!

"کیا مطلب۔؟" میں نے پوچھا۔

"آپ لوگوں کی شخصیتیں صبح سے بڑی سسپنس فل جا رہی تھیں۔ دس بجے تک
آپ کے سونے پر کسی کو تشویش نہیں ہوئی۔ لیکن کوئی کتنی ہی دیر سے سوئے، صبح کا نا
کرنے کے لئے ضرور جاگتا ہے۔ ویٹرس آپ کا انتظار بارہ بجے تک کرتی رہی کیونکہ اس

ے کے اوقات شروع ہوجاتے ہیں۔ اور اس کے بعد ویٹرس نے آپ کے بارے میں مینیجر
نجیدہ اطلاع دی۔ پہلے مینیجر نے سپروائزر کے ساتھ آکر آپ کو دیکھا۔ سانسوں کی آمدو
درست تھی۔ رنگ بھی ٹھیک تھا یعنی اس پر نیلاہٹ موجود نہیں تھی۔ سپروائزر تو گھبرا گیا
اس نے تجویز پیش کی کہ ڈاکٹر کو بلوا لیا جائے۔ لیکن مینیجر کا خیال تھا کہ کوئی سیریس کیس
ہے۔ اس لئے اس نے روک دیا۔ بہرحال آپ کے جاگ جانے پر بہت سوں نے سکون کا
س لیا ہے۔"

ہم دونوں ہنسی نہ روک سکے تھے۔!

"تو تمہارا خیال تھا کہ ہم جاں بحق ہوگئے۔؟"

"میرا نہیں جناب۔ دوسروں کا میں نے تو چار بجے ڈیوٹی سنبھالی ہے۔ لیکن مجھے ہدایت
دی گئی تھی کہ جونہی آپ کے کمرے سے طلبی ہو۔ فوراً" مینیجر کو اطلاع دی جائے"

"خوب۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "پھر۔ تم نے مینیجر کو اطلاع دے دی۔؟"

"جی ہاں۔ میں نے اسے بتایا کہ آپ لوگ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ نارمل ہیں اور کھانا
طلب کر رہے ہیں۔" لڑکی نے جواب دیا۔ بہت سنجیدہ قسم کی مسخری لڑکی تھی۔ بے تکلف اور
حاضر جواب۔!

ہم دونوں دیر تک ہنستے رہے اور وہ خاموش رہی۔ پھر جب ہم خاموش ہوگئے تو اس
نے کہا۔ "حقیقت کیا تھی۔ مجھے معلوم ہو سکے گی جناب؟"

"کیوں۔ کیا مینیجر کو اطلاع دینی ہے۔؟"

"جی نہیں۔ مینیجر کا کام ختم ہوگیا۔"

"تم ذاتی طور پر جاننا چاہتی ہو۔؟"

"جی۔! اگر آپ پسند کریں تو۔؟"

"کیا نام ہے تمہارا۔؟"

"کی شا۔ یشا پر کنزا۔" اس نے جواب دیا۔

"تو بات کچھ نہیں تھی مادام کیشا۔ سوائے اس کہ ہم پوری رات سو نہیں سکے تھے۔
ہماری گاڑی حادثے کا شکار ہوگئی تھی اور ہمارا سارا سامان اس میں رہ گیا تھا۔ چنانچہ پوری
رات کی نیند پورے دن میں پوری کی اور بس۔!"

"اوہ۔ مجھے اس حادثے پر افسوس ہے۔ یہی شکر ہے کہ آپ زخمی ہونے سے بچ
گئے۔" ویٹرس نے کہا۔

"لیکن ایک مشکل بھی پیش آگئی ہے مادام۔" میں نے کہا۔

"وہ کیا۔ فرمائیے۔" ویٹرس نے کہا۔

"ہمارے پاس کرنسی بھی نہیں رہی۔ ہوٹل کا بل ادا کرنے میں دشواریاں بھی پیش آئیں گی۔"

"اوہ۔ یوں بھی آپ سوئس نہیں معلوم ہوتے۔ گویا سیاح ہیں؟" ویٹرس کی آواز میں ہمدردی نمایاں تھی۔

"ہاں۔ پورے سوئٹزر لینڈ میں ہمارا کوئی واقف کار نہیں ہے۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آپ کا پہلا تعارف مجھ سے ہوا ہے۔ میں جو ہوں۔ براہ کرم آپ میرے مشورہ پر عمل کریں۔"

"وہ کیا مہربان خاتون۔؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ آج رات یہیں قیام کریں۔ میں ایک بجے ڈیوٹی سے فارغ ہو کر چلی جاؤں گی۔ اس وقت واپسی ممکن نہیں ہے البتہ صبح کو میں آؤں گی اور آپ کو کچھ رقم دوں گی آپ بل ادا کر دیں اور میرے ساتھ چلیں۔ گو میرا مکان وسیع نہیں ہے اور آپ کو وہاں یہاں کا سا آرام نہیں مل سکے گا' تاہم جب تک آپ اپنے لئے بہتر حالات مہیا نہ کر لیں۔ وہاں آرام سے رہ سکتے ہیں۔"

اور ہم دونوں چونک پڑے۔!

خلوص۔ انسانیت۔ پیار' کسی ایک خطے میں محدود نہیں ہیں۔ انسانیت قوموں کی میراث نہیں ہے۔ وہ تو نفس سے منسلک ہے۔ محبت جگہ جگہ بکھری ہوئی ہے۔ یہ اجنبی لڑکی بلا شبہ ہر لالچ سے مبرا ہے۔ اس کی پیشکش' صرف انسانیت پر مبنی ہے۔! ہم دونوں بے حد متاثر ہوئے تھے۔

"آپ نے ہمارا تعارف نہیں حاصل کیا خاتون کیشا۔؟"

"میں یونہی ذرا بے تکلف سی طبیعت کی مالک ہوں جناب۔ بعض لوگ میری بے تکلفی پسند نہیں کرتے۔ کئی بار مینیجر سے ڈانٹ کھا چکی ہوں۔ چنانچہ جس حد تک میں نے کی ہے وہی کافی تھی۔"

"اوہ۔ لیکن آپ جس قدر مہربان اور ہمدرد ہیں۔ آپ جس قدر....... خوش اور پر اخلاق ہیں۔ اس کو دیکھ کر تو کوئی بد ذوق جانور ہی آپ کو نظر انداز کر سکتا ہے۔"

"آپ کا شکریہ۔ سب آپ کی طرح انسانیت پسند نہیں ہوتے۔"

"میرا نام۔ سیسرو ہے اور یہ پینو ہے۔ ہم وینس سے آئے ہیں۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔ پانیوں کے اس حسین شہر کے بارے میں' میں نے بہت سنا ہے۔" لڑکی بولی۔ اور ہم نے کھانا ختم کر لیا۔! لڑکی ہمارے نزدیک آکر برتن سمیٹنے لگی تھی۔

"کافی پیش کروں۔؟" اس نے پوچھا۔

"مہربانی ہوگی۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ ہوٹل ہے اور آپ لوگ معزز گاہک۔ آپ ہوٹل کا پورا پورا بل ادا کر دیں گے۔ پھر اس انکساری کی کیا ضرورت ہے۔ آپ بلا جھجک آرڈر دیں۔" کیشا نے کہا۔

"خاتون کیشا۔!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ اس نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ "آپ نے جس اپنائیت کا اظہار کیا ہے وہ ہمارے لئے بے حد قیمتی ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ پورا سوئٹزر لینڈ۔ ویل برن کی عزت ہمارے دل میں بے پناہ بڑھ گئی ہے کہ یہاں آپ جیسی مہربان خاتون موجود ہیں۔ ہم آپ کی دوستی کے خواہشمند ہیں۔ رہی کرنسی اور بل کی بات۔ تو بس سمجھ لیں کہ ہم نے آپ سے حاصل کر لیا۔ دراصل کرنسی ہماری جیبوں میں تھی' اس لئے کہی گئی۔ یہ دیکھئے۔ اس میں تکلف کی بات نہیں ہے۔"

میں نے نوٹوں کی کئی گڈیاں نکال کر اس کے سامنے کر دیں! اور وہ خلوص سے مسکرا دی!

"بہرحال۔ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میرے دوست الجھن میں نہیں پھنسے۔ میں اس بات پر آزردہ کیوں ہوں کہ میری پیشکش قبول نہیں کی گئی۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مادام کیشا۔ ویسے ایک تکلیف آپ کو ضرور دیں گے۔" میں نے کہا۔

"ہاں' ہاں۔ کہیں۔"

"کل دن میں آپ آ جائیں اور ہمیں برن کے بازاروں سے کچھ شاپنگ کرا دیں۔"

"ہاں ----- ہاں ----- جس وقت آپ حکم دیں۔"

"ہم دوست ہیں کیشا ----- اس لیے اب حکم وغیرہ نہیں ----- دوستی کی بات چلے گی۔ تمہیں کس وقت فرصت ہوگی؟"

"گیارہ بجے -----"

"بس ٹھیک ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے تک پہنچ سکو گی؟"

"آسانی سے -----"

"ہم انتظار کریں گے۔"

"اوکے ----- جاؤں -----؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا ----- اور پھر وہ اٹھلاتی ہوئی باہر نکل گئی ----- اس کے جانے کے بعد میں نے گہری سانس لی ----- اور سردارے کی طرف دیکھنے لگا! جو سر پکڑے بیٹھا تھا۔

"کی ہویا سردارے-----؟" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"کچھ آس بندھی تھی استاد----- مگر وہ تو اتنی شریف نکلی کہ بس-----"

"ابے یہ سوئٹزر لینڈ ہے اور نیچے ڈائننگ ہال ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن ہمارے لباس ڈائننگ ہال کے قابل نہیں ہیں استاد۔"

"ایں ہاں----- تب پھر شہر میں آوارہ گردی کریں گے۔ اس وقت جو ہماری اوقات ہے اس کے مطابق بھی کوئی نہ کوئی جگہ مل ہی جائے گی!" میں نے جواب دیا۔ تھکن اتر چکی تھی----- پیٹ بھی بھر گیا تھا۔ اس لیے طبیعت میں بڑی شگفتگی آگئی تھی۔

"مگر استاد----- میں اس لڑکی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔" "کسی کے بارے میں زیادہ سوچنا مناسب نہیں ہوتا سردارے۔ بس جو سامنے ہو اس کے بارے میں سوچو----- اور جب نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو اسے بھول جاؤ۔"

"مگر وہ بڑے اعلیٰ کردار کی مالک ہے استاد----- ہوٹل کا بل بھی معمولی نہیں ہو گا۔ اور وہ بے چاری صرف ایک ویٹرس ہے۔ ضرور تمند نہ ہوتی تو ملازمت کیوں کرتی۔"

"ہاں----- وہ خلوص رکھتی ہے۔" میں نے کہا۔

"پتہ نہیں شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ-----"

"اس گفتگو کے بعد اس سے یہ بات پوچھنے کی ہمت کون رکھتا ہے تم پوچھ سکتے ہو؟"

"ہرگز نہیں استاد-----" سردارے نے جواب دیا اور پھر کافی دیر تک ہم اس ویٹرس کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ ہوٹل سے نیچے اتر کر ہم نے ڈائننگ ہال کا رخ نہیں کیا تھا۔ لباس اتنے خراب بھی نہیں تھے لیکن بس دل نہیں چاہ رہا تھا کہ ان لباسوں میں ہوٹل کی تفریحات میں حصہ لیں-----!

باہر نکلے اور ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھ گئے جو زیادہ فاصلے پر نہیں تھا----- ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر ہم چل پڑے----- سڑکوں کے نیون سائن پڑھتے ہوئے خوبصورت علاقوں کی رونق دیکھتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے----- ریچھ برن کا امتیازی نشان ہے----- جس طرف نگاہ اٹھاؤ ریچھ ہی ریچھ نظر آئیں گے۔ ہوٹلوں' دکانوں عام تفریح گاہوں میں جہاں دیکھو' ریچھ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے' مجسموں' تصویروں اور کہیں کہیں حقیقی شکل میں----- اب اس حساب سے برن کو ریچھوں کا شہر کہا جا سکتا ہے۔ دریا کے کنارے کلیا کے فوارے کے گرد ریچھوں کے مجسمے اور پھر تائیڈک پل کے پاس ایک گڑھے میں بچ بچ کے جیتے جاگتے درجنوں ریچھ جو اہل شہر کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ اور وہی ان کی خوراک کا بندوبست کرتے ہیں!

برن گو جدید شہر ہے لیکن اس کی زیادہ تر عمارتیں پرانی ہیں۔ یا پرانے طرز پر تعمیر کی

گئی ہیں----- ہر چوک میں پرانے طرز کے فوارے اور نل موجود ہیں' پرانے بازاروں میں سڑک سے اونچی دوکانیں اور ان کے ساتھ لمبے برآمدے جہاں ایک زمانے میں صرف شاہی خاندان کے افراد کو چلنے کی اجازت دی تھی۔ عوام کے لیے نشیبی سڑک تھی۔ پورے سوئٹزر لینڈ میں اور خاص طور سے برن میں یہ رواج ہے کہ ہر مکان یا فلیٹ کی کھڑکی میں لکڑی کے مستطیل چوکھٹوں میں مٹی اور کھاد ڈال کر سرخ پھول اگائے جاتے ہیں۔ شہر کے ہر گھر کی کھڑکی سرخ پھولوں سے مالا مال ہوتی ہے۔

میں اور سردارے دلچسپی سے یہ سارے مناظر دیکھ رہے تھے۔ ہم بھول گئے تھے کہ ہم کس مقصد کے لیے باہر نکلے ہیں۔ ٹیکسی ڈرائیور بھی سمجھ گیا تھا کہ ہم سیاح ہیں اور تفریحاً نکلے ہیں----- اس لیے وہ برن کی خاص خاص جگہوں----- کے چکر لگا رہا تھا-----! پھر میں ہی چونکا اور میں نے سردارے کو مخاطب کیا۔

"سردارے-----!" اور سردارے چونک پڑا۔

"اوہ----- استاد-----!"

"کہاں کھو گئے-----؟"

"بڑا خوبصورت شہر ہے استاد-----"

"ہاں----- اس میں کیا شک ہے----- لیکن اب اس شہر کی خوبصورتی کو کب تک کھاؤ گے-----؟"

"پھر کیا کریں استاد-----؟" سردارے نے ایک جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"واپس چلیں-----؟"

"ہاں----- واپس ہی چلو----- کل دن کی روشنی میں اسے دیکھیں گے اور اس کے بعد کچھ سوچیں گے----- کیونکہ اس سے قبل بہت سے کام بھی کرنے ہیں۔" سردارے نے کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ پھر ڈرائیور کو واپس چلنے کی ہدایت کر دی اور تھوڑی دیر کے بعد ہم دوبارہ اپنے کمرے میں تھے----- سردارے تھکے تھکے انداز میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیوں-----؟ تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں-----؟" میں نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"ایڈی یاد آ رہی ہے استاد----- بے چاری بیک وقت دونوں کے چکر میں تھی----- آہ کیسی مایوسی ہوئی ہو گی اسے-----" سردارے نے ایک مصنوعی آہ بھر کر کہا۔

"ٹھیک ہے----- تم ایڈی کو یاد کرو میں لوسیا کو یاد کرتا ہوں۔ دونوں کا کام بن

جائے گا۔"

"کیا فائدہ استاد ---- کیوں نہ ہم اپنی محسنہ سے اپنی ضروریات کا اظہار کر دیں۔" سردارے نے کہا۔

"کیشا سے ----؟"

"ہاں ---- ممکن ہے وہ بندوبست کر دے۔ بہرحال یہ ہوٹل ہے خود دوسرے لوگ بھی اس سے فرمائش کر دیتے ہوں گے۔"

"نہیں سردارے ---- ٹھیک نہیں رہے گا ---- آج رات اسی طرح گزار لو ---- کل خود شکار کریں گے' خود کھائیں گے ---- وہ جتنی مخلص ہے اس کے بعد اس سے اس قسم کی باتیں کرنے کو دل نہیں چاہتا ----" میں نے کہا۔

"ارے نہیں استاد ---- میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا ---- ٹھیک ہے آج رات یوں ہی گزاریں گے ---- ویسے اب تم نے کیا پروگرام بنایا ہے استاد؟"

"کس بارے میں؟"

"جیکسن کی گوشمالی نہیں کرو گے استاد ----؟"

"ضرور کریں گے سردارے ---- اسے چھوڑنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ---- آج کا دن سونے میں گزر گیا ---- کل اس سلسلے میں مصروف دن ہو گا۔ کل انتظامات کریں گے اور ممکن ہے کل کی رات کیمپنگ میں گزاری جائے۔"

"گڈ ---- یہ ہوئی نا بات ----" سردارے نے خوش ہو کر کہا۔

"کیوں؟"

"کیمپنگ کی راتیں بری نہیں ہوتیں استاد ----" سردارے آنکھ دبا کر بولا۔

"اوہ ---- لیکن یہ بھی ممکن ہے سردارے کہ ہماری رات زیادہ اچھی نہ گزرے۔ ممکن ہے ----"

"دیکھا جائے گا استاد ---- ویسے بارہ بج رہے ہیں۔ کیا خیال ہے' کل تازہ دم ہونے کے لیے آج ابھی سے آرام کیا جائے؟"

"اوکے ----!" میں نے کہا اور ہم بستروں پر لیٹ گئے۔ ویسے نیند دیر سے ہی آئی تھی۔ لیکن دوسری صبح خوشگوار تھی۔ غسل کرنے میں لطف ہی آ جاتا تھا ---- میرے خیال میں پورے ہوٹل میں سب سے زیادہ توجہ غسل خانوں پر دی گئی تھی ---- آدمی ایک بار اندر چلا جائے تو واپس آنے کو دل ہی نہیں چاہے ---- لیکن وہی لباس بار بار پہننے میں کچھ مزہ نہیں آ رہا تھا۔ تاہم مجبوری تھی!

"بہرحال ناشتے کے لیے بیل بجائی تو ایک خاتون تشریف لے آئیں' درمیانے قد کی

قبول صورت ---- خوش اخلاق ----!"

"یس پلیز ----" انہوں نے شیریں آواز میں کہا۔

"اوہ ---- ناشتہ درکار ہے ----!" میں نے کہا۔

"براہ کرم آرڈر نوٹ کرا دیں۔" ویٹرس نے کاپی پنسل نکالتے ہوئے کہا۔

"جو دل چاہے لے آؤ ---- خود کو میزبان تصور کرو۔" میں نے کہا۔

"پھر بھی آپ کی پسند جناب؟" ویٹرس مسکراتے ہوئے بولی۔

"میرا ساتھی ناشتے میں تلی ہوئی لڑکیاں کھاتا ہے۔"

"اوہ ---- سوری۔ ہمارے ہاں گرل روسٹ کا پلانٹ نہیں ہے۔ ہاں کچی اکثر مل جاتی ہیں۔ لیکن رات کے کھانے پر۔ ناشتے پر ہم لوگ بدپرہیزی نہیں کراتے۔"

"گڈ ---- تو پھر آج رات کے کھانے پر آپ کا انتظار کریں۔" سردارے جلدی سے بولا۔

"کھانے کے بعد ----!" ویٹرس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وعدہ ----؟" سردارے بولا۔

"یقیناً" ----!"

"بس تو فی الحال اپنی پسند کا ناشتہ کرا دیں۔" میں نے کہا اور ویٹرس باہر نکل گئی۔

"بن گیا کام استاد ----!" سردارے خوش ہوتا ہوا بولا۔

"ہاں ---- لیکن تم رات کا پروگرام بھول گئے ----؟" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا مطلب ----؟"

"یہ رات تو ہمیں کیمپنگ میں گزارنی ہے۔"

"اوئے ----" سردارے نے دونوں آنکھیں بھینچ لیں۔ "یہ عورت بڑی خطرناک شے ہے استاد ---- ذہن ہی خالی کر دیتی ہے۔ لاحول ولا قوۃ ---- ان خاتون سے پروگرام میں تبدیلی کے لیے کہہ دیں گے۔"

"ہاں ---- لیکن ایڈوانس کے ساتھ ---- ورنہ اتنی جلدی پروگرام بدلنا اسے بد دل کر دے گا۔"

"ٹھیک ہے استاد ----" سردارے نے کہا۔ اور ہم ناشتے کا انتظار کرنے لگے ---- تھوڑی دیر کے بعد ویٹرس ناشتہ لے کر آ گئی ---- عمدہ ناشتہ تھا۔ اس نے ڈائننگ ٹیبل پر لگا دیا ---- اور سردارے اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا مس ----؟"

"پوڈیستا-----" لڑکی نے جواب دیا۔

"مس پوڈیستا----- تمہاری ڈیوٹی یہاں کس وقت تک ہے؟"

"تین بجے تک-----!"

"پھر ملاقات کی کیا رہے گی؟"

"میں نو بجے آ جاؤں گی----- اس کے بعد آپ میرے مہمان ہوں گے۔"

"میرے خیال میں آج کے پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی جائے۔ میرے ایک مقامی دوست نے آج میری دعوت کی ہے!" میں نے مداخلت کی۔ اور سردارے میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں----- ہاں ضرور-----"

"ہم کل کا پروگرام رکھیں گے مس پوڈیستا کے ساتھ----- کیا خیال ہے مس؟"

"بالکل ٹھیک----- اس طرح اور آسانی ہو جائے گی۔ میں آپ کے شایان شان انتظام کر لوں گی-----" مس پوڈیستا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گڈ----- یہ ٹھیک ہے----- مس پوڈیستا ----- یہ آپ کا انعام-----!" سردارے نے چار بڑے بڑے نوٹ نکال کر پوڈیستا کی طرف بڑھا دیے----- اور پوڈیستا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔

"شکریہ جناب-----" اس نے نوٹ لے کر احتیاط سے اپنے لباس میں رکھ لیے----- اور پھر وہ واپس چلی گئی-----!"

"تم نے فطرتوں کا فرق محسوس کیا سردارے؟" میں نے ناشتہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یار-----" سردارے ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"دونوں کا پیشہ ایک ہے۔"

"ہاں----- لیکن ایک بات کی وضاحت چاہتا ہوں نواز-----!" سردارے نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا-----!"

"ہم نے خود ہی اس کی شخصیت کا تعین کر لیا ہے۔ صرف اس کی پرخلوص پیشکش سے متاثر ہو کر۔ اس کی پیشکش انسانی ہمدردی کے تحت تھی لیکن ممکن ہے اس سے ہٹ کر وہ ایک عام سی لڑکی ہو۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو سردارے۔ ---؟" نہ جانے کیوں مجھے سردارے کی بات پر غصہ آ گیا تھا۔

"بخدا کچھ نہیں استاد----- بس سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے وہ بھی----- اگر ہماری ل نہ دیکھتی تو ہمارے لیے قابل حصول ہوتی۔"

"یار سردارے----- میں جانتا ہوں----- میں اس دنیا سے اچھی طرح واقف ----- اگر وہ ہے بھی تو ہمیں اس کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے----- ہو ----- ہم اگر ایک حیثیت قائم کر چکے ہیں تو اسے قائم رہنے دینے میں کیا حرج ہے۔"

"سوری نواز----- ویسے یقین کرو میرے ذہن میں اس کی طرف سے کوئی برا ہیں تھا۔ یہ گفتگو تو بس ضمنی حیثیت رکھتی تھی۔"

"چلو چھوڑو-----!" میں نے گردن ہلا دی اور پھر ہم اپنی دوست کا انتظار کرنے -----! ٹھیک گیارہ بجے ویٹرس آ گئی۔ اس کے بدن پر ایک سادہ لباس تھا اور چہرے پر ادگی تھی۔

"ہیلو-----!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگوں کو انتظار تو نہیں کرنا پڑا-----؟"

"نہیں مس-----" میں نے کہنا چاہا اور اس نے ایک دم ہاتھ بلند کر دیا۔

"مجھے معاف کریں۔ آپ میرے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہوں میں شادی شدہ اور میرے دو بچے ہیں۔ میرے شوہر کا نام زیلے ایون ہے اور میں پیار سے اسے ایون ہوں۔"

"اوہ----- کوئی بات نہیں ہے مسز ایون----- ویسے ہم آپ کو آپ کے نام ار سکتے ہیں؟"

"کیوں نہیں----- آپ میرے دوست جو ہیں؟"

"شکریہ کیشا-----" لیکن مسٹر زیلے کیا کرتے ہیں؟"

"پہلے ایک بینک میں ملازمت کرتے تھے۔ لیکن کار کے ایک حادثے میں ان کے ہاتھ کٹ گئے----- اس لیے اب صرف گھر پر رہتے ہیں۔"

"اوہ----- اور آپ کے بچے؟"

"دونوں پڑھتے ہیں!" کیشا کی آنکھوں میں ممتا کا نور جگمگانے لگا تھا۔

"آپ کی شخصیت سے بہت دلچسپی ہو گئی ہے مس----- اوہ معاف کریں مسز ----- اس لیے اگر ہم کچھ ذاتی سوالات کر لیں تو آپ برا تو نہیں مانیں گی؟" میں نے

"آپ لوگ اچھے دوست ہیں----- اس لیے بالکل نہیں۔"

"آپ کے شوہر کو آپ کی ملازمت پر اعتراض تو نہیں ہے؟"

"اعتراض نہیں ----- دکھ ہے۔" کیشا کے چہرے پر ہلکی سی اداسی امنڈ آئی۔

"کیوں -----؟"

"ایون کا خیال ہے کہ میری اس ملازمت سے اس کی مردانگی پر ضرب پڑتی ہے۔ بہرحال میں دوسری ملازمت تلاش کر رہی ہوں۔ جب بھی مل گئی تو اسے چھوڑ دوں گی۔ میں زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہوں۔"

"مسٹر ایون کو اس ملازمت پر کیا اعتراض ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے اس سوال پر کیشا کی گردن جھک گئی۔ اس کے خوبصورت بال اس کی پر لہرانے لگے تھے۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "گیلے کی لڑکیاں بڑی شہرت ر ہیں۔ لوگ ان لڑکیوں کی وجہ سے ہی یہاں قیام بھی کرتے ہیں۔"

"اوہ ----- تب تو آپ کو سخت مشکلات پیش آتی ہوں گی مسز ایون؟"

"ہاں ----- نشے میں ڈوبے ہوئے لوگ اس بات پر یقین نہیں کرتے کہ میں فروشی نہیں کرتی ----- اور ہوٹل کے منیجر کو بھی میری یہ بات پسند نہیں ہے۔ کہ میں کے گاہکوں کو خوش نہیں رکھ سکتی۔ وہ کئی بار مجھے ملازمت سے نکالنے کا نوٹس دے چکا ہے۔"

سردارے کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا ----- اور نہ جانے کیوں میری آنکھیں جھکا تھیں۔ میں نے فخریہ انداز میں سردارے کی طرف دیکھا اور سردارے کی گردن جھک گئی!

"کئی منٹ تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر ہم سب ہی چونک پڑے۔ کیشا کا موڈ بھی گیا ---- اور میں نے سردارے کی طرف دیکھا۔ "اٹھو بھئی اب بازار کھل گئے گے ---- کیوں کیشا -----؟"

"یقیناً" ----- بہت دیر کے۔"

"تب چلو ----- ہمیں تم سے بہت سے کام لینے ہیں۔" ساڑھے تین بجے تک تمہارے ساتھ رہ سکوں گی ---- اس کے بعد ہوٹل واپس آ جانا ہو گا۔ گو میری تمہارے کمرے پر ہی ہے لیکن حاضری ضروری ہے۔"

"ٹھیک ہے ----- ہمیں اتنا وقت نہیں لگے گا۔" میں نے کہا اور ہم تینوں با آئے ----- ہوٹل سے باہر آ کر ٹیکسی پکڑ لی اور چل پڑے۔ کیشا اطمینان سے ہم دونو درمیان بیٹھی تھی۔ لیکن اس کے بدن کے اس سے ذہن پر کوئی بار نہیں تھا۔

"یہاں استعمال کے لیے کار نہیں مل سکتی کیشا؟"

"کیوں نہیں"

"کہاں سے ملتی ہے؟"

"ہوٹل کے منیجر سے بات کریں۔ مہیا کر دے گا۔ میں واپس چل کر یہ کام کرا

"اوہ گڈ ----- یہ بہت اچھا ہو گا ----- برن میں کافی عرصہ گزارنے کا پروگرام

"بہت عمدہ بات ہے۔" کیشا نے ٹیکسی ڈرائیور کو ایک جگہ رکنے کی ہدایت کی اور ہم اتر آئے۔ "یہ برن کا سب سے خوبصورت بازار ہے۔ یہاں کے ایک ہی سٹور میں تمہیں ت کی ہر چیز مل جائے گی۔"

"تب پھر آؤ -----!" میں نے کہا اور ٹیکسی کا بل ادا کر کے نیچے اتر آئے۔ اور پھر آف ورائٹی" میں داخل ہو کر ہم نے دیکھا۔ درحقیقت چیزوں کا شہر تھا ----- ہمیں درکار تھے۔ چنانچہ ہم گارمنٹس سیکشن کی طرف چل پڑے ----- بڑا خوبصورت نظام ہر سائز کے لباس موجود تھے۔ ہر تراش اور ہر طرز کے!

چھ سوٹ میں نے اور چھ سردارے نے خریدے ----- اس کے علاوہ سلیپنگ بنیان موزے، جوتے اور دوسری چیزیں ----- پھر سوٹ کیس، اور سارا سامان پیک ا لیا گیا۔ تب میں نے زنانہ سیکشن کا رخ کیا۔

"نہیں سیرو ----- یہ میرے لیے قابل قبول نہ ہو گا۔" کیشا نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم نے شاید یونہی ہمیں دوست کہہ دیا ہے -----"

"نہیں ----- دل سے کہا ہے۔ آزما لو -----"

"تب پھر یہ سخت لہجہ -----" میں نے کہا۔

"دوست ہو نا -----؟" اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ----- یقیناً" ----- لیکن!" "تعلیم یافتہ بھی ہو گے۔ کیا ایک انسان کی نفسیات کا تجزیہ کر سکتے ہو۔ جو خود اپنی بیوی کے لیے دنیا کی ہر شے مہیا کر دینا چاہتا جسے شدید دکھ ہے کہ وہ اپنی بیوی پر بوجھ ہے۔ اگر وہ مجھے تحائف سے لدا ہوا دیکھے گا ---- کتنا خوش ہو گا ----- اور -----"

اور میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کتنی بڑی بات کہی تھی کیشا نے۔ اس کے کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ہم نے مزید کچھ سامان خریدا اور پھر واپسی کی تیاریاں کرنے -----!

کیشا اب بہت خوش تھی۔ حالانکہ اس کے الفاظ نے ہمیں سنجیدہ کر دیا تھا۔ ہم واپس آ گئے۔ ہوٹل کے سامنے کیشا نے واپسی کی اجازت مانگی تھی۔

"اوکے کیشا ----- خدا حافظ۔"

"ہاں ----- صرف ایک گھنٹے کے لیے۔ اس کے بعد تو میں آ رہی ہوں۔" کیشا

نے مسکراتے ہوئے کہا اور چلی گئی میں اور سردارے اندر آ گئے۔ ہم دونوں خاموش ت
جانے کیوں ذہن پر ایک بوجھ سا آ پڑا تھا۔ خاموشی سے کمرے میں واپس آ گئے۔ سردار
تھکے تھکے انداز میں بیٹھ گیا تھا۔

"کیا بات ہے سردارے---- خاموش کیوں ہو؟"

"بس استاد۔ لڑکی نے ذہن پر عجیب تاثر چھوڑا ہے۔"

"بات صرف یہ ہے سردارے---- کسی شکل کو دیکھ کر لمحات میں فیصلہ
ہے۔ نکالو اب ذہن سے کیشا کو---- چلو منیجر سے بات کر لیں۔"

"ایک بات بتاؤ استاد----" سردارے نے کہا۔

"پوچھو----"

"آخر تمہارے پاس کرنسی کی تعداد کتنی ہے۔ ختم ہونے کو ہی نہیں آتی ہے۔"

"بس سردارے---- ختم ہونے ہی والی ہے۔"

"اس کے بعد----؟"

"تو فکر کیوں کرتا ہے یار---- اگر کہے تو آج ہی رات کو اسے اس سے دگنا
جائے----؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میری اور تیری ملاقات کہاں ہوئی تھی؟" میں نے پوچھا۔

"مونٹی کارلو کے قمار خانے میں۔"

"کس طرح ہوئی تھی؟"

"اوہ---- ہاں استاد---- تم نے وہاں کے پیشہ ورانہ شاطروں کو شکست
تھی۔"

"یہاں بھی جوئے خانے ہیں۔"

"ٹھیک ہی کہتے ہو استاد---- واقعی تمہارے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے
سردارے نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اور بھی بہت سے راستے ہیں---- آؤ----" میں نے لاپرواہی سے کہا۔
سردارے میرے ساتھ چل پڑا۔ منیجر کے کمرے میں پہنچ کر ہم نے اپنا تعارف کرایا اور پھ
نے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔

"جی ہاں جناب---- خود ہوٹل کی اپنی کاریں ہیں۔ کیا آپ کے پاس ڈرائیو
لائسنس موجود ہے؟"

"ہاں موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ٹرانسپورٹ انچارج کو ٹیلی فون کیے دیتا ہوں۔ آپ کار پسند کر
" منیجر نے کہا اور ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا---- ایک اعلیٰ درجے کی کار ہماری تحویل
آ گئی۔

تب ہم واپس اپنے کمرے میں آ گئے۔ میں نے سردارے کے چہرے کو غور سے دیکھا
پھر کہا "سردارے۔ تمہارے چہرے پر یہ مونچھیں کچھ جچ نہیں رہیں۔"

"کیا مطلب استاد----؟"

"صاف کر دو انہیں۔"

"ارے---- مگر کیوں استاد----؟"

"یار کمال ہے۔ میرے کہنے سے تم مونچھیں بھی صاف نہیں کر سکتے؟"

"دل نہیں چاہتا استاد---- پنجاب کی ایک ہی تو نشانی ہے۔" سردارے نے آہستہ
کہا۔ "خیر تم کہتے ہو تو ٹھیک ہے۔"

"اوہ نہیں---- ہم کوئی دوسرا بندوبست کر لیں گے۔"

"کیا مطلب؟"

"یہاں میک اپ کا سامان تو مل جائے گا۔ اچھا تم لباس تبدیل کر لو---- ایک بار
بازار چلیں گے۔ تھوڑی سی خریداری اور کرنی ہے۔"

"اوہ---- میں سمجھ گیا۔ کیمپنگ کے لیے تیاریاں ہیں۔"

"ہاں----!"

"ٹھیک ہے استاد----" ہم نے لباس تبدیل کیے اور پھر کمرے سے نکل آئے۔
کے نزدیک کیشا مل گئی تھی۔ وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائی۔

"کہاں جناب----؟" اس نے ادب سے پوچھا۔

"یہ جناب کیا ہوتا ہے؟"

"یہاں میں آپ کی ملازمہ ہوں۔"

"فکر نہ کرو---- اس کا بندوبست بھی کر لیا جائے گا۔ فی الحال ہم ذرا سیر و تفریح کو
ہے ہیں۔ تمہیں اعتراض تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔" ہم نے بیک وقت کہا۔ اور باہر نکل آئے۔ کار سردارے ڈرائیو کر رہا
نے بازار جا کر میک اپ کا سامان خریدا اور پھر میں نے سردار سے کہا۔

"کیا خیال ہے سردارے---- اب مزید انتظار کیوں کیا جائے؟"

"بالکل استاد----"

"آؤ----- رنگ دیکھیں گے۔"

"اور میک اپ-----؟"

"کونسی بڑی بات ہے یار----- کسی سنسان جگہ رک کر کر لیں گے۔" میں اور سردارے نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ ہم کیمپنگ کی طرف چل پڑے۔ میک اپ تھا ہی نہیں۔ لمبے بالوں کی وگ' اور اسی رنگ کی داڑھی نے کایا ہی پلٹ دی۔ اور ہم قسم کے شوقین مزاج ہپی نظر آنے لگے۔ اور پھر ہماری کار برق رفتاری سے کیمپنگ طرف دوڑنے لگی۔

فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا----- ہم کیمپنگ پہنچ گئے----- وہاں کی حسب معمول تھی۔ عمدہ بات یہ تھی کہ شہر سے بہت سے لوگ ہپی لڑکیوں اور نشہ آو کی تلاش میں وہاں آتے رہتے تھے۔ اس لیے ہمیں کوئی دقت نہ ہوئی----- اور پارک کرنے کے بعد پورے کیمپنگ میں گھومتے پھرے۔ سردارے ایڈی اور لوسیا تلاش کر رہا تھا۔ ہمارے جلے ہوئے خیمے صاف کر دیے گئے تھے اور اب ان کی جگہ تھا۔ میری نگاہیں لینڈروور کو تلاش کر رہی تھیں۔ لیکن گاڑی بھی کہیں نظر نہ آئی!

اچانک سردارے نے میرا شانہ دبوچ لیا----- اور میں چونک پڑا۔ " سردارے؟"

"ایڈی-----!" سردارے نے ایک طرف اشارہ کیا۔ اور میں نے بھی ا دیکھ لیا۔ وہ خاموش اداس سی ایک جگہ کھڑی تھی۔

"تم رکو سردارے----- میں اس سے بات کروں گا۔" میں نے کہا۔

"خود کو اس پر ظاہر کر دو گے استاد-----؟"

"نہیں----- مگر تم میرے پاس نہ آنا۔"

"ٹھیک ہے----- ٹھیک ہے-----" سردارے نے کہا اور میں ایڈی پہنچ گیا۔

"ہیلو-----" میں نے آواز بدل کر کہا اور ایڈی نے اداس نگاہیں میری اٹھائیں۔ پھر پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ "کیا آپ تنہا ہیں مس؟"

"ہاں-----" اس نے جواب دیا۔

"آپ کا کوئی ساتھی نہیں ہے؟"

"ہیں-----" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔

"اوہ----- سوری----- میرا خیال تھا ہم دونوں کچھ دیر----- یا اگر ساتھ رہیں----- میں آپ کی مدد کروں----- اور آپ میری۔" میں نے معنی

نے کہا۔

"سوری----- میرے پاس کرنسی موجود ہے۔" ایڈی کسی قدر خشک لہجے میں بولی۔

"کوئی بات نہیں ہے----- لیکن پھر آپ اداس کیوں ہیں؟ انسان کے پاس کرنسی ہو تو اسے اداس تو نہیں ہونا چاہئے-----!"

"احمقانہ خیال ہے----- براہ کرم مجھے تنہا چھوڑ دو-----" ایڈی بے زاری سے دوسری طرف مڑ گئی۔

"آپ کی مرضی----- دراصل میں یہاں اپنے کچھ دوستوں کی تلاش میں آیا تھا۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ پنٹو اور سیسرو یہاں مقیم ہیں۔ پورا کیمپ ڈھونڈ-----"

لیکن ایڈی نے میری بات پوری نہ ہونے دی۔ "سیسرو----- پنٹو----- کہاں سے آئے تھے-----؟" وہ پرجوش انداز میں بولی۔

"ارے----- ہاں----- آپ انہیں جانتی ہیں-----؟

"ہمارے ساتھی تھے----- یہاں ان کے کچھ دشمنوں نے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ نکل گئے۔ نہ جانے کہاں گئے۔ ایک گروہ انہیں تلاش کرتا پھر رہا ہے----- ان کی گاڑی بھی ان لوگوں نے قبضے میں کر لی ہے۔"

"کمال ہے----- ہمارے ہوتے ہوئے ہمارے دوستوں کی یہ درگت؟ ان کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چل سکا-----؟"

"شاید ابھی تک نہیں-----؟"

"آپ لوگوں کو تو پریشان نہیں کیا گیا؟"

"نہیں----- شاید انہیں ہمارے بارے میں علم نہیں ہے۔ سنو میں تمہاری خواہش پوری کر سکتی ہوں----- لیکن ایک شرط پر----- اگر وہ تمہیں مل جائیں تو مجھے ان کے بارے میں ضرور بتا دینا۔"

"کیا وہ آپ کے بہت گہرے دوست تھے-----؟"

"نہیں----- لیکن انوکھے لوگ تھے----- بہت ہی اچھے۔" تب میں نے ایڈی سے وعدہ کیا اور واپس سردارے کے پاس پہنچ گیا۔ سردارے بہت بے چین تھا۔ میں نے اپنی اور ایڈی کی گفتگو اسے سنائی اور وہ ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

"کیوں----- کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں----- اب کیا پروگرام ہے استاد؟" سردارے نے مضمحل سے انداز میں کہا۔

"ڈریم بار-----" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا اور سردارے نے گردن ہلا

دی۔ "پستول موجود ہے؟"

"ہاں----- فکر نہ کرو استاد-----" سردارے نے جواب دیا۔ اور ہم ڈر
کی طرف چل پڑے-----!

☆ ☆ ☆

ڈریم بار کے سامنے رک کر ہم نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور میرے ہو
پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سردارے بھی مسکرا دیا تھا۔ "تیار ہو-----؟ میں نے سردارے
پوچھا۔

"بڑک لگاؤ استاد؟" سردارے نے موڈ میں کہا۔

"ہاں' ہاں۔ ابھی نہیں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ہم ڈریم بار میں داخ
گئے۔ بار لفنگوں سے بھرا ہوا تھا۔ منشیات کے دھویں پورے ماحول کو لپیٹے ہوئے تھے' بلکہ
موسیقی بکھری ہوئی تھی۔ نشے میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی بدمست آوازیں' بدمست
چاروں طرف ایک شور بدتمیزی برپا تھا۔

ہم دونوں پر کسی نے توجہ نہیں دی۔ یہاں بے شمار آوارہ گرد موجود تھے۔ ہ
چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں' کوئی میز خالی نہیں تھی۔ بہت سے لوگ دیواروں سے
ہوئے نشہ آور چیزوں سے شغل کر رہے تھے۔ میں نے سردارے کو اشارہ کیا اور پھر
ایک دیوار سے جا ٹکے۔

اور ایک اٹینڈنٹ ہمارے پاس پہنچ گیا۔

"کیا پیش کروں لارڈ؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں نے جیب سے
نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ "بولو تو سہی جان-----!" اٹینڈنٹ کافی بدتمیز تھا

"تمہارا انعام ہے۔" میں نے کہا۔

"ایں----- مذاق تو نہیں کر رہے-----؟" اٹینڈنٹ حیرت سے نوٹ کو
بولا۔ لیکن اتنی دیر میں' میں دوسرا نوٹ نکال چکا تھا۔

میں نے دوسرا نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"چپکاش-----!" میں نے کہا۔

"دو-----؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"اور اٹینڈنٹ سر ہلا کر چلا گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد وہ پیتل کی خوبصورت
ننھی پیالیوں میں سبز سیال لے آیا۔ اس نے ایک ایک پیالی ہم دونوں کے ہاتھ میں تھما
گردن جھکا کر آگے بڑھ گیا۔

سردارے نے میرے طرف دیکھا اور پھر پیالی ہونٹوں کی طرف لے جانے لگا۔

"ارے----- گدھے!" میں نے بھنچی بھنچی آواز میں کہا۔ اور سردارے کا ہاتھ
رک گیا۔

"کیا ہے استاد؟" سردارے آہستہ سے بولا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"چکھ کر دیکھوں استاد----- میرے لئے نئی چیز ہے۔"

"سونگھنا بھی نہیں----- ورنہ مرغی کی طرح کٹکٹاتے پھرو گے اور انڈے دینے کے
لئے بے چین نظر آؤ گے۔"

"ایسی خوفناک شے ہے۔" سردارے حیرت سے بولا۔

"اس سے بھی زیادہ خوفناک۔"

"کیسے بنتی ہے استاد؟"

"بھنگ کے نوخیز پودوں سے۔ معجون فلک سیر سمجھ لو' دماغ آسمان سے نیچے نہیں
رے گا۔"

"تمہاری معلومات حیرت انگیز ہیں استاد----- مگر پھر یہ طلب کیوں کی ہے؟"

"معیار بڑھانے کے لئے۔ اب وہ ہمیں بڑا آدمی' سمجھے گا۔"

"اوہ' استاد کی باتیں استاد ہی جانے۔" سردارے نے گہری سانس لی۔ "مگر اب اس
کا کروں کیا استاد؟"

"تھوڑی تھوڑی چھلکاتے رہو' اندازہ نہ ہونے پائے۔"

"اوکے باس۔" سردارے نے گردن ہلائی۔ اور پھر ہم چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے
رہے۔ سردارے اور میں پیالی بار بار ہونٹوں تک لے جاتے تھے اور سیال آہستہ آہستہ نیچے
گرا رہے تھے۔ سردارے بیچ بیچ اسے منہ کے قریب لے جاتے ہوئے سانس روک لیتا تھا۔ اور
تھوڑی دیر کے بعد پیالیاں خالی ہو گئیں۔

ایک آوارہ گرد نے میز پر کھڑے ہو کر رقص کرنے کی کوشش کی' تو دو آدمی آگے
بڑھے۔ دونوں صورت سے خوفناک نظر آ رہے تھے۔ لوگوں کو ہٹاتے ہوئے وہ رقص کرنے
والے کے نزدیک پہنچ گئے۔

اور پھر ان میں سے ایک نے اسے روکا۔ "بس بس' تمہارا کوٹہ پورا ہو گیا ہے میری
جان-----!" اس نے زور سے کہا۔

"نائیں----- نائیں----- میں ابھی جینا چاہتا ہوں۔"

"واقعی-----؟" اسے پکڑنے والے نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں----- ہاں----- بالکل----- بالکل۔"

"تب اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خاموشی سے یہاں سے نکل جاؤ۔"

"ہرگز نہیں-----ابھی تو سفیدی سیاہی میں تبدیل نہیں ہوئی۔ میں نہ
گا۔"

"اے-----!" اس شخص نے اٹینڈنٹ کو آواز دی۔ اور اٹینڈنٹ جلدی
کے قریب پہنچ گیا۔ "بل مل گیا؟" اس نے پوچھا۔

"یس سر!"

"کم آن جم-----!" اس نے دوسرے کو آواز دی۔ اور پھر دونوں نے ا
شخص کو میز سے اتار لیا۔ پھر اسے لٹکائے ہوئے باہر لے جانے لگے۔ دروازے کے قر
کر انہوں نے دروازہ کھولا اور اسے باہر اچھال دیا۔ پھر وہ اطمینان سے ہاتھ جھاڑتے
اندر آگئے۔ باہر گرنے والے کی طرف انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔

"آؤٹ ہونے سے پہلے باہر نکل جاؤ' ورنہ برا سلوک کیا جائے گا۔" ان میں
نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ لوگ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئے اور پھر باتوں
اپنے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔

"خوب۔" سردارے آہستہ سے بولا۔

"اور اس قسم کے لوگ جگہ جگہ موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ' میں نے غور نہیں کیا تھا۔"

"دیکھ لو۔"

"میرا خیال ہے وہ دو-----؟"

"یقیناً-----اور بائیں سمت بھی۔"

"ہاں۔" سردارے نے ٹھنڈی سانس لی۔

"ممکن ہے ان سے بھڑنا پڑ جائے۔"

"کیا فرق پڑتا ہے' استاد!" سردارے نے لاپرواہی سے کہا۔ اور میں نے
نگاہوں سے سردارے کو دیکھا۔ بڑا بے جگر آدمی تھا۔ درحقیقت کبھی کبھی اس پر
آنے لگتا تھا۔

"ہاں-----کوئی فرق نہیں پڑتا-----اے!" میں نے اسی اٹینڈنٹ کو
اور وہ جلدی سے ہمارے قریب آگیا۔

"یس چیف!" اس نے آنکھیں مچمچاتے ہوئے کہا۔

"ختم ہو گئی۔" میں نے خالی پیالی اس کے سامنے کر دی۔

"بڑی بات ہے۔ بہت سے ختم کرنے سے پہلے لڑھک جاتے ہیں۔"

"مزہ نہیں آیا۔"

"کیا مطلب-----؟" اٹینڈنٹ-----حیرت سے بولا۔

"اور چاہئے۔"

"بہک گئے تو باہر پھینک دیا جائے گا۔" اٹینڈنٹ نے ہمدردی سے کہا۔

"مذاق نہیں ہے۔ لارڈ جیکسن اپنا یار ہے۔"

"مگر میں نے تو پہلی بار تمہیں دیکھا ہے۔"

"آج ہی آئے ہیں۔"

"کمال ہے' تمہارے انداز سے تو ذرا بھی نشے کا اظہار نہیں ہو رہا۔"

"لو-----اور لے آؤ۔" میں نے پھر ایک نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ وہ شانے اچکا کر آگے بڑھ گیا۔ ویسے اس نے کئی بار پلٹ پلٹ کر دیکھا تھا۔ پھر وہ پیالیاں دوبارہ لبریز کر کے لے آیا۔ اور اس نے دونوں پیالیاں ہم دونوں کے ہاتھ میں تھما دیں۔

"سنو-----!" میں نے اسے مخاطب کیا۔

"یس لارڈ۔"

"جیکسن کہاں ہے؟"

"اپنے روم میں ہے-----پی رہا ہو گا۔"

"مل سکتا ہے؟"

"ناممکن-----اس وقت کسی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہے۔"

"اوہ-----خیر-----کل سہی۔" میں نے کہا۔ اور وہ آگے بڑھ گیا۔ ہم لوگ پیالیاں ہاتھوں میں لئے کھڑے رہے۔ پھر میں نے سردارے کو آواز دی۔

"کیا بات ہے استاد؟"

"اس طرف سے تو داخلہ مشکل ہے۔"

"ہاں' تقریباً۔"

"کیا اوپر جانے کے لئے عقبی زینہ نہیں ہو گا؟"

"ہونا تو چاہئے۔"

"اندازہ کر کے آؤ۔" میں نے کہا۔ اور سردارے نے گردن ہلا دی پھر وہ پیالی لے کر جھومتا ہوا آگے بڑھا اور بڑی ہوشیاری سے دروازے سے نکل گیا۔ میں نے ماحول پر پورے طور سے نگاہ رکھی تھی۔ کوئی بھی ہماری طرف متوجہ نہیں ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد سردارے واپس آگیا۔

"عجیب عمارت ہے استاد!"

"کیوں-----؟ کیا رپورٹ ہے؟"

"عقب میں کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"اوہ' اچھی طرح جائزہ لے لیا؟"

"ہاں استاد۔"

"یہ تو گڑبڑ ہو گئی------ اب کیا کیا جائے۔"

"سردارے سے پوچھو------!" سردارے نے کہا۔

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اوپر جانے کا یہ ایک ہی زینہ ہے جس پر قالین بچھا ہوا ہے۔"

"ہاں----- اور کوئی نظر نہیں آتا۔"

"روشنی میں اس پر چڑھنا مشکل ہے' دوسرے روکیں گے۔"

"یقیناً"

"اور مین سوئچ دروازے کے پاس ہے۔"

"اس-----" میں اچھل پڑا۔ سردارے نے عمدہ تجویز سوچی تھی۔ خطرناک ضر تھی' لیکن اس کے سوا چارہ نہیں تھا۔ میں نے چند ساعت سوچنے کے بعد مسکراتے ہوئے گر ہلائی۔ "سمجھ گیا سردارے! لیکن ہوشیاری کا کام ہے۔"

"بالکل استاد! زینے کا اندازہ کر لو----- اندھیرا ہوتے ہی ہم بھی دوسروں کی ط اندھے ہو جائیں گے اور پھر اندھیرے میں ہی پھرتی سے سیڑھیاں چڑھنا ہوں گی۔ چوک گئے مصیبت آ جائے گی۔"

"ہاں----- یہ تو ہے۔"

"میرا خیال ہے مشکل کام نہیں ہے استاد تھوڑی سی پھرتی کی ضرورت ہے۔"

"ہاں' ٹھیک ہے۔ یہی کیا جائے گا۔ لیکن پہلے ہمیں انتظار کرنا ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"فوراً جیکسن کے پاس نہیں جا گھسیں گے۔ بلکہ جب روشنی واپس آ جائے گی اسے دیکھیں گے۔ تم سمجھ رہے ہو؟ ممکن ہے کچھ لوگ اوپر جا کر صورت حال معلوم کری ظاہر ہے یہ اندازہ تو ہو جائے گا کسی نے مین سوئچ آف کیا ہے۔ تب وہ اس کا مقصد بھی جا کی کوشش کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک استاد!"

"سوئچ تم آف کرو گے؟"

"ہاں استاد۔"

"تب پھر آہستہ آہستہ کھسکنا شروع کر دو' کسی کو اندازہ نہ ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے چیف!" سردارے نے کہا۔ اور ایک بار پھر وہ آگے بڑھ گیا۔ میں سیڑھیوں کی طرف کھسکنا شروع کر دیا تھا۔ سردارے کا کام مشکل تھا۔ اسے سوئچ آف ک سیڑھیوں تک آنا تھا بہرحال کام تو کرنا ہی تھا۔ میں نے راستے کا پوری طرح اندازہ کر

سردارے کا ہاتھ کافی صاف تھا۔

اچانک ہال میں تاریکی پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی شور بھی میں نے سیڑھیوں کی طرف چھلانگ لگائی اور برق رفتاری سے سیڑھیاں پھلانگنے لگا چند لمحات میں' میں اوپر تھا اور پھر سردارے دی گریٹ بھی میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"آؤ-----!" میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ہم دونوں ایک چوڑے ستون کی آڑ میں ہو گئے۔

"دروازے-----!" نیچے سے آواز آئی۔

"سوئچ-----!" دوسری آواز سنائی دی۔ اور بمشکل تمام تیس سیکنڈ روشنی غائب رہی۔ مین سوئچ آن کر دیا گیا۔ ہال کے تین دروازے تھے اور تینوں دروازوں پر دو دو آدمی تعینات ہو گئے تھے جن کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

"کون تھا؟" ان میں سے ایک نے غرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ لیکن کون جواب دیتا۔

"کوئی نکلا تو نہیں؟" دوسرے نے پوچھا۔

"نہیں-----!" دوسروں نے جواب دیا۔

"بولو کون تھا؟" ان میں سے ایک پھر دہاڑا۔ اور پھر اس نے ہال میں سروس کرنے والوں سے کہا۔ "کس کس نے بل ادا نہیں کیا۔ کون بھاگنے کی فکر میں تھا؟"

اور میں نے طویل سانس لیکر سردارے کی طرف دیکھا۔ "بات بن گئی سردارے! یہاں اس قسم کی حرکتیں ہوتی رہتی ہوں گی۔ بل بڑھ جانے کے بعد لوگ بتی بجھا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہوں گے۔"

"سمجھ دار لوگ ہیں چیف!" سردارے مسکراتا ہوا بولا۔ ہم دونوں سرگوشیوں میں بات کر رہے تھے۔ اور پھر ہم کافی دیر تک کھڑے ہال کا جائزہ لیتے رہے۔ ہال میں کافی گڑبڑ رہی تھی' پھر حالات پر سکون ہو گئے۔ ہم نے اتنی صفائی سے کام کیا تھا کہ لوگ غور بھی نہ کر سکے کہ کیا ہو گیا----- اوپر آنے کی کسی نے زحمت نہیں کی تھی۔

جب ہمیں اطمینان ہو گیا کہ سب ٹھیک ٹھاک ہے تو ہم آگے بڑھے۔ اور پھر سیدھے اس کمرے میں پہنچ گئے جہاں سے موسیقی کی ہلکی ہلکی آوازیں ابھر رہی تھیں۔ بڑا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اسے بند کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی۔

"ظاہر ہے اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" سردارے نے سرگوشی کی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازے میں جھانکا اور پھر جلدی سے گردن پیچھے ہٹالی۔

"کیا ہوا استاد؟" سردارے نے چونک کر پوچھا۔

"دیکھ لو-----!" میں نے گہری سانس لی اور سردارے نے جلدی سے اندر جھانکا۔ اور پھر وہ دیر تک دیکھتا رہا۔ "اب بس بھی کرو گدھے!" میں نے اسے کھینچ لیا۔

"عمدہ منظر ہے استاد!"

"کیا خیال ہے چلیں؟"

"جلدی چلو استاد!" سردارے بے چینی سے بولا۔

"کوئی بدتمیزی نہ ہو۔" میں نے کہا۔

میں نے سردارے کو سمجھا دیا تھا لیکن پھر بھی مجھے اس کی طرف سے خطرہ تھا۔ جیسے ہی ہم اندر داخل ہوئے صوفے پر بیٹھی برہنہ لڑکی چونک کر سیدھی ہو گئی۔

...O...

اور

راجہ نواز اصغر نے اس دور کو اپنی زندگی کا بدترین دور کہا ہے' جب وہ ذہنی طور پر انسانیت کو بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہوں نے کیا کیا گل کھلائے یہ تو اگلے حصہ میں ہی معلوم ہو سکے گا!